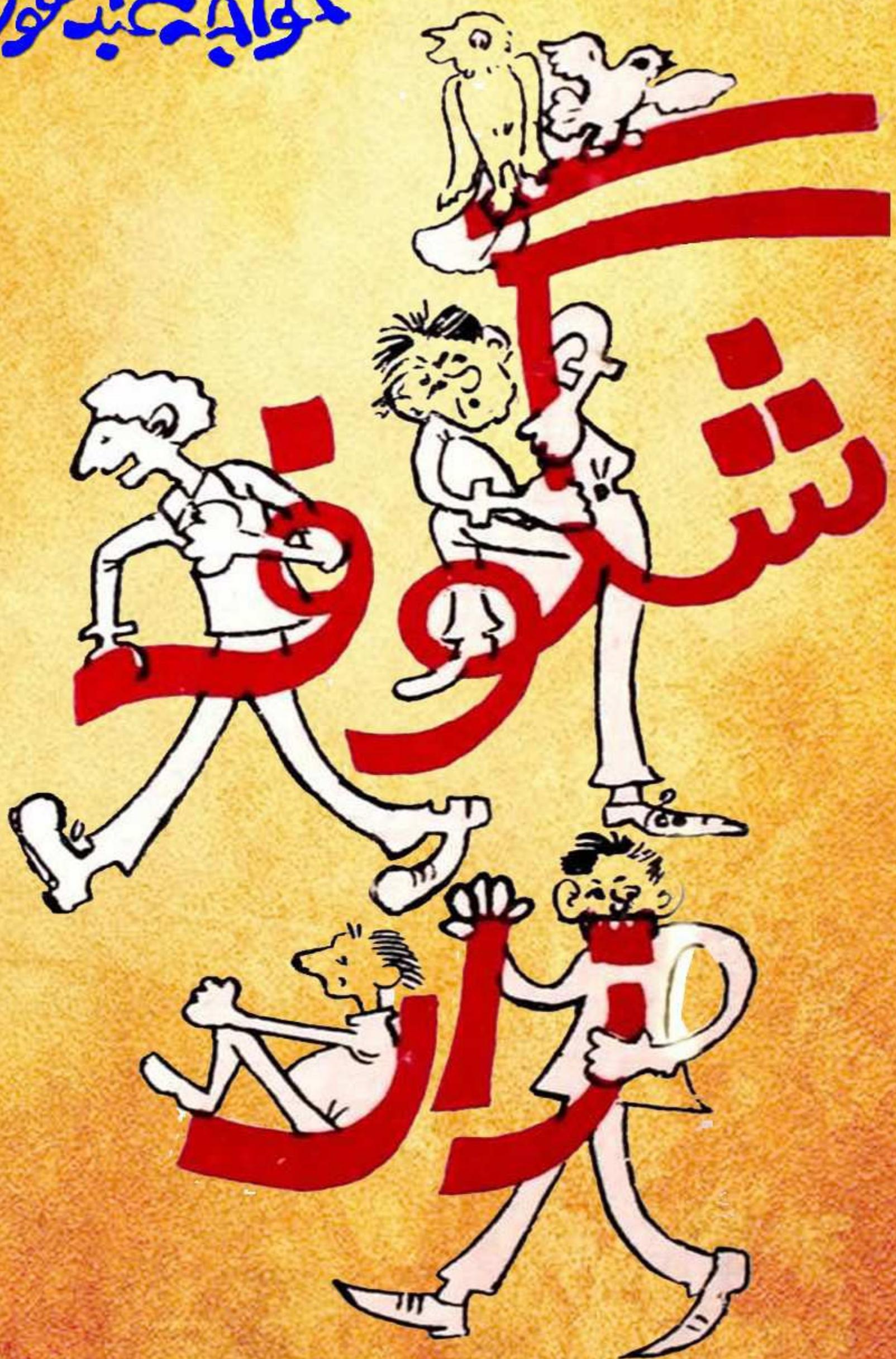


نحو پروردگار



نئی آوازِ جامعہ نگرنگی دلی ۱۱۰۰۲۵

شکوفہ زار

خواجہ عبد الغفور

نئی آواز، جامنہ گر، نئی دلی¹¹⁰⁰²⁵

تسبیح کار

حدود دفتر

مکتبہ جامعہ لمبیڈ

جامعہ گر نئی دلی¹¹⁰⁰²⁵

مکتبہ جامعہ لمبیڈ
پرس بلڈنگ بھٹی 40000



مکتبہ جامعہ لمبیڈ
اُردو بازار دلی¹¹⁰⁰²⁵

مکتبہ جامعہ لمبیڈ
یونیورسٹی مارکیٹ علی گڑھ 202000

قیمت : 16/-

اکتوبر ۱۹۶۶ء

دوسری بار

فہرست

۶۴	تہقیق	سخن چینی لفظی گرفت	۲۶	پیش لفظ
۶۵	فلقاری	ادق گول	۲۷	قند مکرر
۶۶	تجھیس	دل آزاری	۲۸	تعارف
۶۷	ابهام مرشح ترش	بھجو۔ بھجوار	۲۹	خواں کے دویں جو سکر انہیں سکتے
۶۸	استخراج	نکاحات مطابقات	۳۰	رو بھن فصل بھار انھا انہیں سکتے دا
۶۹	غاکر اڑانا	لایعنی استخراج	۳۱	مزاج
۷۰	مرقوہ	خالص مزاج	۳۲	خالص مزاج
۷۱	تفن	مزاجہ تصورت داقر	۳۳	مزاجہ تصورت داقر
۷۲	بدراں سنجی	بے معنی مزاج	۳۴	بے معنی مزاج
۷۳	رمز کنایہ	خود برداشتہ مزاج	۳۵	خود برداشتہ مزاج
۷۴	شوخ بیانی	ظرافت	۳۶	ظرافت
۷۵	ستم ظریفی	شکر	۳۷	شکر
۷۶	ہنسی و تہقیق کی مختلف شکال	گالی گلوب پ بزرگانی	۳۸	شذاق
۷۷	گلگو گیر ہنسی	چھکڑ بازی	۳۹	عملی شذاق
۷۸	چکنس	کلاورازی	۴۰	لطیفہ (شگون)
۷۹	خندہ استخراج	رکیک	۴۱	چکٹلہ
۸۰	اٹاہہ	سبک	۴۲	دوسری زبانی مزاج
۸۱	قلقل	پوچ	۴۳	ایجاز
۸۲	زیر لب تسم	نخو	۴۴	رعایت لفظی
۸۳	چکہ نہ سائی	ضلع جنگت	۴۵	تحریف بگاری

۱۳۶	مخفکات	۱۱۲	اُبجہ، گنوار، گاؤڈی	بھستی
۱۳۷	موازنہ	۱۱۳	غیر مہذب۔ غیر شائستہ	ٹھٹھا۔ نخل
۱۳۸	تعلیٰ	۱۱۴	بھتھا بواذق۔ بدمیہ گوئی	خوشگی، پوامارنا نیٹ
۱۳۹	حامت	۱۱۵	بر جستہ گوئی۔ بو شگافی	بھٹلی
۱۴۰	ہم آہنگ کانفدان	۱۱۶	لب بندی	حسن دشتن
۱۴۱	محصل الضدین	۱۱۷	فاسٹ غلیباں	صنیفات
۱۴۲	موازنہ	۱۱۸	فاسٹ گوئی	جنیات
۱۴۳	صوتی سکرار	۱۱۹	داماغی کیفیا۔ غائب داماغی	امروزتی
۱۴۴	مبالغہ	۱۲۰	ح Zhao داماغی	انریت
۱۴۵	طباق	۱۲۱	ح Zhao جواہی۔ بر جستہ گوئی	عُریانیت
۱۴۶	کم بیانی	۱۲۲	ذہان شکن جواب جپشمک	ننگ دھرنگ تماشے
۱۴۷	قول حال	۱۲۳	لا جوابی	روحی
۱۴۸	مرہٹی تماشا	۱۲۴	فی الہیہ	واسرت
۱۴۹	پاؤڈا	۱۲۵	علقاںی ہجہ	مگری
۱۵۰	لاوی	۱۲۶	تکلفت کی گل کاریاں	اُمل، چرکنیات
۱۵۱	بھاروڑ	۱۲۷	غلط تکلفت۔ غلط املا	فسش بکاری
۱۵۲	سر جہنمی مزاج	۱۲۸	سکیمہ کلام	بیشہ در سخرے۔ سخہ
۱۵۳	کارٹون	۱۲۹	ضرب المثل	بہروپیا۔ بچانہ۔ میراثی
۱۵۴	موسیقی۔ اشتھار	۱۳۰	تعریفیات	کنجرا کنجرا۔ ڈرم ڈرمنی
۱۵۵	ذفتریت	۱۳۱	لغزش زبان	ٹٹ۔ بچتی، منعنی ضرب
۱۵۶	صحافت اور خرافت	۱۳۲	مزاجیہ کردار	ننگی۔ بچتی بھاٹ
۱۵۷	مزاجیہ شاعر	۱۳۳	سمہ	دوسریں کا مذاق۔ نعلیٰ
۱۵۸	مزاج بکار	۱۳۴	ہیلی	پپ سو لگ۔ خاموش نعلیٰ
۱۵۹	درکھنی اردو	۱۳۵	پیستان	ہمسانے والی تھیسیں جنگلی
۱۶۰	مرن آفر	۱۳۶	محاکات	کندہ ناتراش

پیش لفظ

(PROLOGUE)

قہقہہ زار پر بہت بی اچھے تبصرے چھپے ہیں اور نوگوں نے تقدانہ نظر کم ڈالی
ہے اس لیے کہ وہ سب کے سب ان لطائف و ظرافت میں کھو گئے اور اچھی رائے دینے
لکھے۔ ان کو پڑھ کر ہمیں یہ خطرہ لاحق ہو گیا کہ ان سے متاثر ہو کر کوئی صاحب ذوق اس کتاب
کو خرید کر ڈالنے والے اور یہ کہہ سکتے کاش کہ جس نے تبصرہ لکھا ہے وہی قہقہہ زار کا مصنف ہوتا۔
وہ یہ توہم شروع ہی سے اس اندیشے میں مبتلا تھے کہ بڑی سخت اور کڑی تنقید ہو گی
اور ہم شاہی محفل میں مرنہ بھی نہ دکھا سکیں گے۔ لیکن جو بات اگرے اندیشوں اور دوسروں
سے شروع ہوتی ہے وہ بالآخر خوش گوار بلکہ دل خوش کوئی بھی ثابت ہوتی ہے اور نہ تو خود اعتماد
کو دھکا لگتا ہے اور نہ خوش فہمی کو۔ اس طرح ہم سمجھتے ہیں کہ ایک بار توہم بال بال پuch کئے لیکن
وہ تو صرف کڑی تنقید و تعریفیں سے۔ مگر حضرت اکبر اللہ آبادی نے جس بات کا گلہ کیا تھا وہ بھی ہم
دھرائے بغیر نہیں رہ سکتے۔

کھلا دیوان مراثو شوتجیں نرم سے اٹھا
مگر سب ہو گئے خاموش جب مطیع کابل آیا

آج کل ہر قسم کے بینک بننے جاتے ہیں۔ خون کا بینک، آنکھوں کا بینک، غذ کا بینک، ادوؤں
کا بینک، ولڈ بینک میں لا قوای بینک۔ تو کیوں نہ ایک ہنسی کامرزی بینک کھولا جائے اور بھروس کی

شاضیں چہار دنگ عالم میں۔ ملک کے کونے میں قائم کی جائیں کہ جس میں سب کے مشترکہ
کھاتے نہیں بلکہ اشتراکی کھاتے ہوں کہ جس میں دادوستہ ایسی ہو کہ چاہئے کیا نے اپنی جمع پوچھی دی
ہو کہ نہ دی ہو اس بینک سے خاطرخواہ استفادہ کر سکے۔ چنانچہ اسی غرض و غایت سے ہنسی کے
بنک کی پاس بک آپ کی خدمت میں پیش ہے۔ اس سے لطف انداز ہونے کی صلاحیتوں سے
استفادہ کیجیے تو یہ فلقل میں آپ کو بنائے گی ورنہ یہ خود بی فلقل کر کے رہ جائے گی۔

یہ دل کی کمی ہے جس نے مچائی ہے بچل
نشہ شراب میں ہوتا تو ناچستی بوقت

اس بچل کے مچانے تین ایک بار پھر کرشن چند روزے مجھے ہفت دلائی جس کے لیے میں ان کا
بے حد مشکور ہوں ان کے سوا اور بھی لوگوں کا منہوں ہوں کہ جنہوں نے میری اس کاوش کو سراہما اور
توصلہ بڑھایا۔ جب تک کی رفاقت اور والہا نہ محبت نے مجھے اپنی بیماری میں اس کاوش میں منہک
رکھا اور میرے شوکوٹ جاڑ کیا۔ وہ میرے لئے ہوئے لطیفوں پر تمیشہ بہن دیتی میں اس لیے نہیں کہ ان
تین تمیشہ مذاق بھرا ہوتا ہے بلکہ اس لیے کہ خود ان میں مذاق کا شعور بے حساب دریعت کیا ہوا ہے۔

قدِ مکررہ

آج کل ممالک اور محفلوں میں بات چیت کا قرینہ کچھ اس طرح کھو یا کھو یا سانظر آتا ہے کہ صحبتیں لکھنگی جا رہی ہیں اور ایک تناول سامانوں کو سمیٹ رہا ہے۔ موضوعِ سخن بھی گئے چکے رہتا ہے۔ نفع کلام کرتے ہوئے نیزبان نے اپنی بیوی سے کہا۔ ہمیں اپنے مہماںوں سے سیاست، مذہبی اور خاندانی تجلیؤں پر ہر لفظ کو نہیں کرنا چاہیے۔ اس پر مہماںوں نے فوراً خصت کی اجازت لیتے ہوئے کہا۔ اس کے بعد کون سا موضوع باقی رہ جاتا ہے؟

تو پھر مہندب سو سائنسی میں کس ضمیون اور کس امنانز سے سلسلہ لفظوں پر چھیرا جائے؟ یہ سوال بذاتہ بڑا وڈا ہے لیکن غور کیجیے تو پتا چلے گا جنہیں آپ شمعِ محفل سمجھتے ہیں اور جن کی ہر بات پر لوگ عمنظوظ ہو کر نہیں لگاتے ہیں وہ بھی اکثر اور بخوبی بات نہیں کرتے بلکہ وہ بھی سہارا لیتے ہیں دوسروں کی بذریعہ کی۔ ورنے، محاورات کا یا پھر تحریف و تمشیل کا۔ بہت کم لوگ فی البدایہ کوئی نئی بات کرتے ہیں۔ یہ ضرور ہے کہ ان کے دامن میں ایک ذخیرہ ساموتا ہے جس کو وہ مناسب اور موزون طور پر ایسی رنگ پا پھر سی اور سانچے میں پیش کرتے جاتے ہیں اور خراجِ تحسین و صول کر لیتے ہیں۔ اب آپ بھی اس کتاب کے خزانے سے با خود اپنی جمع پونچی سے بہمی چکنے کی کامیابی کی رونق پڑھاتے جائیں۔

جہاں کوئی موضوعِ سخن ایسا ہے کہ جس سے متعلق آپ کے خزانے میں کوئی لطیفہ موجود ہو اس کو محفل کا رنگ دیکھ کر جڑ دیجیے اور پھر متجدد یکھیے کہ آپ کی ہر دل عزیزی کہاں تک پہنچ جاتی ہے۔ اپنے ضمیر کو کبھی ملامت کا موقع نہ دیجیے کہ جو بات آپ نے کی ہے وہ کسی اور کی کہی ہوئی ہے۔ اس پر یہ کہ اس دنیا میں کوئی بھی تو اور بخوبی اور اچھوتا موصوع نہیں ہے! اس یہے جہاں بھی آپ کو

تقریر کرنے کا موقع ملے پا کر ناپڑے اس قسم کے لیفٹوں سے ضرور استفادہ کیجیے اور دل کھول کر کیجیے
ذلک بھی دل کھول کر بنیں۔ پہ بات ضرور یاد رکھیے کہ ہر تقریر سے پہلے تیاری ضرور کیجیے اس تیاری
سے چاہئے اور کچھ فائدہ ہو کہ نہ ہو، خود اعتمادی ضرور آئے گی۔ اور جو دماغ پاشی آپ در ان تقریر
بیس کرنے والے ہوں گے وہ کر چکے ہوں گے اور حاضر دماغ اور تنازہ دم رہیں گے۔
کسی تقریر کو معذرت اور انہماں شرمندگی کے کبھی شروع نہیں ہے اس سے آپ کے سامنے
بڑا خطرناک رد عمل ہو سکتا ہے۔

جیسے ایک خاتون نے اپنی سیسلی کی سالگرد پر تھنڈیا تو اُس نے شکریہ ادا کیا اور اس پر اُس
خاتون نے انکاری میں کہا۔ اُس سے میں نے تو بہت ہی معمولی تھنڈیا ہے آپ شکریہ ادا کر کے شرمند
نہ کیجیے۔ اس پر سیسلی نے فی الفور بلا سوچ کیجیے کہا۔ وہ تو صحیح ہے۔ میرے شوہر بھی یہی کہتے تھے کہ یہ
تو بہت ہی معمولی تھنڈہ ہے۔ مگر مجھے تو بہر حال انہماں شکر کرنا ہی چاہیے۔ کبھی اس امر کا اعتراف
نہ کیجیے کہ آپ جس موضوع پر بولنے پڑے ہیں اس پر آپ کی معلومات بہت کم ہیں تجھتاً حاضرین مغل
آپ کو اسی انداز سے جانپنھنے رہیں گے اور آپ کی خامیاں اُبھرتی رہیں گی۔

کسی لیٹیفی، داقعے اور چیز کے کوڈ ہرانے سے پہلے پر برگزندہ کیجیے گا۔ شاید آپ نے پہنچنا ہو گا
لوگ بھی اپنے دماغ کے پس منظر میں اس بات کو مشکم طریقے پر بھالیں گے کہ وہ کسی ہوئی بات ہے
اور اس کا لطف برگزندہ نہ ہا سکیں گے۔ اگر وہ موضوع بحث پر منطبق ہوتے ہیں تو لوگ اس نطباق
سے ضرور حظ اٹھائیں گے۔

تقریر سید حمی سادی اور انداز بیان عام نہم ہونا چاہیے۔ غیر ضروری ایکٹنگ یاد کھانا اسرا سر
نقصان دہ ہو گا۔ جب کبھی آپ یہ محسوس کریں کہ آپ کے کہے ہوئے لیٹیفے پر کوئی بھی نہیں ہنستا
ہے تو ایسے نازک موقعے پر آپ یہ اعلان کر دیجیے کہ جو فضہ ابھی ابھی آپ نے سما پا ہے اُس کی نزاکت
اور احلافت سے کم خل لطف انداز نہیں ہو سکتے۔ اس پر دیکھیے کہ لوگ کس طرح ہے ساختہ اور بآواز
بلند سنس پڑتے ہیں۔

میں نے اس کتاب میں لطائف و فڑائیں کے اقسام کو ہے اعتبارِ نوعیت، میلان، انہماں و
ترتیب کے مرد جانداز سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور ان کو موقع و محل کی مناسبت کے ساتھ
بیان کرنے کے آداب بتانے کی کوشش کی ہے۔ ساتھ ساتھ اس کا تجزیہ بھی پیش کیا ہے کہ کس طرح
انسانی طبائع پر اثر انداز ہو سکتے ہیں۔ یہ ایک بے حد دیسخ میدان ہے اور اس کے ہر عنوان اور ہر صرف پر

مزید تحقیق اور تجزیے کی بے حد گنجائش ہے۔

وپسے تو اردو ادب میں رطائف و ظائف، خوش گپتوں اور مراج کی جملہ اصناف کا ایک قابلہ نہ اٹا ہے۔ ملڑائیک مشتعل عنوان کے تحت کہیں محفوظ اور فلم بند نہیں بلکہ حمیدہ چینہ د طور پر ادھر ادھر لکھا گیا ہے۔ یا صرف ہافٹنے میں محفوظ رکھا گیا ہے اور استعمال ہوتا رہا ہے۔ اس یئے زمانے کی دست بُرڈے نیز محفوظ ہوتا ہوا رہا ہے اس کتاب میں بہم مغموم اور متراوف الفاظ کے ساتھ ایک جگہ جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ غرض دعایت یہ ہے کہ محفوظ ہو جائے۔ اس کے پڑھنے والے خود محفوظ ہوں موقعے اور محل پر محفوظوں اور مشتملوں میں ان کے اعادے سے دوسروں کو لطف آنہ دز ہونے کا موقع دیں اور پسلہ جاری رہے۔ بنہہ بانگ مقترن بھی اپنی خشک تقدیروں میں اس کو استعمال کر کے اپنی قدر بت لٹھن کو اجاگر کر سکتے ہیں۔

مجھے حقیقی سترت ہو گی اگر اردو ادب کے ماہرین اس پر مزید تحقیق کر کے اس کے دائرے کو وسیع کریں۔ تاکہ مبتذلوں اور ماہرین دونوں کو اس سے استفادہ کا موقع ملتے۔

تعارف

گرشن چندرہ

”قبقہ زار“ کے بعد لطیفوں کے باب میں ”شکوفہ زار“ خواجہ عبد الغفور صاحب کی دوسرا کتاب ہے۔ یعنی نقشِ اول کے نقشِ ثانی بہتراء۔ اگر مجھے ایک اصطلاح کھڑے کی اجازت دی جائے تو کہوں گا کہ یہ کتاب پہلی کے مقابلے میں زیادہ قبقہ خیز ہے۔

اس کتاب میں صرف لطیفے ہی درج نہیں ہیں بلکہ ان کی اصناف و اقسام اور ماذد و منڈے سے بھی بہت کی کمی ہے۔ یعنی بہت سے بنانے کا سامان جہتا کرنے کے علاوہ ظرافت سازی کے فن پر بھی کما تھا۔ دوسری ڈالی کمی ہے جس سے عبد الغفور صاحب کی یہ کادش قبقہ برداشت ہونے کے علاوہ علمی اور ادبی اخبار سے بھی بلند پایا اور مستند مانی جائے گی۔

اس ضمن میں عبد الغفور صاحب نے اس کی ترتیب و تدوین میں اس قدر کادش سے کام لیا ہے اور فنِ ظرافت کی اتنی اقسام اور اس کی اس قدر مثالیں مشرق اور مغرب سے جمع کر کے لے گئی ہیں کہ فارسی کے علاوہ وہ لوگ جن کا اور صنا بچھونا ظرافت ہے اور جو اس میدان کے باہر ترین کھلاڑی سمجھے جاتے ہیں انھیں خود بھی اس پر حیرت ہوگی اور وہ عبد الغفور صاحب کی فتنی عرق ریزی نظر لٹھائیں گے۔ چکلوں، لطیفوں اور کارنوں اور مثالوں سے قطع نظر فنِ ظرافت کی انواع و اقسام کے اخبار سے شکوفہ نہاد ایک چھوٹی موٹی انسانی گلوپیڈ پا کی ہیئت رکھتی ہے اور کوئی بھی صاحبِ نظر جو ظرافت کی نہ گلخیں قدر ہوں کا قابل ہے اور کشاکش چیز کے تکڑے کو دور کرنے کے لیے جس مزارع کی اہمیت سمجھتا ہے، اس کتاب سے استفادہ اٹھاتے ہوئے خواجہ عبد الغفور صاحب کی قباقہ نوازی کا قابل ہونے بغیر نہ رہ سکے گا۔

اکثر لوگ انسان کو اس لیے اشرف المخلوقات سمجھتے ہیں کہ وہ حیوان ناطق ہے۔ مگر اس زمرے میں دوسرے بہت سے جانور بھی آتے ہیں اور مختلف سائنس و انوں نے جنگلوں میں رہ کر بندروں اچڑیوں اور دوسرا سے پراندے دوں کی بولیوں کو سمجھ کر اُن کے قوتِ نطق کے مدرج طے کر دیے۔ اس لیے محض اس بنا پر انسان کو اشرف المخلوقات سمجھنا غلط ہو گا۔

دوسرانظر یہ ہے کہ تمام جانوروں میں انسان سب سے زیادہ ذہن اور طبائع ہے، اس لیے وہ اشرف المخلوقات ہے۔ مگر احمد الفن نام کی سند ری محلی پر جو رسیرج کی گئی ہے اُس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ڈالفن کا دماغ کسی طرح انسانی دماغ سے کم نہیں اور ڈالفن میں دماغی ذہانت کی حیثیت انگریز خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ یہیے اس معاملے میں انسان اور ڈالفن تقریباً برابر ہیں۔

میری نظر میں میرانظر یہ سب سے زیادہ وزن رکھتا ہے جس کا استدلال یہ ہے کہ انسان اس لیے اشرف المخلوقات ہے کہ وہ ہنستا ہے اور جو لوگ ہنسنے نہیں سمجھے ان کے اشرف المخلوقات تو ایسا انسان ہونے میں بھی مشکل ہے کیوں کہ ذی روح افراد میں انسان ہی ایک ایسی سستی ہے جو جس مزاج کھٹکتی ہے۔

مگر تم نہ نہیں کیوں ہیں؟ فلسفہ مزاج کے شیدائیوں نے اس کی بہت سی توجہات کی ہیں۔ جن میں کلاسیکی توجیہ کیلئے کے چھلکے سے چھلنا ہے۔ یعنی کیلئے کے چھلکے سے چھلکے سے خوفناک صورت حال پیدا ہوتی ہے۔ پر بے اختیار ہنسی آ جاتی ہے۔ گواں میں چھلنے والے کے نہیں کسی قدر تنفسیک کا پہلو بھی ہے۔ پا رہتا ہے۔ مگر بالخصوص ہنسی اس تفاصیل پر آتی ہے جو ایک نارمل طریقے سے چلنے والے فرد کا فنا را درکیلے پرے چھلنے والے کی ہیئت کذائی میں نمايان رہتا ہے۔ اب یہ تفاصیل کا ہو سکتا۔ .. کردار کا ہو سکتا ہے۔ سلچ کا ہو سکتا ہے، زبان کا ہو سکتا ہے۔ تہذیب کا ہو سکتا ہے، انشت و برخاست کا ہو سکتا ہے، کچھ کا ہو سکتا ہے، ذہانت کا ہو سکتا ہے، ادبیت اور رجہ کا ہو سکتا ہے۔ ہر ہنسی میں ایک مخصوص طرح کا تفاصیل پھیا ہوا ہوتا ہے۔ یعنی جو نارمل ہے جسے ہم جانتے ہیں، جو ہمارے علم میں ہے۔ اسے صرف ایک ایسی متفاہدیگیت پہارے سامنے آتی ہے جس سے ہماری جس مزاج کو تحریک ہوتی ہے۔ مزاج کے جتنے مکاتیب ہیں وہ کسی نہ کسی شکل میں اس تفاصیل کو پیش کرتے ہیں۔ اگر یہ تفاصیل مخفی ہے تو اسے کھول کر سامنے لے آتے ہیں۔ لگناظاً ہر ہے تو اسے نمايان کرنے ہیں۔ اگر نمايان ہے تو اس کے بیان میں اس حد تک مبالغہ آرائی کرتے ہیں کہ خواہ مخواہ ہنسی آئے لگتی ہے۔

تفاصیل کے مزاجیہ اظہار میں کسی ملات کی تنقید بھی چیزی رہتی ہے چاہے اس کی نوعیت بالکل

ذاتی کیوں نہ ہو۔ یعنی ہم کیلئے کے چھپکے پر سے پسلنے والے سے ہنس کر یوں کہتے ہیں اسے بے دقوف اگر تو سنبھل کر
چلتا تو اس حال تک کیوں پہنچتا؟ یہ تو مزاج کی تنقید ہوئی۔ مگر بالعموم اس تنقید کا دائرہ زیادہ وسیع
رہتا ہے اور تنقید سے کوئی مزاج خالی نہیں ہوتا۔ غالباً مزاج خالص ادب کی طرح ناپسید ہے۔

مقصد کے بغیر مزاج کی تخلیق ناممکن ہے۔ بالعموم سب سے زیادہ آسان مزاج کا نشانہ ذاتی تنقید
پڑھنی ہوتا ہے۔ یعنی کسی فرد کی چال، ڈھال، گفتار اور راس کی ان اُب نارمل حرکات کی کھلی اڑائی جاتی ہے
تھنیں صاحبِ ظرافتِ احمقانہ سمجھتے ہیں۔ اس طرح کی ذاتی تنقید کو صاحبِ رائے مزاج کی پھلی سطحوں
میں شمار کرتے ہیں۔ ضلع جگت، پچکروہاڑی، پکڑی اچھالنا، رکیک کلامی وغیرہ ظرافت کے اینے مارج
ہیں جن سے دوم، بھانڈ، میراثی، بہروپیے اور بھٹی بخوبی واقع ہوتے ہیں اور وہ عام طور پر اس قسم کے
تختیر تک اپنے آپ کو محمد درکھتے ہیں۔

اس تختیر کی سب سے پھلی سطح دشتاً م طرازی، گلائی گلوپ خیات مبتذل گوئی اور چرکپیاں ہیں
بہت روگوں کو اس تحریر کے تختیر میں بھی مزہ آتا ہے۔ اور چونکہ اس پھلی سطح کو بر تنا بہت آسان ہے اس لیے
اس کے شیدائی بیت ٹرمی بعداد میں پائے جاتے ہیں۔ خواجہ عبد الغفور صاحب نے اپنی اس کتاب میں ظرفت
کی ان اقسام کی نسبی اچھی طرح نشان دہی کر دی ہے۔ اور جا بجا ان کی مثالیں پیش کر کے ان کو اچھی
طرح نہایاں کیا ہے۔

لیکن مزاج کی سطح اس وقت بلند ہوتی ہے جب مزاج نگار ذاتی تنقید سے گزر کر حالات،
سماج، معاشرہ، سیاست، واقعات اور ما حول کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ اس سطح پر پہنچ کر مزاج
طنز میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اور رکاٹ سے گزیز کرتے ہوئے انسانی ما حول کا بہترین تقاضہ بن جاتا ہے
بہترین اس لیے کہ لوگ سنجیدہ تنقید سے جلد بور جو جاتے ہیں۔ لیکن جو تنقید پہنچتے ہوئے مزاج کے
پیڑے میں پیش کر دی جائے اسے فوراً قبول کر لیتے ہیں۔ ذاتی کے کر سماج تک مزاج کا دائرة آئے دن وسیع
ہوتا جا رہا ہے اور برصغیر میں اعلیٰ پائے کے اوپر اور شاعروں نے بہترین مزاحیہ اور طنزیہ
تخلیقات سے عسیں فواز ادا کیا ہے۔

مزاج کا دائرة اس تھر دسیع ہو گیا ہے کہ "قہقہہ زار" کے بعد خواجہ عبد الغفور صاحب
کی قلمی اور ادبی کاوشوں نے "شکوفہ زار" کی شکل اختیار کی جس میں فن مزاج اور ظرافت کے تمام ملائج
اور ملکاٹی خیال کا احاطہ کیا گیا ہے۔

تقاضا اور تنقید سے طل آزاری کا سبلو بھی مکمل ہے۔ پھلی سطحوں پر یہ دل آزاری بہت کھردہ ری

اور ناشائستہ بوقتی ہے جاہے اس کا نشانہ کوئی فرد ہو۔ یا ملک یا کوئی تحریک ہو۔ بورپین ایشیائی قوموں کا مذاق اُڑاتے ہیں۔ ایشیائی یورپی اقوام کی تہذیب کو نشانہ بنانے ہیں۔ سردار جی کے لطیفے ایک پوری قوم کی تضییک کرتے ہیں۔ سیکرڈوں لطیفے ایسے گدھ پے گئے ہیں جس میں سکاؤش قوم کے بہرسرد کو کنجوس ثابت کرنے میں پورا ذر صرف کر دیا گیا ہے۔ مسلمان دھوتی پوش بندہ دوں کا مذاق اُڑاتے ہیں، بندہ مسلمانوں پر آزادی کرنے میں نہیں چوکتے۔ فرانسیسی ہربات میں جس طرح انحریزوں کا مذاق اُڑاتے ہیں، اس سے بروپر حاصل کھادا قف سے۔ مگر ظرافت جتنی اعلیٰ ہوگی اتنا ہیں ہیں لیل زاری کا پہلو کم نکلے گا۔

چند مثالیں پیش کروں۔

- (۱) - ذاتی - سویرے جو کل آنکھوں میری گھلی۔ پطرس رشید احمد صدقی
- (۲) - سماجیات - ارہر کا گھبٹ۔ سوفٹ
- (۳) - سیاسیات - گلگیورس ٹراول۔ شوکت نخاذی
- (۴) - قومی - سودشی بیل۔

(۵) - معاشرہ - کاندیدہ والیٹر اور

(۶) - گوگول کا انسپکٹر۔ اس کی بہترین مثالیں ہیں۔

یہاں مزاج کے پروردے میں طنز و تنبیہ کی گئی ہے اور دل آزاری کے پہلوؤں کو جہاں تک ہو سکا دیا ریا گیا ہے یا ان پر دریافتیں کی گئیں کا غلاف چڑھا دیا گیا ہے۔ بہر حال اعلیٰ سے اعلیٰ ظرافت میں بھی فستہ دل آزاری کا پہلو تو، عورت مہلہ سے اس سے منفر مکن نہیں۔ شاپ دا س کے بغیر انہیں نہیں سکتا کیون کہ بالعموم وہ اس وقت نا ہے جب اس کا نشانہ خود اس کی ذات نہیں ہوتی دوسرے ہوتے ہیں۔ اپنے آپ پر نہ ناسب سے مشکل ہے اور مزاج کی اعلیٰ ترین صرف ہے جس کی اچھی مثالیں مجھے انحریزان پردازوں میں نظر آئیں۔ جیسے چتریں، اے اے ملنے اور رابرٹ لینڈ!

عبد الغفور صاحب نے اس کتاب میں مزاج کے مختلف النوع اقسام و اصناف سے بیر خاصل بحث کی ہے ان کی تشکیل اور تقریر کا علمی اور ادبی احاطہ کیا ہے۔ جمارے اولیا سرمائے میں یہ اپنی نوھیت کی پہلی کتاب ہے اور پارکھ کے لیے ایک گران قدر امنانے کی جیشیت رکھتی ہے۔ اردو کی کسی بھی لاگب سریری کو اس کتاب سے غالباً نہ ہونا چاہیے۔

خواجہ عبد الخضر صاحب نے طرز د مزاج کے باب میں ان اقسام و اصناف کی حد بندی کرتے ہوئے

آپ کو صرف اردو ادب تک ہی محدود نہیں رکھا ہے بلکہ یورپی اور امریکی ادب سے بھی براہ راست استفادہ کرتے ہوئے اپنے موضوع کے دامن کو وسیع کیا ہے۔ یورپی ظرافت میں گذشتہ دس سالوں میں جو تبدیلیاں ظہور پذیر ہوئی ہیں اور جو نئی موشگانیاں اس فن میں ہو، ہی ہی ان سب کو سینٹے کی کوشش کی ہے۔ اور یہ کوشش بلاشبہ کامیاب ہے اور لائق تحسین ہے۔ مزاج کی ان نئی صورتوں کے لیے اردو کے مقابل الفاظ مخصوص نایاب ہائے خود ایک مشکل کام تھا۔

Ribaldry - Bawdry

Harlequin - Pantomime

Mime - Quirk - yokel

Hick - Charad /Impromtu

Squeech -

اور اس فرم کے درجنوں اصناف کا اردو میں ترجمہ کرنا حال تھا اور پھر ان کی مثالیں دھونڈنا اور بھی مشکل ملکر خواجہ عبد الغفور صاحب نے اس تقریباً ناممکن کام کو اس خوبی سے ممکن کر دکھایا کہ بے اختیار تعریف و تحسین کے کلمات زبان پر آجائے ہیں۔

مگر یہ صرف ایک علمی ادبی سائنسی کتاب نہیں ہے۔ عبد الغفور صاحب نے اپنے موضوع کی تشریح اور تو اتر میں درجنوں ایسے لطیفے مثال کے طور پر پیش کیے ہیں جن سے صرف اس مخصوص صنف کا اندازہ ہوتا ہے بلکہ ان لطیفوں کی جذبگی اور شکختی طبیعت کو گدھ لگاتی ہے۔ جیسی ظرافت میں بھی جھمڑاں یا سی جھوٹی دکھائی دیتی ہیں اور دُور دُر تک دل کے گوشے گوشے میں شادابی کی لہریں دُر تی چلی جاتی ہیں۔

دنیلے ظرافت میں عبد الغفور صاحب نے اپنا پہلا کارنامہ قہقہہ زار کی صوت میں انجام دیا۔ قہقہہ ارکو اردو بندی سکم لکھنؤنے و سبھر شراء میں اپارڈیا اور اس تقریب میں قہقہہ زار کے بندی ایدیشن کی رسم اجرائی ممل میں آئی۔ قہقہہ زار کا مراثی ایدیشن اب پر طبع ہے۔ اور پروفیسر پنجوانی اس کاسندھی ایدیشن تیار کر رہے ہیں آں آں دیا۔ پڑیو سے عبد الغفور صاحب کے مزاجی مضامین اکثر نشر ہوتے رہتے ہیں اور پر دگر سپورٹس کلب ایسے راستے بھی مزاجی مخلوقوں کے لیے عبد الغفور صاحب سے رجوع کرتے ہیں۔ اس کامیابی کو دیکھتے ہوئے یہ کوئی بعید نہیں کہ خواجہ عبد الغفور صاحب کا یہ دوسرا کارنامہ قہقہہ زار پر بھی سبقت لے جائے اور فن ظرافت کے باب میں اسے ثہرت دوام واصل ہو۔

کرشن چندر

خزان کے ذمیں جو مُسکرا نہیں سکتے
وہ لطفِ فعل بسراں اٹھا نہیں سکتے

زندگی کی تلخیوں اور ادایوں سے مدافعت کا ایک بی جربہ ہے کہ اس مزاج کی لطافت سے کام لیا جائے۔ آنکھوں میں آنسو اور ہمتوں پر دبی دبی مُسکراہٹ۔ جناس اور باشوار انسانوں کی سچی تصویر ہے۔ سب سی محض ایک فطری تقاضہ نہیں کہ جیسے انسان وقت پر کھاپی بتا ہے جو انکھ خود ریسے فارغ ہو لیتا ہے۔ یا سوتا اور جاگتا ہے۔ دراصل اس کے پیچھے بہت ساری حیات، شور اور حواس کا گرتے ہیں بغایتی اور فطری عمل اور غیر اختیاری طور پر اعصابی نظام پر اثر انداز ہوتے ہیں اور اس کا مظاہرہ چہرے پر فی الغور ہوتا ہے۔ اس کے حرکات کا غصیلی جائزہ ضروری ہے۔ ابتدائی آغاز کا نقتوں کر کے عدہ حجری کے انسان کے متعلق غور کیا جائے تو ایک یحیم شیخہ انسان نظریوں کے ساتھ آکھڑا ہونا ہے جس کو عناء صرقدرت سے ہر قدم پر مقابلہ کرنا ہوتا تھا۔ جنگی درندے خون خوار قریب کی طرز اس کے اطراف لگھتے دکھائی دیتے ہیں اپنا پیٹ بھرنے کے لیے اس کو اپنی پوری جسمانی طاقت شمال کرنا پڑتی تھی اور بسا اوقات اپنے بھم بھسوں سے بھی برد آزمہ ہونا پڑتا تھا۔ ان حالات میں جب بھی وہ اپنے مدد مقابل کو مغلوب کرنے میں کامیاب ہوتا تھا تو وہ یک لیکا یک شادمانی، دفورِ مسترت اور فاتحانہ جذبے کے تحت خرے لگاتا تھا اور طبق سے اپنی آوازیں نکالتا تھا کہ جو اس کی کامیابی کا اعلان ہوتی تھیں۔ ان فتوحات میں جو اس کے ساتھی ہوتے وہ بھی اس طرح کی آوازیں نکالتے۔ پس کچھ دھشیانہ اور جاہلہ اقتدار کے علم کے طور پر ہوتا۔ ہزار ہزار ہزاروں کے گزر جانے پر آج بھی وہی جیلت کا فرستہ ہے۔ اور آج کا انسان بھی اس سین برتری اور کامرانی کے تحت منہ بناتا ہے تو وہ مسکراہٹ اور بلند آوازیں نکلتی ہیں تو وہ تمثیل کہلاتے ہیں۔ بالفاظِ دیگر مدتوں کے ریاض نے اور تہذیب کی بندشوں نے اس کو ایک اسلوب دیا ہے اور ایک شاگستگی عطا کی ہے جو آج کے معاشرے میں

اپنا ایک خاص مقام کھتی ہے۔

بست یاد دخشد و سخیدہ لوگوں کو شے لطیف کے فقادن کا موجب گردانا جاتا ہے۔ اور جو بالکل نہیں سکتے ان کو فنوٹی اور مجنوڑا الحواس بھی کچھا جاتا ہے۔ اشرف المخلوقات کو صرف حیوان ناطق ہی نہیں بلکہ حیوان طریف بھی بننا پڑتا ہے۔ یہی صلاحیت انسان کو زندہ کھتی ہے کہ بغیر ہنسے بہنائے انسان پنے دکھو در پر قابو نہیں پاسلنا۔ کچھ دیر کی نہیں صرف فم والند وہ کو مبدلی ہے بلکہ اس سے ایسی تازگی اور فرحت پیدا موجاتی ہے کغم ہانے دینا کو دیانت کرنے کی اسرار نہ طاقت آجائی ہے۔

ہر شبہت کا ریا ایک نہیں ہے جواب اس طرح گردنش دراں کو روایا ہم نے دیے تو، سنسی دفعہ بندہ بات کے لامبار کا ایک فطری اور خوشگوار ذرعی ہے لیکن سخا و فہم کی شدت کو فرع کرنے کا ذریعہ انسان بھی ہیں لیکن مودو کو نہیں ہے۔ صرف خدا مگر کھٹا ہے ہیں۔ نیشن صر انسان کو ولایت کی گئی ہیں۔ حیوان اس سے محروم ہیں۔ ہنسی کی ابتدا اگر اس طرح ہوئی ہے تو پھر بھی قسم ہے کہ اتفاقی منازل اس طرح طے ہوئے ہیں کہ اج اس کا زنگ بی جدا ہے۔ فاتحانہ خدہ بے سے بست کر اب تمہری اور شاشتہ تو میں اور ان کے افراد پنے آپ پر بھی ہستے ہیں۔ دوسروں کی کمزوریں پر اور ان کی اصلاح کے لیے ہستے ہیں۔ اور اس منہنے بہنانے کے سلسلے کو قائم کھنے کے لیے فخر تجویز عمل حرکات و سکونات سب ہی کا سہارا لینے لگے ہیں۔ ان ہی کے مجموعے کو فنونِ لطیفہ میں ایک مقام مل گیا ہے۔

امتدادِ زمانہ کے ساتھ انسان کی طرزِ فکر اور کچھ سوچھ بوجھ بدلتی کمی اور فسری بھی مشاغل بھی اپنا زنگ روپِ دھال چلے ہیں۔ رذم میں بھوکے شیر ببر کے سامنے زندہ آدمی کو دھکیل کر جا کم اور تماشائیِ عظوظ جو اکرتے تھے ایک حصہ رازنک پاگلوں دمجنوڑا الحواس لوگوں کو زخمیوں سے باندھ کر ان پر لوگ تھجھر پھینکتے اور ان کی غیر اختیاری حرکتوں پر بہساکرتے تھے۔ اب ایسی باتیں خلافِ تہذیب بھی جاتی ہیں۔ اب تو شاشتکی کی اہمائی علامت یہ ہے کہ کوئی تئیخیک دلیل پر اترائے تو اس کو سبس کر مال دیا جاتا ہے کہ وہ خود نادم اور شرم سار جو کرہ جاتا ہے اور دوسروں کی نظر میں اُسٹا وہی ذلیل و خوار ہو جاتا ہے۔

فی زمانہ انسان کی بیانش اور خوش طبعی کے محرکات اور آثار بہت ہی مختلف ہیں اور ان جوستیات کے مدارج بھی ہیں۔ چنانچہ کسی بات پر زریب سکانا ہی کافی ہوتا ہے۔ کبھی تو یہ آنکھوں آنکھوں میں کھیل کر رہ جاتی ہے کہیں کڑوی مسکراہٹ کھل کر دار کر جاتی ہے اور بہا اوقات باول نا خوستہ ہنسی، بیزارگی اور تکدر کوں اپر کرتی ہے تو کبھی پر زخمی دین جاتی ہے۔ فاخرانہ اور فاتحانہ مسکراہٹ دوسروں کے درجے کو گھٹا دیتی ہے۔

مسکراہست سے بات ذر آگ کے درستی ہے تو سنی کامقاوم آتا ہے۔ اس کے اور آگ کے گھل کھلا کر سنی نسلتی ہے تو ایک شرارہ چھوٹ پڑنے کے بعد کبھی اس کا فوارہ چھوٹتا ہے تو قبقدہ بن جاتا ہے کبھی کیف دکم کا عالم ہوتا ہے کہ آدمی اپنے آپ پر بے ساختہ ہنتا ہے۔ کبھی بھار سنی اس اطمینان کو ظاہر کرنی ہے کہ وہ خود کسی ستم ظرفی کا شکار نہیں کچھ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں کہ جو اپنی مصیبت پر بھی ہنس پڑتے ہیں تاکہ اس کا احساس کم جو اور ہنگامی فسرا رضیب ہو۔

فرائد نے اسی لیے پر نظر پیش کیا تھا کہ سنی کا ہمارا لے کر آدمی اپنی مصیبوں سے دور بھاگنا چاہتا ہے۔ فعلیاتی طور پر بھی سنی ہم کو مدارا نہ بھی ہمارا ضرور دینی ہے۔ یہ بھی مشاہدے میں آتا ہے کہ لعنتا کے ضمکلال کی وجہ سے نرس س لوگ بات بات پر بلا دجه ہنس پڑتے ہیں اور جب فی الواقعی سنی کی بات ہوتی ہے تو جو سادھریتے ہیں یہ اور وہ کے لیے سنی کا باعث ہوتا ہے۔

جب کسی محفل میں نوادرد زور ازور سے باتیں کرتا ہے اور بے وجہ ہنس پڑتا ہے تو یہ اس کی خود استادی کے فقدان کی دلیل ہے جس کو وہ چھپانا چاہتا ہے۔ سنما یا تھیٹر کسی مجمع میں کبھی بھار ہم کسی کوبے موقع پا اواز بلند سنتے ہوئے دیکھتے ہیں رام وہ اس بات کا انطباق کر رہا ہوتا ہے کہ وہ وقتی مزاح یا ذرا نہما اور کہانی کی ادقی زبان کی باریکی اور مذاق کو بمحروم ہے جبکہ سرے اس سے فاصلہ ہیں۔

بس اوقات لوگ کچھ ابی بات کر دیکھتے ہیں کہ جس کو وہ بزرگم خود ہنایت ہی برجستہ، بالغ، اور دردروں کی سمجھ بوجھ سے بلا رنجتے ہیں اور پھر خود ہی پا اواز بلند قبقدہ لگاتے ہیں۔

ایسا بھی ہوتا ہے کہ بوڑھے مرد کو جوان لڑکی سے خلاملا کرتے دیکھ کر لوگ بے اختیار ہنس پڑتے ہیں۔ اپنی مجبوری پر سنی کھیانی ہوتی ہے۔ شرمندگی میں جو سنی بہوں پر آتی ہے وہ زہر خند ہوتی ہے۔

اس طرح پر مسکراہست سے بڑھ کر سنی اور اس سے آگے قبقدہ اس بات کا سائیں بورڈ ہوتا ہے کہ ہنسنے والا اپنے تینیں مظہر ہے کہ اس کی سنتی اور وہی سے بلند و برتر ہے۔ ساتھ ساتھ وہ دردسر و پر اس بات کا غصب بھی جانا چاہتا ہے کہ وہ کچھ زیادہ سمجھ دار اور لا یقی ہے۔ یہ بھی امر سلمہ ہے کہ لوگ دوسروں پر ہی زیادہ ہنسا کرتے ہیں۔ اپنے آپ پر ہنسنے والا شاذ و نادر ہی ملتا ہے۔ اور یہ اس کی اعلیٰ ظرفی کی دلیل ہوتی ہے۔ تونس کے صدر حبیب بارگوبیا کا قول ہے؛ جو انسان اپنے آپ پر ہنس سکتا ہے وہی سدا خوش و ختم رہ سکتا ہے۔ اس لیے کہ ہنسنے کے موقع کی اس کے لیے کوئی کمی نہیں۔

آئیے اب اس بات کا تجزیہ کریں کہ لوگ کس بات پر کب اور کس لیے ہنتے ہیں؟ کوئی بات یا کسی

راتے کی نزاکت سے ہم کیوں کھل کھلا اٹھتے ہیں؟ یا بالفاظ دیگر ہم کیوں جنستے ہیں؟ لندن کی ایک یونیورسٹی میں ایک نوجوان ٹوپی چاپ من نے پی۔ ایک ڈی کے لیے اسی موضوع کا انتخاب کیا ہے اور یہ بھی خبر ہے کہ میلائی یونیورسٹی میں مزاج اور بذلہ سنجی کی تعلیم و تدریس کا ایک شعبہ قائم کیا جا رہا ہے۔ جہاں پر اس کے اصناف اور اقسام پر سبق پڑھائے جائیں گے اور اس مضمون پر ڈگریاں دی جائیں گی۔

اس کا نصاب اس بنیاد پر تیار کیا جائے گا کہ آج کل کی دنیا میں فرد کے تعلقات سماج اور عاشرے سے بہت اُلٹھے ہوئے نظر آتے ہیں اور دنیا کے تمام مشکل مسائل زندگی میں نت نئے انداز میں کھڑے ہوتے جا رہے ہیں اُن کے حل اور سلسلہ حاصل کے لیے بذلہ سنجی اور لطیفہ گولی اور خوش مذاقی کو ابھارنا ازاں بس ضروری و کھاتی دیتا ہے۔ اسی لیے سہی کیا ہے؟ لوگ جنستے کیوں ہیں؟ اس پر درسیر پ کی ضرورت ہے۔ تاکہ ان حرکات سے زیادہ فائدہ اٹھایا جائے۔

عشق و محبت کی طرح جنستے کا شور بھی کسی سائنسی تجزیے اور تجربے پر نہیں مجبیتا۔ کہا جاتا ہے کہ انسان کی حیات کو اُکسانے والے جملہ حرکات سے کہیں زیادہ جنستے کے شور کو ابھارنے والے حرکات ہیں لیکن اس طرف ماہریات نے بالکل توجہ نہیں کی۔ کچھ سلطنتی نظریے ضرور قائم کیے ہیں لیکن وہ بھی مسلم اور مصدقہ قرآنیں کھلاٹے جا سکتے۔

چاپ من کا کہنا ہے کہ انسانی چہرے کے اعصاب و عضلات ثابت سے خاتم ہوتے ہیں۔ ان کا کھنقا و آدمی کے مزاج میں انقباض پیدا کرتا ہے اس کا بہترین مظاہرہ غصے کے عالم میں چہرے پر ہوتا ہے۔ اس کے عرکس سہی اور قیقہی ہی انسان کے اعصابی تناؤ کو دھیلا کر دیتے ہیں اور اس کی لاشوری یا سیست کو دور کرتے ہیں۔ اس نے کالج کے طلبہ پر الکٹرود کے ذریعے بہت سارے تجربے کیے ہیں اور اعصاب کے کھنقا و کونا پے اور ان کے گراف بنانے کی کوششیں کی ہے اس کے تجربوں سے ثابت ہوتا ہے کہ پُر مزاج لفظوں اور لطیفوں کے سخنے کے بعد لوگ بہت زیادہ پُر سکون اور مطمئن پائے گئے ہیں۔ سہی کو اس نے متعددی بھی بتایا ہے کہ اگر ایک آدمی ہنستا ہے تو دوسرے بھی خواہ ہنسنے پر اُلٹ جو جاتے ہیں۔ مسکراہٹ یا قیقہیے ماہول کی مناسبت سے ہوتے ہیں۔ یعنی ہنسا ہیت ہی ہندب سوسائٹی جن تکلفات کی پابند ہوتی ہے اس میں شامل ہلکی سی مسکراہٹ پر بات ختم ہو جائے۔ برخلاف اس کے نوجوان خوش فکروں اور بے تکلفوں کی مخفی میں اسی بات پر فلک شکاف قیقہے لندہ ہو سکتے ہیں۔ اعلیٰ ہندب سے دار رہا بار سخن و صاحبِ ثروت کی زبان سے نکلی ہوئی باتوں پر اس کے ماخت پاڑ پاٹھ لوگ ہزار ایسے سہیں گے کہ جیسے انہوں نے

دہ بائیں پہلے کبھی نہیں ہوں جا ہے وہ کتنی تیکھی چیزیں ہوں۔

ہم یہ تو بکھر سکتے ہیں کہ کہن باتوں پر بالحوم ہم کو سہنسی آتی ہے لیکن یہ ممکن نہیں کہ ایسا کوئی فلسفی ہمول یا قاعدہ تراش لیں کہ جس کے مطابق یہ کہہ سکیں کہ ہم کیوں ہنتے ہیں۔ بعض ماہر فلسفیات اور عمرانیات کا خیال ہے کہ ہماری سہنسی کا محرك ایک دماغی رہ عمل ہے کہ جو کسی قابل تعریف بات کو سُن کر ہم میں پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے ہم ان لطفیوں پر زیادہ سہنتے ہیں کہ جن میں بذریعی نہ کہ سہنسی، حائزہ دماغی، تحریف، فکاہات و مطابقات کا دخل ہوتا ہے اور جن سے دماغی درستش بھی ہوتی ہے اور تلذذ بھی حاصل ہوتا ہے۔ ایک درسرانظر یہ اس مشاہدے پر قائم ہے کہ جب انسان جانوروں جیسی حرکتیں کرتا ہے یا جانور انسان جیسی تو پھر یہ سہنسی کے محرك ہوتے ہیں۔

یہ بھی مسئلہ امر ہے کہ سنجیدہ اور متین انسان کے رکھ رکھا دکوڑ راسادھکا لیکے تو دوسروں کی بنی سی کام کر جاتا ہے۔ اچانک پن اور تضاد بھی اسی طرح سہنسی پیدا کرتے ہیں۔ بچوں کے تاک جھانک یا آنکھ بھوپلی کے کھیل بہت زیادہ مسٹر دام بساط کے باعث ہوتے ہیں اور بڑوں کے لیے اسی قسم کے تجیر کن اور عجائبات سہنسی کے محرك ہوتے ہیں۔ حاقت، طنز، استہزا، رمز و کنا یا بھی ہنساتے ہیں۔

یہ امر خود قابل غور نہ کر چاہے جنہیں آدمی ہو کہ جاہل کندہ نا تراش اُس کے اندر جب تک مزاح کا جبل شعور و دیخت نہ ہو وہ کبھی بطور خود سہنس نہیں سکتا۔ یہ شعور یا تو پوری طرح موجود ہوتا ہے یا پھر اس کا۔ محرك ہوتا ہے۔ درمیانی شکل کچھ زیادہ عینک نہیں۔ پھرک، لطفیہ، شکوفہ یا بذریعی سہنسی کے مخواہ۔ خود ہوتے ہیں۔ لیکن پیش کرنے کا اندازان کو با معنی بناسکتا ہے یا ہمیں۔ سیاست داں، ملا، بُجھی، پنڈت، فلسفہ دوسروں کی سہنسی کا نشانہ تو خود رہتے ہیں لیکن خود ان کو اور وہ پر اور اپنے۔ پر مبنی نہیں آتا۔ اور شاید یہی بات ہم سب پر اسی صادق آتی ہے کہ ہماری قوم کی قوم چھپوئی چھپوئی باتوں پر چڑھنے اور بُرا ماننے کی عادی سی ہے اور یہی حیات ایک بند بوتل کی طرح دل میں رہتی ہیں اور موقع بے موقع غصہ اور غضب کے روپ میں ظاہر ہوتی ہیں۔

بہر کیف ایسا کوئی شاپد بی ملے گا کہ جو خود سہنسی کا نشانہ بننا پسند کرے لیکن دوسروں کو سہنسی کا نشانہ بنانے میں کبھی کوئی تامل نہیں کرتا۔

اس ساری بحث کے باوجود یہ سوال پھر بھی جواب طلب رہ جاتا ہے کہ ہم کیوں ہنتے ہیں؟ قیاس یہ ہے کہ جس دن اس کا صحیح صحیح جواب معلوم ہو جائے گا تو شاید انسان ہننا چھوڑ دے انگریز صرف ایسی باتوں پر ہنتے ہیں کہ جوان کی کچھ سے باہر ہوتی ہیں۔ جیسے بخوبی ارش پر پنچ کے لطفیے،

موسم، صحف نازک و غیرہ اس کے برخلاف ہند ستانی ایسی باتوں پر منستہ میں کہ جوان کی سمجھ میں آجائی ہیں مثلاً عشقیہ شاعری، پنجاہی راج، بہر سال کا بہت جس میں نے فیجوں کی بھرمار ہوتی ہے۔ ہمارے یہاں اب بھی مدارس اور کھیل کے میدان میں نظم و ضبط کا یہی مطلب ہے کہ لڑکے بالکل نہ ہیں۔ دفاتر میں بھی ہنسنا ہنسانا یکخت منع ہے۔ بزرگوں کے سامنے ہنسنا آداب کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔

ہماری رائے میں ہم کو اس لیے بننا چاہیے کہ تکڑ، پڑ مردگی، قنوٹپت، پست مزاجی انعاماً دور ہو اور بے وجہ ہنسنا بھی جائز قرار دیا جانا چاہیے۔ اگر خود بخود سنہری نہ آئے تو ایسے ذرا شمع دھونڈنا چاہیں کہ جو سنبھی کے حوصلہ ہوں اور کچھ نہیں تو اپنے پسند کے لطائف کو دہرا میں اور انھیں لکھا رہا ہیں۔ چاپ من کے تجربے شاید اس مسئلے کا حل بتا سکیں کہ انسان کیوں ہنستا ہے اور جو یہ عقدہ کھل جائے تو دنما کے امن و امان کی برقراری میں اس سے مدد لی جائے گی۔ چاپ من کا مشاہدہ ہے کہ گرین لینڈ کے اسکیمو اپنی ذاتی پر خاشش اور عناد پر بجاۓ لمحہ یا اپستول کے استعمال کے ایک محفل سجا تے ہیں اور اس میں ایک دھولک لے کر اپنے حریف کے مقابل کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس کی ہجوں تضمیحیں اور تذلیل اپنی لمحے دار باتوں سے کیے جاتے ہیں۔ اس دوران میں مجمع ہنستا اور تمقیم لگاتا ہے اور حب و نوں کے منڈکھ جاتے ہیں اور زبان خشک ہو جاتی ہے اور اُن کے پاس مزید مزاح کا ذخیرہ نہیں رہتا۔ بار بجت کا فیصلہ اس امر سے جوتا ہے کہ حاضرین کو کس نے زیادہ بنایا ہے۔

ہمارا شطر میں لاوی اور پاؤڈا بھی کچھ اسی قسم کے فن ہیں کہ جس میں اپنے زور کلام اور انداز بیان کے ایک پارٹی اپنا سکھ جاتی ہے اور دوسరے کو ہرا دیتی ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ ہم اپنے سارے قیضے اور جھگڑے کچھ اس طرح طے کر لیا کریں اور دوسروں کو ہنسانے کا موقع فراہم کریں۔ کسی مسئلے پر گرما گرم بحث ہو رہی تھی۔ فاقین اپنا توازن لگا کر اول فول پر اُترائے اور ایک صاحب نے اعلان جنگ کرتے ہوئے کہا۔ ”میں کسی بے ہبودہ اور نامحقول آدمی کی سبک اور پوچھ باتوں کو بروداشت کر کے ناموش نہیں رہ سکتا۔“

اس پر فرقی مخالف نے بالٹیان خاطر صرف اتنا کہا۔
”جی میں تو ان حالات میں خاموشی ہی اختیار کرنا بہتر سمجھتا ہوں۔“
یہ کہہ کر وہ چُپ ہو گئے اور مجمع فرقی اول کی بے بی ویکھ کر ہنسنے لگا۔

مزاح

HUMOUR

اب بھی کہنا مشکل ہے کہ مزاح کا صحیح مقام صحیح طور پر سمجھا گیا کہ نہیں۔ سماجی اور ثقافتی نظام کو انحل پھل کرنے میں مزاح کتنا کارگر ہے، یہ بھی کچھ اچھی طرح محسوس نہیں کیا گیا۔ سیاست، تعلیم اور عملی زندگی میں مزاح بہت کچھ دخیل ہے اور اس کا عمل اور رو عمل غور طلب ہے۔

جاہرا اور جنگ جو سرماؤں نے اس حقیقت کو بالکل نہیں سمجھا۔ کہ اہم سیاسی، جنگی معاملات کی تند و خشک گفتگو کو سلیمانی کے لیے بھی کی شیرینی اور چہرے کی مسکراہٹ کس قدر اہم ہے۔ جنگ عظیم میں برطانیہ نے بی بی سی ریڈ پوسے لارڈ آئا کی پُر مذاق نشریات کے ذریعے کس حد تک اپنی مخالفت کی وقتوں برتری کو گھٹا دیا۔ اور پانسہ چینے کا انظام کس خوبی سے کیا اس کی شاہد تاریخ۔ ..

منے ہنسانے سے پرہیزا اور زندگی کی لطفتوں سے سر در حالِ کرنے کی صلاحیتوں کے فقدان۔ نہ صرف افراد کی ذاتی زندگی کو تباہ کیا بلکہ قومیں برباد ہو کر رہ گئیں۔ ان کی فطرت اگر کسی معمول بات پر قبیلے لگانے پر اکاتی تو وہ ضرور فتح اور کامرانی کو ہنس کر گلے لگاتے، تلمذوں کو ہنس کر دھوڑا لئتے۔ ناکامیوں اور اپنی خامیوں کو خنده پیشانی سے بخواہا لئتے تو شاید آج کی تاریخ کچھ اور ہوتی۔ ہم نے کہیں نہیں پڑھا پاسنا کہ قیصر وہم کے ہونٹوں پر بھی بھی سنبھالی۔ اسی وجہ سے جرمن قوم کو سارے دُکھ جیلنے پڑے۔ مثلاً درسویں جیسے آمردوں کی فتحت میں کبھی ہنسی نہیں لکھی تھی۔ بزرگان اس کے چہوریہ کے صدور کو اپنی ساری قوم کے ساتھ ہنسنا اور رونا پڑتا ہے۔ فریجن ڈی روز دنٹ اور رابرٹ کنینڈی کو ساری دنیا نے بنتے ہوئے اور مزاح سے لطف اندوز ہوتے ہوئے دیکھا۔ میکن یورپ کے دلکشیوں کو اس سے محروم دیکھا گیا۔

مزاج صرف جملے کس دینے یا کسی کی عیب جوئی پر ہی مختصر نہیں بلکہ حسیات اور شور کے سمندر کی گہرائیوں میں ڈوب کر موئی نہ کاننا ہم آہنگی اور تفاصیل میں امتیاز کرنا، نامعقولیت کو رد کرنا اور اپنی منطق کو ایسے دل پیدا نہ کریں کہ سامنے قائل ہو جائیں، یہ سب مزاج کے اصناف ہیں۔

دنیا کی کسی بھی چونی کی کانفرنس میں اگر طبعاً خوش مزاج اور پُرمزاج لوگ شریک ہوں تو شائع جس قدر خوش گوارا در دل چسپ جوں گے اس کے اظہار کی چنان ضرورت نہیں۔ مزاج کا شور رکھنے والے سربراہانِ مملکت کے متعلق یہ گمان بھی نہیں ہو سکتا کہ ان کے مقابلے میں وہ جنگ کی چنگاری کو ہوادے سکتے ہیں۔ بہانا گاندھی کی خوشش مذاقی اور شیریں بیانی بہت زیادہ دل کش تھی اور وہ بات بات میں ایسی لطافت پیدا کرتے تھے کہ عدم تشدد کا سخت سخت مختلف بھی ان کا ہم نوا بن جاتا تھا۔

اس طرح آپ نے محسوس کیا جو کہ ادق ترین سٹریک پر بھی کوئی کارروں شائع ہوتا ہے تو اس کا اثر خشک و پر منز طول د طویل مقامے کے کہیں زیادہ گہرا ہوتا ہے۔ اور اس کی معنوی گہرائی میں سب ہی ذوب جاتے ہیں۔ جنگ کے شعلے جب بھڑک رہے ہوں تب کسی اعلیٰ سطح کی کانفرنس کے شروع کرنے سے پہلے ملکی اوزار کا رُوان دکھا کر اس کانفرنس میں حصہ لینے والوں کے داماغ کی آبیاری کر کے دیکھیے کہ اس طرح سرد پڑ جاتی ہے۔ برخلاف اس کے کسی آدمی کی حد سے زیادہ سمجھیدگی اس امر کی دلیل ہوتی ہے کہ وہ اپنے آپ سے اور اپنے ماحول سے قائم اور مطمئن نہیں۔ اس کے اعصابی تناؤ میں چک نہیں ہوتی۔ اس کے چہرے پر لطافت نہیں جھلکتی۔

جس طرح نو دلستیا اپنے سماجی پس منظر میں فیض مطمئن رہتا ہے اور ہر چیز سے بھڑک اٹھتا ہے، ہمی طرح سمجھیدہ نگار بھی اپنی تحریر دل میں بھجا بھجا سالگتا ہے۔ وہ کسی بھی میدان میں قدم رکھتا ہے تو پھونک پھونک کر اور ڈر ڈر کر۔ اس کے برعکس مزاج نگار ثابت قدمی سے خود عستادی سے آگے بڑھتا ہے اور اپنے پڑھنے والوں کو بھی ساتھ یہی لیے چلتا ہے۔ کسی مسئلے میں جب کوئی الجھاؤ دکھائی دیتا ہے تو یقین مانیے کہ وہ اپنے تفکر میں بھی الجھا ہوا ہے۔ اور بھراں کی تحریر و تقریر اس سے متاثر ہوتی ہیں۔ مزاج نگار خائن سے قریب ہوتا ہے اور واقعاتی دنیا میں سانس لیتا ہے۔ جبکہ خشک مصائب پر قلم اٹھانے والا اصول، نظریے، فکریے اور مسائل کے چوکھے میں بچنا ہوا صاف دکھائی دیتا ہے۔

مزاج نگار طوالت دیے بغیر بنا تھید کے اصل مخضبوع پر قائم رہتا ہے اس کے شور میں نہ لگی کی دل نواز باتیں بھی ہوتی ہیں اور وہ ادب کی صاف سخنی زمین پر چلتا ہے۔ دلدل اور کھجور سے بچتا ہے اسی لیے بیجتنا اس کی تحریر کا مطالعہ کرنے والوں کی ناک میں منغض کرنے والی بدبو نہیں ہمیں

پاٹی، بلکہ وہ لطافت کی خوبیوں دماغ میں بھیرتا چلا جاتا ہے۔ اپنی عکس آئیزی سے فارمین کی اندر والے خوبیوں کو نکھارتا ہے۔ شاشستہ مذاق بستہ طرافت اور مزاج کے لیے بڑی سمجھیہ کاوش کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ بہت زیادہ مشق کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ مزاج نگار صرف ہنساتے ہی نہیں بلکہ زبان کی شیرنی طبیعت کی شوخی، ترکیب کی حصی، سلاست، بلاغت اور گل انشائی سے فکر کو تحریک پہنچاتے ہیں اور توکوں کو زندگی سے پیار سکھاتے ہیں۔ بصیرت، تنقید، تفہیص سے انھیں اجتناب کے نا از پس ضروری ہے اُن کو سورج ملکھی کے پھولوں کی طرح ہمیشہ رُخ رُشن پر ہی نظر کھانا ضروری ہوتا ہے۔ مزاج نگار کو رہی، بیسزاری اور کدوں سے بھی گریز کرنا ہوتا ہے۔ البتہ مزاج نگار اس لحاظ سے فائدے میں رہتا ہے کہ اس کی غلطیوں کو کوئی گرفت میں نہیں لاسکتا۔ فاش غلطی اور خامی نظر میں آجی جائے تو یہ گمان غالب رہتا ہے کہ اس میں بھی تفہیں کا کوئی لطیف پہلو پوشیدہ ہے اور اپنی سمجھے باہر ہیں ہر ایک لاطینی لفظ ہے اس کے لغوی معنی ہیں طوبت۔ طوبت اور حرارت غریزی کی بہم آمنگی انسان کے مزاج کو شکستگی بخشتی ہے اور کبیدگی کو دور کرتی ہے۔ یہی صحبت مندی کی خلامت سے اگر یہ خود بخوبی پیدا نہ ہو تو پھر اس کے محکمات کو دھونڈنا اور اس کو استعمال کرنا ضروری ہوتا ہے اس کا سب سے بڑا محرک وہ مزاج ہے جو تقریر اور تحریر میں ڈھکا چھپایا بر ملا ہوتا ہے اور فوراً انسانی مزاج کو سدھاتا اور صحبت مند بناتا ہے۔ ماہرین نفسیات نے اس پر کچھ زیادہ دھیان نہیں دیا۔ بلکہ یہ صرد نسانی تفکرات کا تجزیہ ہی کرتے رہے۔

مزاج میں شکستگی پیدا کرنے کے لیے چیکیاں یعنی اور گدگدی کرنے کی کیفیات پیدا کرنا ضروری ہے تاکہ اعضا کا تناول پوری طرح سے دور ہو اور ایک بلکا سسرور پیدا ہو۔ ایک منبع اور موج پیدا ہو۔ منور بخنز لے۔ اس کے لیے لطافت و طرافت کا سہارا یعنی اضطراری ہوتا ہے۔ تپھلے دو رکے شاعروں میں طریف لکھنؤی، حاجی لقی اور میس امرد ہوئی مزاجیہ اور طنزیہ میلانات کی نمائندگی کرتے ہیں۔ احمد پھپھوندوی، طریف دہلوی اور شوق بہراچی، بوم میرٹھی، بازل لکھنؤی ایسے شاعر خود اپنے اپنے خلص سے نایاں ہو جاتے ہیں۔

ان شعر کے سوا جو اپنی طرافت کے لیے مشہور ہیں وہ شعر جو بے حد سمجھدگی اور ممتازت کو شعار پنائے ہوئے ہیں۔ وہ بھی کہیں نہ کہیں خوش فعلیاں کرنے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کبھی ترکیب کی تذلیل اور تضمیک کی جاتی ہے کبھی ناصح مشق، زاہد، مولوی، ملا، شیخ و برہمن کی گلت بناتے ہیں۔ کبھی حضرت خضر پرچوں میں چلی جاتی ہیں۔ اور یہ سب ہجھو۔ رنجتی یا بزرل کے میدان میں نہیں بلکہ غزل کی سمجھدہ اور متنین زمین میں۔

شوخی، زندہ دلی جیل۔ تفہن کی رگ پھرک اٹھتی توجہ بات نگاری کے ساتھ ساتھ اس طرح کا کلام پیش ہوتا تھا کہ جس میں ظراحت کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی۔ سد

ذہم کجھے مذاپ آئے کبیس سے پسینہ پونچھیے اپنی جسیں سے
کہا تم نے کہ کیوں موغير کے ملنے میں سوانی
بجا کہتے ہوئے کہتے ہوڑ پھر کہو کہ ہاں کیوں ہو
چاہتے ہیں خوب روں کو اشد آپ کی صوت تو دیکھا چاہیے

خالص مزاج

Subtle Humour

اس کی کیفیت آمد کی ہے آور دیکی نہیں۔ یہ گھیٹا ہوا، بنایا ہوا یا لگھڑا ہوا مذاق نہیں ہوتا۔ بلکہ فی البدیرہ اور برجستہ ہوتا ہے۔ اس کا حشرت پر خوش طبعی ہوتا ہے۔ اور خوش کلامی اور خوش لغتاری پھرتوں نے والے چشمے کی طرح دواں دواں اصرحت صورتِ واقعہ یا انسانی کمزوریاں اور نادانیاں سنبھالی کا محرك نہیں ہوتی ہیں بلکہ ہمدردی یا دل خوش کن بائیں، بیان میں گھلاؤٹ یا زبان میں لچک اس کے منبع ہیں۔ سمجھ بوجھ نہ سہم دذکا اور حساس دل، صحیح احتساب اور سلامت اس کے اجزاء ترقیبی ہیں۔ تنقید، تنقیص، نظریت اور دل دکھانے والی باتوں سے اجتناب ضروری ہے۔

خالص مزاج میں رس ہوتا ہے جو من کی بجاونا کو بڑھاتا ہے۔ یہ اُسی وقت اُبھرتا ہے کہ جب ملک میں خوش حالی ہو اور آسودگی کا دور دورہ ہو۔ برخلاف اس کے قوموں کی زیوں حالی اور اُخْرستگی ہجو اور استہزا کے موڑک ہوتے ہیں۔

خالص مزاج کی نگارشات میں نامہواریوں اور بے اعتمادیوں کو اپنا کرایک ایسے روپ میں پیش کیا جاتا ہے کہ ان کی قدریں از خود گھٹ جائیں اور معاشرہ ان کو دور پھینک دے۔ طنز و مزاج میں بنیادی فرق بھی ہے کہ طنز تو نے ہونے تا نے بانے کو بچھر دیتا ہے اور مزاج اس کو جوڑنے کی سعی و تندیز کرتا ہے۔

ڈزیر انظسم ہیر لڈ لسن نے ٹوری جماعت کے متعلق بڑی ششستہ بات کہی تھی: "اگر وہ ہمارے متعلق جھوٹ اور غلط بسا فی سے کام لینا چھوڑ دیں تو ہم بھی ان کے متعلق صحیح صحیح باشیں کہنا بند کر دیں گے"۔ گلیڈ شون کے متعلق ڈزیر پلی نے کہا تھا: "اگر یہ دریا میں نیز میں گر پڑیں تو یہ ان کی بد بخشی ہو گی اور اگر ان کو کوئی دریا میں نیز سے صحیح دسلامت نکال لے تو یہ ساری قوم کی بد بخشی ہو گی"۔

ایک مرتبہ کسی نے گاندھی جی سے سوال کیا تھا کہ وہ کون سی چیز تھی جو ان کو سیاسی سجن میں خوش ذخیرہ رکھنی تھی؟ انہوں نے بلا حرج جواب دیا۔ "مزاج کا شکر۔"

ڈاکٹر لوہیا سے اُن کی زندگی میں کسی نے پوچھا۔ آپ کی موت کے بعد کس قسم کی یادگار فائل کی جائے؟ انہوں نے کہا کہ دلی میں جس طرح پر لینڈروں کی یادگاریں قائم کی جا رہی ہیں، اس سے تو میں بحثتا ہوں کہ آبادی بھی ایک قبرستان ہی رکھائی دے گی۔

مزاحیہ صورت واقعہ، حسین آفاق humorous situation تحریر و تقریر پر جو شنی انفاذ کی سلاست اور جاگرت سے پیدا ہونے والے مزاج کے سوابے ترجمی کی اجانک پیدائش، مشرقی مغربی تہذیبوں کے تحریروں، خیالوں اور مزاجوں کی دست و گردیاں، لفظاً، اور منضحكہ خیز صورت حال سے بھی ہنسنے ہنسانے کی فضائیتی ہے۔

بے معنی مزاج nonsense humour بے موقع، غیر متعلق، غلط سلط مذاق کر کے خود ہی ہنسی کا نشانہ اور مرکز بن جانا بے معنی مزاج ہے۔ یہ ایک طرح کا اپنے آپ سے فرار ہے۔ جاگت کا موقع اور بے مصلحت پن کی تصویر۔ اس قسم کا مذاق بالعموم کسی غیر معمول سوال اور اس کے اتنے ہی بے معنی جواب سے پیدا ہوتا ہے۔ کہنے والا سمجھتا ہے کہ اس نے مذاق چھانڈاً مذاق کیا ہے۔ اور اس کی کم عقلی پر ہنستا ہے۔ اس قسم کا مزاج اکثر وہ بیشتر سوال و جواب کی شکل میں ہوتا ہے۔ اس کو سُن کر طبیعت میں انقباض پیدا ہوتا ہے۔ کردار اسیلاً ذائقہ منہ میں رہ جاتا ہے۔ کچھ نمونے درج ہیں۔

باپ : "تھے تم باقاعدہ پڑھا کر۔"

بیٹا : "باقاعدہ تو میں پڑھ چکا ہوں لیں سے باپ حاکر ہوں گا۔"

استار : "تاو سو تیلی کس کو کہتے ہیں؟"

لڑکا : "سو عدد تیلیوں کو کہتے ہیں۔"

سوال : "تمہاری لگرمی کیا وقت بتاتی ہے؟"

جواب : "بتاتی کہاں ہے خود ہی دیکھ لینا پڑتا ہے۔"

سوال : "تمہاری کھوئی جوئی گائے کی کیا پہچان ہے؟"

جواب : "جی وہ دم ہلاتی ہے۔"

سوال : "تم دو دور و میان کیوں کھاتے ہو؟"

جواب : "ڈائرنے نجہ کو ذبل روئی کھانے کو کہا ہے۔"

”حیرت بے نثارے سینے میں گولی لگی اور نثارے دل کو ڈھکا بھی نہیں لگا۔“
”جی اس وقت یہاں لوگ گھر کر قدموں میں آگیا تھا۔“

خود برداشتہ مزاج directed by Majeed

شوش بیانی، طنز و استیزاء، رمز، ایجاد، بزل، سختی، نخل، بھٹکا، مفحکات، سخن پیشی،
تفشن، بجو، ضلع جنگ، اس طرح کے کئی اصناف و اقسام ہیں جن میں بالعموم کسی اور کونشاں ملامت بنائے
بہم خوش بولیتے ہیں اور دوسروں کو بناتے ہیں۔ کسی کو گھسے پانی میں شراور ہوتے ہوئے یا
پکلے کے چھلکے پر سے پھسلتے ہوئے دیکھ کر بے ساختہ ہنس پڑتے ہیں۔ کسی کے ہٹلانے پر کسی کی نادانستہ
ظہلی پر نقاچ پر میں لینا ہمارا درز قردا کا مہمول ہے اور ہم کسی بھی مذاق سے بخوبشی لطف انہوں نے ہوتے ہیں
جب کہ اس کا مہمول یا نشاں کوئی اور ہو برخلاف اس کے جب کسی کے مذاق سے ہماری اناکوڈھکتاں لگاتے ہے
یا ہماری کسی کمزوری پر کوئی ہنسنا ہے تو ہم کو بے حد ناگوار گزرنے اے۔ یا اس لیے بھی ہوتا ہے کہ ہم سب اپنی
کمزوریوں اور خامیوں سے بخوبی واقف رہتے ہیں گوان کا اقرار نہیں کرتے اسی لیے دوسروں کے انھی عیبوں
برہنس کر خود کے حساس لکڑی کو مٹانا چاہتے ہیں۔ یہ ایک طرح کا فرار ہے۔ بقول بہادر شاہ قفرسہ
”نکھنی حال کی جب میں اپنے جنم ہے دیکھتے اڑوں کے عجیب دہنر
پڑی اپنی بڑا ٹیوں پر جو نظر تو نکاہ میں کوئی بُرنا نہ رہا۔“

ہم بہت زیادہ خوش اس وقت ہوتے ہیں کہ جب کوئی اور اپنے آپ کونشاں ملامت یا نشاں
ہفت بنا کر خود بنتا ہے اور ہم کو بھی مہنے پر اکساتا ہے۔ ایسے ہیں ہماپنے کو کسی اور کی زد سے محفوظ
پاکر طالیت اور خوشی محسوس کرتے ہیں۔ اس قسم کی طرفت جو خود برداشتہ ہو سب سے زیادہ بلند پایا،
عصاف اور سخیری جعلی ہے اور دماغی صحت کا ہمیں ثبوت ہوتا ہے اور سیپی و ماغی صحت ایک قسم کا سخت
اور گاہنی ہے صحت جہانی کے لیے۔ جو استاد اپنی کلاس میں اپنے آپ پرہنس سکتے ہیں ان کے روایط
اپنے شاگردوں سے بڑے خوش گوارا ذرعت افزائی ہوتے ہیں۔ ہمیں یاد ہے کہ ہم لوگوں نے کافی میں ایک
فت بال ٹیم طلبہ کی بنائی اور دوسرا اپنے اسائدہ کی۔ پرہنسیوں کی اس ٹیم کے لیے ہم نے انگریزی
کے ناموں پر زفیر دیرا بحدر ڈو کا نام بطور کپتان لکھا۔ جسماں اعتبرے ہنایت ہی مخفی، لاغر اور دُبلے
پہنچتے تھے۔ جب نوٹس ان کے پاس پہنچا تو انہوں نے اپنے نام کے آگے صرف یہ لکھا۔ کیا آپ لوگ ایسے
پرہنسیوں کو بھی مستثنی نہیں کریں گے کہ جو فٹ بالے بھی محضہ ہیں۔ کتناز برداشت طرز ہے یہ اپنے

آپ پرنس قدر ہنسنے میں ہم اس مذاق پر جس آدمی میں مزاج کی صورت ہو دی اس قسم کا دار کر سکتا ہے
خود پر۔

حضرت خاتم نبی نے اس طرح کی چونیں اپنے آپ پر خوب کی میں سے
چاہتے ہیں خبر دیوں کو اشند۔ آپ کی صورت تو دیکھا چاہیے
اگر ادا آبادی نے بھی اس طرح کی خیزی کی ہے کہ خود کو بہان کر دیا ہے
بھیتائیں بھی ہی ہے اچھا۔ بہم بھی کالا
عافیتی کا ہو ڈیا اس نے بھائی سارے کام
ہم تو لے لیں ہیں ہے اغفاری لے ہو گئے

مارک توین نے مزاج کی اس صفت کو روشنی دیتے والی بحثی سے تغیر کیا ہے اور دوسروں کو
ایذا پہنچانے والے مذاق کو آسمانی بحثی کر جو جلا کر بھیم کر دیتی ہے۔ باب ہوپ اس قسم کی ظرافت کے لیے
مشہور میں کہ جس کو ۶۷۱ھ کہا جاتا ہے۔ جو مذاق فی البدیہہ اپنے آپ پر چھپا کر دیا جاتا ہے انہر
اس میں لطیف قسم کی دیوانی شریک ہوتی ہے اس لیے اس کو ۶۷۱ھ بھی کہا جاتا ہے۔
باب ہوپ سوچ سوچ کر اپنے مستقل ایسی بائیں کہہ دیتے ہیں کہ جو ان کی کمرتی، بُرودی یا ناکمی کی دلیل
قرار دی جا سکتی ہیں۔ مُکَدَّہ بازی کے عقلن سے انہوں نے مُکَدَّہ دشمن پر بتایا کہ وہ بھی اس میں دخل کئے
تھے۔ لیکن وہ سہی دوسرے کے سہارے ہی الھاڑے کے انہ، جاتے اور ہر آنے والے۔

اس قسم کی باتوں سے دوسرے بے حد حظ اٹھاتے ہیں اور خوب ہنسنے ہیں لیکن ان باتوں کے
کہنے کے لیے نہ صرف دل دہ چاہیے بلکہ قوتِ ارادی بھی۔ ہم اپنے آپ پر ہنسنے ہیں تو ساری دنیا ہمارے
ساتھ مُستی ہے اور جب دوسروں پر ہنسنے ہیں تو وہ ہمارا ساتھ دیتے کی جرأت نہیں رکھتے۔ جو اپنی
بڑائی ہاٹھاتا ہے، اپنی فتوحات کی راستان ساتا ہے جو اپنے کارہائے نایاں مُناکر مرغوب کرنا جاتا
ہے، تعلیٰ کرتا ہے، ڈینگیں مارتا ہے اس کو کوئی بھی برداشت نہیں کرتا۔ بلکہ اس کو بور کا خطاب دیا جاتا
ہے۔ مگر باب ہوپ کی طرح اپنی کمزوریوں کو اچھا کرنا شادیکیجیے۔ لوگ آپ سے پیار کرنے لگتے ہیں مشفقا
مرتبانہ اور احسس بھر لپرچار۔ اس میں ان کی انکو ایک بڑا درجہ ملتا ہے۔

ہمیں ایک موقع پر صدارت کا اعزاز بخشائیا اور ہمتوں نے تعریف و توصیف کے پل باندھ دیے
خطبہ صدارت کا وقت آیا تو ہم نے وہ قصہ دُہرا پا کہ سمندر میں ڈوبنے ہوئے ایک لڑکے کو دیکھ کر کنارے
پر شور مچا۔ بچاؤ، بچاؤ، لڑکاؤ ڈوب رہا ہے۔ کوئی اس کو بچاؤ، لیکن کسی نے بھی پانی میں کوئنے کی ہمت

نکل۔ اتنے میں ایک صاحب دکھائی پڑے جو سندھ میں رڑکے کو بچانے کی کوشش کر رہے تھے بڑی مشکلوں سے انھوں نے اس کو کنایت پر کھینچا۔ لوگوں نے بڑی داد دی۔ ان کی بہت کی داد دی۔ پچھے سمجھئے تو بولے وہ توبہ نمیک بہے کہ میرے ہاتھوں رڑکے کی جان پر کچھی ہے۔ پر کوئی یہ تو بتاؤ کہ سندھ میں مجھے دھیکلا کس نے؟

جو لیٹ پوا مریک کی گل اسکا ذریعہ دگل گائیڈ تحریک کی بنی مبانی کو ثقل ساعت کی کمزوری تھی مگر وہ اپنے اس عجیب سے خود برداشتہ طرفت پیدا کرتی تھیں۔ ایک بار خود انھوں نے اپنے علقے سے اس قصتے کو دہرا باکہ کسی بلے کی وہ صدارت کر رہی تھیں اور انھوں نے محوس کیا کہ مفتر کو خاطر خواہ داون ہیں بل رہی تھی، اور لوگ داد دا کر رہے تھے نہ تالیاں بجا رہے تھے۔ اپنی کمزوری کی وجہ سے یہ ٹوں بھی نہ سکتی تھیں کہ مفتر کیا کہہ رہا ہے اس کے باوجود انھوں نے تفریر کے دران خوب داد دا کی۔ خود بیان کرتی ہیں کہ بعد میں انھیں پتا چلا کہ مفتر ران کی تراہی کر رہا تھا۔

لامیڈ جارج کہتے ہیں کہ انھیں کسی نے بتا یا کہ دریا میں ڈوبتے ہوئے آدمی کی جان بچانے کے لیے ایک صاحب کو دپڑے اور حب ڈوبنے والے کے قریب پہنچنے تو پہلے اس کو بانی سے اور پچھنچنے کرائیں کی صورت بغور دیکھی اور الٹمنان خاطر کے بعد اس کو گھیٹ کر باہر نکالا۔ بعد میں لوگوں نے اس شخص سے پوچھا کہ ڈوب رہے والے کی جان بچانے سے پہلے اس کی صورت دیکھنا کیا ضروری تھا؟

لامیڈ جارج بڑے مزے سے اس قصتے کا منہتھی سناتے ہیں کہ اس شخص نے بتا یا کہ داد دا اس امر کا جلد از جلد اطمینان کرنا چاہتا تھا کہ جس کی جان بچا رہا ہے وہ لامیڈ جارج تو نہیں۔

اس قسم کی اعلیٰ اور پاک طرفت ہمارا تاگانہ مذہبی کی زندگی میں بہت ملتی ہے۔ ان کی خوش مذاقی مسلمہ ہے اور ان کی صحبت مذہبی طویل عمری کا راز بھی یہی کہ وہ ہر سال میں ہشاش بشاش رہتے اور ان کی بربادی میں خوش مزاجی کی چاہتی ضرورتی رہتی۔ اپنے آپ پر فقرے کرنے سے بھی وہ باز نہ آتے ان کے چار لڑکے تھے۔ سب سے بڑے صاحبزادے گاندھی جی کے مزاج اور ان کی عظمت کے اونچے معبار پورے نہیں اترتے تھے۔ کسی نے پوچھا۔ آپ کی اتنی عظیم الشان مستی ہے کہ آپ کے قریب آئے والے اُبھی بھی آپ کے کردار کے زیر اثر آ جاتے ہیں اور اپنی کمزوریوں کو دھوڈلتے ہیں۔ مگر یہ آپ کے صاحب زادے ایسے کیوں نکلے؟ گاندھی جی نے زیر لب تہم کے ساتھ کہا۔ میں جب جیسا تھا اس زمانے کی اولاد بھی ظاہر ہے کہ وہی ہی ہو گی۔

کبھی کبھار خاکساری اور انکساری کے پچے جذبات بھی اپنے آپ پر بھر لو پردار کر کے اور دل کو

فضیلت دیتے ہیں اور دوسروں کو متبسم ہونے کا موقع عطا کرتے ہیں۔ رابرٹ منشیمی بنگ غظیم میں بائی کمانڈ سمجھتے جوای۔ براؤن مشو فلم اسٹار ان کے سیکڑیں آئے تو انھوں نے خواہش کی کہ ان کے ساتھ تصویر پھیپھی جائے۔ جوای براؤن نے بڑی خوشی کا انہما کیا کہ اتنے بڑے کمانڈ رین بیٹ کے ساتھوان کی تصویر تھی جائے گی۔ مگر منشیمی نے کہا آج مجھے بڑی مسترد ہو رہی ہے۔ میں اپنے بچوں کی ایک دیرینہ خواہش پوری کر رہا ہوں کہ ایک مشہور عام سہنسی کے ساتھ اپنی تصویر پھیپھی پھیپھی ڈھونج سکوں گا۔ اور وہ کی نظر میں اپنے آپ کو بعد از قیاس طریقہ سے لاعلم اور کمزور کر کے بھی مزاج کی رُگ کو پھر کیا جا سکتا ہے۔

مارک نوین نے بوسی پوچھا، کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ میں کیوں ہندہ ساگری طریقہ ہوں؟ بہت سے لوگوں نے مختلف وجہ بتائے اور قیاس آریانا پیش کیں۔ مگر ایک بھی تسلی بخش جواب نہ طا۔ بالآخر مارک نوین ہی سے وضاحت کرنے کو مہاگیا۔ انھوں نے جواب دیا۔ "میں خود نہیں جانتا، جبھی تو آپ سے پوچھتا تھا۔"

میں کے ایک بہت پرانے اور نامور کھلاڑی نوجوان لاکوں کو میں کھیلنے دیکھ رہے تھے اور جب انھوں نے محسوس کیا کہ وہ گیند کی سردوں میں بہت بی کمزور ہیں تو پوشش و خردش سیدان میں کو دپڑے اور کہا کہ ہم سردوں کر کے تاتے ہیں۔ گیند اور بلا با تھے میں لے کر میں کو رٹ پر بہت با تھوڑا میں لیکن ہر بار ان کی گیند غلط رتی رہی۔ بب رہت ہی تھک گئے اور ایک بار بھی سیدھی گیند نہ لگا سکے تو میں کر کیا تو دیکھا تم لوگوں نے کہ اس سلط اسردوس کس طرح کی جاتی ہے۔ اب تم احتیاط سے سیدھی سردوں کرنا یا کبھی کبھی لوگ و نبات اور حالات سے فائدہ اٹھانے کی فاطری براپنے آپ کو موردن عن وطن بنائے میں لیکن ان کے پیچے زبردست مزاج پھیپھا ہوتا ہے جو ستم طریقی کا مظہر ہوتا ہے۔

آپ بتانے بتایا مجھے اپنی پارٹی کے لیکش کے وقت جب دوست لینا ہوتا ہے تو میں نہیں میں خوب ٹھومتا پھرتا ہوں اور ہر بھی ڈر انیور کو کلیے کے خلا وہ خوب بخشنی دیتا ہوں۔ اور تالید کرتا ہوں کہ میری پارٹی کو ضرور دوست دینا۔

ان کے مقابلے نے کہا جی ماں میں بھی ایسے ہی نہیں ہیں ٹھومتا ہوں اور کراپ کے علاوہ کچھ بھی نہیں دیتا۔ اور تالید کرنا ہوں کہ وہ آپ کی پارٹی کو دوست دے۔

اب یہ امر واقعہ ہے کہ اپنے تعلق سے کچھ اپنی باتیں کرنا بھی کامگر ہوتا ہے جس میں اپنی مذمت ہو اور دوسروں کی سر ہنا۔ ایک بار اپنی تفریخت ستم کرنے سے پہلے ہم نے اس قسم کے خود بروادشہ ظفر

کے دار کئے۔

”میری تقریر سے پہلے آپ نے تالیاں بجا میں وہ آپ کی نیک نیتی کی دلیل تھیں۔ دورانِ تقریر میں جو تالیاں بجا ہیں وہ اس کا انہصار تھا کہ آپ کو مجھ سے اچھی تقریر کی امید والستہ ہے اور آپ جو انتظام پر آپ واد دا کر رہے ہیں وہ مخف ف شکر گزاری کا خذرا ہے کہ آپ کے بور ہونے سے پہلے تقریر ختم گرد ہا ہوں۔“
کسی نے ایسا بارہم سے پوچھا ہوا آپ اکثر تقریریں کرتے ہیں تو کیا آپ عہدشہ مختلف موصلوں کا پربولتے ہیں؟ ہم نے کہا جی نہیں۔ میں تو دبی ایک گھسی پٹی تقریر پر ہر جگہ جھاؤ دیتا ہوں۔“ سوال کرنے والے نے حیرت سے دریافت کیا۔ ”اگر دبی حاضرین پھرے نجع ہوں تو آپ کیا کریں گے؟“

ہم نے بتایا یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ جو ایک بارہم ہن لیتا ہے وہ پھر کیوں آنے لگا۔
برناڈشتا سے ایک بہت ہی حسین رقصہ نے کہا۔ میں آپ سے بٹا دی کرنا چاہتی ہوں کہ
اس سخن سے جو اولاد ہوگی وہ صرف میری طرح خوبصورت ہو گی بلکہ آپ کی طرح ذہین و رصائب نہیں
ذکا ہوگی۔“

برناڈشتا نے اپنی بد شکل پر خود ہی دار کرتے ہوئے کہا اور شکل و صورت میری طرح اور ہم و
فراست میں آپ کی طرح ہوئی تو؟“

ہمارے نیتاں زرخن بابو خود بیان کرتے ہیں کہ انھیں ریڈ یو اسٹیشن اپنی تقریریں شرکرنے جانا تھا۔
ایک سیکی کو روکا تو ڈرائیور نے کہا۔ میں گھر جا رہا ہوں۔ زرخن بابو کی ریڈ یو پر تقریر سننا ہے۔ زرخن بابو
کو فرم محسوس ہوا کہ سیکی ڈرائیور تک ان کی تقریر سننے کا اس قدر مشتاق ہے پھر بھی انھیں جلدی تھی کہ آپ کے
خلاف پانچ روپیے بخشش کا وعدہ کیا۔ سیکی ڈرائیور نہ صرف فی الغور راضی ہو گیا بلکہ کہنے لگا چلیے صاحب
چلیے زرخن بابو کو کوئی نہ اپنے۔ ان کو سُن رکیا لینا دینا ہے مجھے۔“

ذکل میں کشتیاں بور جی تھیں ایک پہلوان اپنے حریف سے بہت گھرائے تھے۔ ان کے
دوستوں نے کہا گھبراو نہیں بارہی دل میں دھراتے رہو کہ میں یہ کشتنی ضرور جیت جاؤں گا۔ اور
بس تم ضرور جیت جاؤ گے۔

پہلوان نے غسل اکر کہا۔ جی یہ بات کچھ کا گز نہیں لگتی۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ میں کتنا بڑا
بھوٹا ہوں۔“

یہ تو ہو میں روز مرد کی زندگی میں وقوع پذیر ہونے والی حکایتیں۔ میکن ہمارے استاد شترانے
باکمال نے صرف مذاہیہ انداز میں بلکہ سجیدہ کلام میں بھی اپنے آپ پر طرح طرح سے طنز و مزاح کے

گھرے دار کیے ہیں۔

کعبہ کس منھے جاؤ گے غالب شرم تم کو مگر نہیں آتی
 اکثر شرعاً نے زندگی کی تغییروں، غم، زمانہ، غم، روز کا راوی غشم یا رکے باوجود فطری خوش مزاجی
 کا سہارا لے کر یا سیست سے فرار کی خاطر خود کو ظفر و استیزرا کا شکار بنایا ہے۔ زمانے کو بُرا بھلا کھا ہے
 قدرت سے مُحرّک ہے لیکن کسی اور کو مور دا الزام نہیں ٹھہرایا۔
 غم جو کھاتا جوں تو مجھ کو کھائے جانا ہے یخم
 کھاؤں گا پھر کیا میں دیا بھر کا غم کھانے کے بعد

ظرافت

PLEASANTRY

در اصل ظرافت بھی ایک معنی ہے ایک ہی داقو کبھی لطف و لطافت کا دریا پہاڑتا ہے اور لوگ ہنسنے ہنسنے دوٹ جاتے میں اور کبھی بھی داقو بلکی سی لہر بھی نہیں پیدا کرتا۔ اپنے تجربے سے میں یہ تو کہہ سکتا ہوں کہ کون سا لطیفہ سامعین کو مہسا سکتا ہے لیکن کیوں کا جواب شاید ہی کوئی دے سکے گا۔ البتہ اس کی وضاحت کچھ اس طرح پیش کی جاسکتی ہے کہ حسب ذیل چند درجہ دجوں باتوں اور فرمکات پر لوگ بنیں ہٹتے ہیں۔

کسی مفترزا اور اعلیٰ مرتب انسان کے اقتحام و اغواز یا اس کی شخصیت کو دھکائیکو تو دوسروں کے لیے سامان ظرافت ضرور پیدا ہو جاتا ہے لیکن خود اس کے لیے ایک دروسِ سر بلکہ فحصان ماری شناخت ہمایہ۔ کسی کے صاف تھہرے کپڑوں پر کھڑا چھانا۔ کسی آرٹسٹ یا مقرر پر پڑھے ٹھاڑھا اندھے۔ چپل دغیرہ پھینک کر اس کی لفظیک و نہ لیل کرنا یا کسی کے چھپے ہوئے عیوب کو ظاہر کر کے اس کو گرا نا۔ کیلئے کے چھلکے پر سے گرتے ہوئے بالائے میں گرتے ہوئے دیکھ لینا یہ سب سنبھی کے موافق ہم پہنچائے ہیں۔ اس کے علاوہ الفاظ سے جملے اور فقرے کس کر بھی دل رکھا یا جا سکتا اور غیر متعلق لوگوں کے نئے خند دزن ہونے کا موقع پیدا ہونا ہے۔ ان سب باتوں میں وہی جزو غالب ہے کہ کسی اور کو تکلیف پہنچے اور دیکھنے سننے والے بھیں۔

ان سب واقعات سے ہست کر وہ سورت حال ہے کہ جس میں کسی اور کی سُبکی کا حوال بطور واقعہ بالطیف سنا یا جائے۔ یہ باقی ایسی بھی جو سکتی ہیں کہ اس میں کسی کی ڈرگت بھی ہو جسمانی

یادِ اغیٰ تکلیف پہنچائی گئی ہو یا کسی سے خردمندی اور ہوش مندی کے بیگنا نہ حکتیں سر زد بھوئی ہوں یا پھر حاقدت کی باتیں کہی گئی ہوں۔

لیکن ایک صورت حال یہ ہے کہ رادی خود اپنے آب کو ظز و مزاج کا بدف بنانے کوئی واقعہ نہ ہائے پا پھر سب میں مخصوص غیر مضرت رسائی وہ عمل ہے کہ جب کسی سے کچھ پہلیاں یا سختے بوجھنے کو کہا جائے اور جب اس کا جواب غیر متوقع اور بہت ہی آسان ثابت ہو تو سب کو یہ سان ہنسنے کا موقع ملے۔ اس میں کسی کا دل دکھنا ہے نہ کسی اور قسم کی تکلیف پہنچتی ہے۔ تھوڑی سی دماغی کسرت ہوتی ہے لطیف انجمن اور سب۔

”نیرنگِ خیال“ میں محمد حسین آزاد نے خوش طبعی کی تعریف کرتے ہوئے ظرافت کو ایک شخص قرار دے کر تشبیہ اور استعارہ میں اُس کا نسب نامہ لکھا ہے اور حسین ادب کے بیٹے چون بیان کی شادی خند جسیں سے کر کے اُن کی اولاد کو میاں خوش طبع کہا ہے۔ اور اُس کی طبیعت بوقلمون اور گوناگون بتائی ہے کہ کبھی نہایت سمجھیدہ اور معقول اور کبھی رنگین اور بالکل پرے۔ بہر حال محفل کو بہنا تا ہے۔ اس کے برخلاف انھوں نے ایک جعل ساز کاردار بیش کیا ہے کہ جو جھوٹ کی اولاد میں سے ہے اور اس کا زُمل اور سڑی مستان سے رشتہ ہے اور پھر ہر عورت، حاقدت اور اس کے ساتھ مسخرن اور بہر و پیہے اور بھانڈا۔ اس طرح ایک پورا خاندان کھڑا کر دیا۔

اُردو ب میں سب سے پہلے فصیدوں اور مشنوں میں ظز و مزاج کی چاشنی ملتی ہے چنانچہ سیف الدَّا ب اور بدیع الجمال میں بد صورت عورت کے طیبے پر گولکنڈہ کے شاعر غواصی نے اور ”علی نامہ“ سیجا پور کے ملک الشرا نصرتی نے ارنگ زب کی نوجوان کا مفعکہ اڑایا اور محمد قلی قطب شاہ۔ پنے کلیات میں ایک بڑھیا کامڈا ق اڑایا۔

دل میں سودا، انشاؤ، مصخنی اور رنگین نے مزاجیہ نظیمیں لکھیں، بعد کے دور میں نظر نگاری برنگ مزاج مقبول ہوتی گئی اور بہت سوں کی تحریریں خیالات کی ॥ مکاری کی مرقع میں۔ انھوں نے پختہ اسلوب اور نکھرے ہوئے انداز میں گل افسانی کی۔ بیان کی سلاست زبان کی حلاوت، تحریر ہرگزیری اور مینا کاری سے کام لیا۔ زبان میں ایسا بیلا پن پیدا کیا کہ اس کی چاشنی آج تک قائم ہے اور بیان کی سلاست زندہ ہے۔

بقول علامہ برج موہن دناتری کئی ظرافت میں خوش طبعی کے ساتھ ذہنی چاشنی اور جودت طبع بھی ضروری ہیں۔ اس کا نثار نہ حاضرین میں سے کوئی سمجھی نہ ہو تو اس کو شُن کر بھی دماغوں میں تازگی

آباتی ہے اور لوگ بے امتیار بلا جھجک ہنس پڑتے ہیں۔
اگر الٰ آبادی نے کیا خوب کہا ہے بد
سرد موسم تھا ہوائیں چل رہی تھیں برف بار
شاید ہمی نے اور ٹھاپے طرافت کا الحاف

طنز satire

باہموم طرافت اور طنز ایک ساتھ استعمال ہوتے ہیں اور ان دونوں میں امتیاز مشکل ہے۔ حالانکہ دونوں ہی بالکل مختلف ہیں۔ طرافت کھلا مزاج ہے، جس میں کسی پر چوٹ نہیں۔ طنز تپڑ جھجھتے ہوئے اور چھپے مخفی رکھتا ہے، لیکن کثیف اور تغییل نہیں ہوتا اور اس میں ہجوںی طرح زبردھا نہیں ہونا۔ پرتفید سے کچھ زیادہ گہرا ہوتا ہے اس لیے اس میں قدہے بے اعتدالی ہوتی ہے۔ اسلوبِ بیان ناقدانہ لیکن اندر ورنی طور پر ملکا سالعن طعن اور گفتگو فقرے بازی کی چیزوں سے بھروسہ، ایک حد تک سرزنش اور نزا دینے کا پہلو بھی شریک رہتا ہے لیکن وہ بھی ذکر کا چھپا۔ معاشرے میں رحبت پسندی اور زوال پذیری کے آثار نمایاں ہوتے ہیں تو اس کے خلاف کامیاب ترین حری طنز ہی ہو سکتا ہے جو سہاستما بھی ہے اور حساس دلوں کو ڈر لاتا بھی ہے۔ دیسے بھی طنز نگار ناہمواریوں کو اور سماج کے اپنے پنج کے بھید بھاؤ کو جڑے اُکھیڑنے کی کوشش میں ہوتا ہے۔ معاشرے کے ناسور کی جرایی کرتا ہے اور حبِ زخم پر چاہا یا رکھتا ہے تو وہ زخم کو جلاتا بھی ہے اور اس کے انداز کے بعد رونے سے بڑھ کر ہنسی کی طرف مائل کرتا ہے۔

بقول رشید احمد صدیقی طنز کا مقصد تلقین حقیقت ہوتا ہے اور حقیقت بلاشبہ ہمہ نیز تلمخ ہوئے اس تلمخ کو ایسے الفاظ میں بیان کرنا کہ اس شخص اور سماج کو توکم نقصان پہنچ لیکن غیر شوری طور پر اس کی اصلاح ہو جائے کہ جس پر دار کیا گیا ہے۔ حقیقی طنز ہے۔

یہ ایک ایسا فن ہے کہ جو نہایت مشکل اور بے حد خطرناک بھی ہے اس میں یہ اندیشه رہتا ہے کہ کہیں وار اوچھا نہ پڑ جائے یا اٹلانہ ہو جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ تلقین کی حقیقت کا کسی کو شان و گمان بھی نہ ہو۔ اس فن کے استعمال میں ہمارت ضروری ہے کہ معاشری و سماجی اصلاح کا ایک معمدہ اور ایک آ درش میں ہوتا ہے اور اسی سے زندگی کی قدر دلوں کو بدلتا ہوتا ہے۔ طنز نگار کی بصیرت اگر گہری ہو تو چوٹ بھی گہری ہوگی۔ باسیت یا فنو طبیت سے احتساب کرنے ہوئے ایک قسم کا حُن پیدا

کرنا ہوتا ہے۔ تاکہ ان سب کے مرکب سے ابدی اور لافافی ناٹر پیدا ہو اور سُننے والے اپنی مسکراہت نہ چھا سکیں۔

کرشن چندر نے ہندستان کی قسم کے بعد جو افسانے لکھے ہیں ان کے کرداروں کی زبان سے کچھ اسی نسخہ کا طنز پیدا کیا ہے کہ جو اس وقت کے نامساعد حالات کی بہتری کے لیے خود ری تھا اور جس کا اثر دیر پا ضرور ثابت ہوا۔ چنانچہ یہم جھٹی ہیں ”اس کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

غالب، اکبر اور اقبال نے طنز کو انھیں مقاصد اور اغراض کے لیے بنایا ہے۔ چاہے چاہے چاہے دستی سے اپنے کلام میں استعمال کیا ہے۔ بلکہ کہیں کہیں تو غالب اور عمر خاں نے خدا نے تعالیٰ سے بھی شکری ہے۔

کیا وہ نمروڈ کی خدا نی تھی زندگی میں مرا بھلانہ ہوا
اوہ پھر یہ بھی کہہ اُٹھئے سے
جس میں لاکھوں برس کی حوری ہوں ایسی جنت کو کپا کرے کوئی
پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پرنا حق
آدمی کوئی ہے ارم خسر یہ بھی تھا

طنز کا ایک اور بہلو جذبات کی گہرائی اور طنز لکھا کی تاریخی، اخلاقی، سماجی اور ادبی بصیرت ہے۔ طنز جذبات کے بار کا ایک ایسا ذریعہ ہے جس کی گہرائیوں میں ڈوب کر انسان سلطھی محترکات سے بچتا ہوا ایسے ساحل پر باہمچتا ہے کہ جہاں اس کی قدر و تیمت بڑھ جاتی ہے۔ اچھا طنز اپنے زلمے کی زندگی کا آئینہ دار نہ ہے۔ اور اس کی تاثیر آنے والے کل تک قائم رہتی ہے۔

علامہ اقبال ”اپنی نظم لگا“ میں ٹراکھرا طنز پیش کیا ہے۔

ما نکھنے والا لگدا ہے صدقہ ما نکھنے یا خراج

کوئی مانے یا نہ مانے میر و سلطان سب لگدا

طنز صرف بھتی نہیں بلکہ معاشرے کے سمجھتے ہوئے شیرش کو صحیح مقام پر لانے کی ایک منظم کوشش کا نام ہے۔

صوفی کی شریعت میں فقط منی احوال

ملکا کی شریعت میں فقط منی گفتار

شاوی کی نو امر وہ وا فردہ و بے رنگ

افکار میں سرست خوابیدہ نہ بیدار

ایک اور مثال طاخطہ ہو۔

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہب رے کا جگہ
مردناداں پر کلامِ نرم و نازک بے اثر

ڈاکٹر جان نے جو خود بھی بہت بڑے طنز نگار تھے کہا ہے کہ طنز عزتِ ریزی اور خوش آمدانہ تعریف کے میں میں ہے۔ مزاج سے زخموں پر چاپا کر کھا جاتا ہے اور بذلِ بخشی سے گھاؤ لکھا جاتا ہے۔
جانے میں سو فٹ کا کہنا ہے کہ طنز اتنا ہی قدیم ہے کہ سنتا قبائلی رقابت اور بعض ایسا ہی روایتی کہ جیسے روایت اور اتنا اڈرن کہ جیسے ماڈرن ہونے کی صفت۔ طزو مزاج میں امتیازی اشانیاں، پھر پوچ اور ریکیک باتوں کا وجود اور عدم وجود ہے۔ دیگر مرکبات، غصہ اور اسی قسم کے جذبات ہیں۔ عربانیت، کینین پ اور کم ظرفی کا اظہار۔ مزاج کے قابل ہیں اور طنز کے معیار کو گرا درستے ہیں۔

طنز کس بات پر کیا گیا اور وہ کس حد تک طنز نگار کے احتیاط میں ہے اس سے بحث نہیں اس کو ایک حریج جنگ یا الہ کا رکنی حیثیت سے وہیجا ہے نہ کہ اس کے کشتہ یا سبل کو۔

تاریخ شاہد ہے کہ طنز اور مزدوکناپ کو اگر دوزبان کے ساتھ ساتھ احمد شگر، بجا بور اور گولکنڈہ کے درباروں میں فروغ ٹلا اور اس کو مکمل سخوار لکھنؤ کے فوابوں کے دربار میں پیش ہوا۔ لیکن اس کی مقبولیت کے دن ۱۹ دیں اور ۲۰ دیں صدی میں دہلی، آگرہ، حیدر آباد، لاہور اور علی گڑھ میں طلوں ہوئے۔

اوو صریخ، بخت و راحب اخبار لکھنؤ سے، ۱۸۰۰ میں انگلستان کے پنج کی طرح شائع ہونے لگا جس کو ادھوا جائز کے تو پرنسپی سجاد حسین نے نکالا۔ پہلیتاً ہجوا طنز و ظرافت اچھے معیار پر پیش کر تارہا۔ حالاتِ حاضرہ پر سجاد حسین نے خوب ناقدرانہ، ناصحانہ طریقہ پڑھ کیا ہے۔ اور دو ناول اور افسانہ نویسی کو بھی اسی اخبار نے خوب لکھا۔

نیک نیت، نیک سیرت اور خوش بیع آدمی کسی بھی بھوپالی میں لکھ سکتا۔ وہ صرط طنز پر اتفاق ہے اسی طرزِ ظرافت کی مثال جادو ٹونے کی ہے جس کے متغلق یہ مسلم ہے کہ ان میں کوئی کسرہ جانے یا بے احتیاطی اور بے عملی ہو جائے تو دشمن کے بجائے خود عامل اس کا شکار ہو جاتا ہے۔ اچھے طزو مزاج کا معیارِ مکال یہی ہے کہ وہ کبھی خالی مذاج میں اور اس کا دارانہ تواد چھاپڑے اور زندگی کر طنز کرنے والے کو گھاٹل کرے۔

شکنختہ طنز start next page

پاپا طنز ہے کہ جس میں کسی کی کم عقلی، نادانی، یا اس کے ناقص کی سہی نہیں اڑائی جاتی بلکہ ایک میت دائرے میں ثقہ پن کے ساتھ محاذ اور کمزوریوں پر شکنختہ بیانی کے ساتھ دار کیا جاتا ہے۔ یہ

ایک طرح کا جھپٹا ہوا طرز ہوتا ہے اور انہیلی بذلہ بخی کے ساتھ اس کا وار کیا جاتا ہے۔ بہر حال یہ خندہ آور ہوتا ہے۔

مولانا ابوالحکام آزاد نے اپنی تحریروں میں خطیبانہ شان اور وبدبے کے ساتھ اس کو بھایا ہے۔ انھیں خصوصیات کی حامل ہونے کی وجہ سے ان کی تحریریں زندہ ہیں۔

غالب نے بھی اپنے کلام میں طنز کی شکفتگی خوب بخانی ہے اور بیشتر ایسا سے کام لیا ہے۔
واعظ نہ تم پوز کسی کو چلا سکو کیا بات ہے تھاری شرابِ طور کی
رجنی اپنی شادی شدہ زندگی سے عاجز اگر اپنے شوہر سے کہہ انھی۔

”میں نے اپنی زندگی کے بہترین سیات سال تھاری نذر کر دیے مگر تم نے کوئی قدر نہ کی۔“
شوہرنے پے ساختہ سوال کیا۔ ”واقعی یہ تھاری زندگی کے بہترین سیات سال تھے؟!“
اسیج پر شیکھ لکھنؤں بے معنی دبے مطلب تقریر کرتے رہے اور پھر کچھ دیر دک کر ربانی مانگا۔
سامین میں سے کسی نے احتجاج کیا۔ ”پونچکی کو پانی سے چلانا غیر ممکن ہے۔“

برازیل کے گورنر ساؤپالے نے کسی سے پوچھا۔

”ہوا م الناس میرے متعلق کیا خیال رکھتے ہیں؟“

جواب ٹلا۔ لوگوں کا خیال ہے کہ دنیا کے بڑے سے بڑے لوگوں میں آپ ہی سب سے اچھے سمجھے جاسکتے۔“

ڈزرٹی سے لوگوں نے کہا۔ ”لوگوں کا خیال ہے کہ آپ کی بیوی نے آپ کو گندی نالی سے اٹھا کر اپنی جگہ پر بُعا دیا ہے۔“

اس پر ڈیلی نے جواب دیا۔ ”اور بہت سارے لوگ ایسے ہیں کہ وہ گندی نالی میں پڑے ہیں اور ان کی بیویاں سمجھتی ہیں کہ وہ صحیح جگہ پر ہیں۔“

غالب بھی شکفتہ طرز کے استاد مانے جاتے ہیں۔

پہلے آتی تھی حوال دل پر ہنسی اب کسی بات پر نہیں آتی

فرض کی پیتے تھے نے میکن سمجھتے تھے کہ ہاں

رنگ لائے گی ہماری فنا فستی ایک دن

مے سے فرض نشاط ہے کس دُسیاں کو اک گونہ بے خودی مجھے نات چاہیے

مشق نے غالب نکا کر دیا در نہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

مذاق FUN JOKES

ظرافت اور متأنت بظاہر جدا جدابیں اور سخنیدہ آدمی ظرافت کے قریب بھی نہیں رکھ سکتا۔ لیکن ظرافت سخنیدہ بھی ہو سکتی ہے اور سو قیانہ بھی، اس میں کثافت اور عامباڑ پن بھی ہو سکتا ہے۔ اور پھر وہ داقعات اور ما حول سے پیدا ہو سکتی ہے۔ اٹھسار زبان سے اور بھی تحریر سے مگر حب عملی بوجائے تو اس کی کیفیت بالکل جدا گانہ بن جاتی ہے اور پھر مذاق fun اور practical joke ہو جاتی ہے۔ اس میں آدمی ناچتا، گاتا، کھیلتا کو دتا بھی نظر آتا ہے؛ اور خود کی اور دوسروں کی دل حسی کا سامان بھی پیدا کرتا ہے۔ پستی مزاج، اضطراب، دماغی لھٹکن، یہ سب عملی سی ظرافت کی پاشتنی سے دور ہو سکتے ہیں۔ مگر غلوٹے ظرافت سے سخنیدہ اور محفوظ بات بھی اپنی اہمیت کھو دیتی ہے۔ اگر اعتدال مذاق وہ بھی ہے کہ ڈراموں میں کردار اور فلموں میں اداکارا پری شخصی صلاحیتوں سے کچھ ایسی حرکتیں کرتے ہیں کہ جو ہکرپٹ سے ہٹ کر ہوتی ہیں درد منکارے بذاتہ سپاٹ اور بے لطف ہوتے ہیں۔

عملی مذاق Practical Jokes

جب چھپر جھاڑ باتوں کی حد سے گزر کر جمانی ایذا تک پہنچ جائے تو جس پر عمل ہوا سکو تو بے شک تکلیف بھی ہو گی اور خجالت بھی لیکن دوسروں کے پیسے ہنسنے ہنسانے کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ نوجوان اور بالخصوص طالب علموں میں انتہم کے مذاق عام طور پر حد سے زیادہ ہی ہوتے ہیں۔ نے مشرکب ہونے والے باشل کے طلبہ کی تو بڑی درگت بنائی جاتی ہے اور ان کو ننگ کیا جاتا ہے۔ کلیہ جامہ عثمانیہ کے اقامت خانے میں نوار و طالب علم کو کھانے کی میز پر دوسرے پڑانے پاپیوں کے یعنی بٹھا کر کھانے کے درانہ میز پر پہنچے ہوئے موم جامہ کو میز کی سطح سے ذرا پیچے اس طرح پکڑا جاتا ہے کہ ایک لمبی سوری سکی بن جاتی ہے اور پھر دوسرے کونے سے اس میں پانی انڈیا جاتا ہے جو سب کے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے موم جامہ پر سے بہتا ہوا اس طالب علم تک پہنچتا ہے کہ جس کو نشانہ بنایا جائے ہوتا ہے۔ اور وہاں پر اس کا بہاؤ اس لڑکے کے جسم پر ہوتا ہے اور وہ یہ کاپک چونک انتہا ہے کہ ٹھنڈا ٹھنڈا بانی کہاں سے پہنچ گیا۔ وہ تسلیم ہوتا ہے اور شرمسار الک پورا ڈائمنگ ہال قہقہوں سے گوئی انتہا ہے۔

ایک بار ایک فووارد جبوٹ نکلا۔ اس نے بھیگ جانے پر کھڑے بُوکر باؤ از بلند پوچھا۔ ”کیا آپ لوگوں نے یہ عمدہ اکیا ہے یا صرف مذاق کے طور پر؟“
اس قسم کے چیلنج کے لیے کوئی بھی تیار نہ تھا۔ سینیر طلبہ کچھ بوكھلا گئے، کسی نے یوں ہی کہہ دیا۔
”ارے یہ تو عمدہ اکیا گیا ہے۔ مذاق کی کیا بات ہے؟“
اس پر یہ نوجوان بڑی دل جمی کے ساتھ اپنی جگہ پر بٹھ گیا اور کہا۔ ”تب تو تھیک ہے و یہ سے مجھے اس قسم کا مذاق پسند نہیں۔“

اس پر سب ہی لا جواب ہو گئے۔

ایسی قسم کے عملی مذاق کا ایک دل چھپ و اقوس نہیں۔ سرشیں پوناریس کے ختم پر ملے اور بڑی اُداس صورت سے بولے: ”یار میں چورے رو پے جولا یا خداوہ ہار چکا ہوں۔ بیٹھی تک واپسی کا لخت لے لینا۔ میں گھر حل کر لو گناہوں گا۔“ ہم نے کہا۔ آج ہماری بھی بری تقدیر ہی جنم بھی سب کچھ ہار چکے ہیں۔ البتہ ہمارا پناہ اپنی کاٹکٹ ہے مگر تم ہمارے ساتھ ایک طرف بٹھ چکا رہنا۔ لخت چیکر آئے گا تو ہم اشارے سے تم کو بتا دیں گے تم باختر دم میں چھپ جانا۔

اس بے چارے نے ہماری صلاح قبول کر لی اور گھبرا گھبرا اس ایک کونے میں منہ چھپا کر بٹھ گیا۔ سرشیں پر ریلوے کے پونیفارم والوں سے وہ گھبرا تارا۔ کلیان اسٹیشن پر لخت چکر ہمارے ڈبے تیل۔ تو اس غریب کوں بہت بڑا تھا۔ وہ باختر دم میں گھنے لگا تو وہ اندر سے بند تھا۔ کاف تو ہو نہیں اور بے عزتی کے ذریعے آنکھوں میں انہوں نہیں تھے لیکن جب لخت چیکر اس کے تریپ پہنچا تو اس کا لخت جو اس کو کہے ما خرید کر رکھ لیا تھا ہم نے بتا دیا۔ لیکن سرشیں کا ہم پر غصہ اور اس سے پہنچے کی اس کی گھبراہٹ آج سے بھلائے نہیں بھولتی۔

لطیفہ شکوفہ Epigram - Anecdote

رومنی صورت ہو کوئی لا کھہ بہادریں اس کو دل پھرک جائے نظیفہ وہ سنا دیں اس کو لطیفہ کا یہ اعجاز ہے کہ روتوں کو ہنسادے مردہ دلوں کو زندہ دلی عطا کرے۔ قنوطیت اور یا سیت کو نابود کر دے۔ اعصابی تناؤ اور اضھلال کو دور کر دے۔ یہ ایک شکوفہ ہوتا ہے، لیکن عام فہم اور رزو فہم۔ ذرا میں موڈ بدل دے۔ مزاج کو شکھنٹکی بخش دے۔
لطیفہ ایک چھوٹی حکایت یار دایت ہوتا ہے۔ اس کی کہانی میں انوکھا ہوتا ہے۔ کچھ تجربہ نگر

باتیں بھی ہوتی ہیں۔ ایسے موڑ ہوتے ہیں کہ جس سے سنساہت سی پیدا ہو جاتی ہے۔ کبھی کبھی تو ایسا لگتا ہے کہ جیسے کسی نے چنگی لے لی اور گدگداہت سارے جسم میں پھیل جاتی ہے۔ اس میں کہیں ظفر ہوتا ہے تو کہیں رمز دکنا یا۔

کبھی بذله سخنی تو کہیں جربتہ گوئی۔ لیکن بہ صورت اور ہر طال میں ایجاز و اختصار ضروری ہے۔ اگر طوالت پکڑتے تو پھر دہ لطیفہ نہیں رہتا۔ لطفت۔ شستگی اور طرزِ بیان کی حلاوت اور البیان پر سب لطیفے کی حبان ہیں ورنہ کثیفہ بن جاتا ہے۔ یعنی لازم ہے کہ اُس کے معنی اور ترکیب میں پھیپھی کی پیدا نہ ہو اور یہ مذاقِ سلیم کے سوا عام مذاق کے لیے بھی قابل قبول نہ ہو۔

ایک اور ضروری بات یہ کہ لطیفے میں اتنا دم ہو کر وہ شے لطیف کو چھو کر ایسا احساس سیدار کرے کہ جو سارے جسم میں تازگی اور شور میں فرحت بخش ہے۔ مُسکراہیں کھل انکھیں اور دیر تک لعلی رہیں۔ غبار سے کی طرح پھول کر بچٹ جانے کی کیفیات پیدا ہوں تو وہ لطیفہ لطیفہ نہیں رہتا۔ ایک اچھے لطیفے کے لیے نہیں آدمیوں کا یک جا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ ایک کہنے والا اور سراجونتاء اور سمجھنے والے تیرس ارجونہ سنتا ہے نہ سنتا ہے۔ کہنے اور سنتے والے کے لطف کو دو بالا کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ایک اکادی بھی ہو کہ جو سنتا کہتا نہیں۔

اب آپ غور فرمائیے کہ ایک واقعہ جس کو آپ لطیفہ یا جھکلہ سمجھتے ہیں، اُبڑے اشتیاق سے آپ نے سُنایا۔ کوئی بھی نہیں ہے۔ لیکن رام رکھ منیر۔ آئی ایس جوہر، جانی واکر، محمود پاشا بدجنبوری نے وہی بات سنائی تو ساری محفل ہنسنے ہنسنے بے حال ہو گئی۔ پال تہقیوں سے گونج آنھا۔ اس کی وضاحت مشکل لیکن کچھ وجوہات دماغ میں آتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ لطیفہ کوئی ہر منہدی، چرب زبانی، اماز، سخنم محفل کے زندگ کو سمجھنے کی صلاحیت اور سامعین کو قبول کرنے کی قابلیت، پر سب باسیں بیکھا ہوں تو پھر شکفتگی ضرور پیدا ہوتی ہے اور سبھی اُبیل پُرتی ہے۔ مگر یہ بھی یاد رہے کہ لطیفہ کوئی کی کوئی قواعد پامیکانی ترتیب نہیں بنائی جاسکتی۔ البتہ لطیفہ کوئی میں خود اعتمادی ضرور چاہیے۔ در نہ لطیفہ گو اچھے بھلے لطیفے کے مقدم کو موخر اور موخر کو مقدم کر کے لطیفے کا سیلانا اس مار رہے ہیں جس طرح ریاض سے موسیقی میں الکتاب اور تحصیل ممکن ہے، اسی طرح ہنسنے ہنسانے کے فن میں بھی ترتیب اور ہمارت ممکن ہے۔ اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ بات پیغ در پیغ نہ ہو۔ واقعہ قابل فہسم واضح اور پسند فاظ ہو۔ اور جو کبھی سامعین میں کوئی ایسا کو رمز ہو گئے جو ہر بار پوچھے تو پھر کیا ہوا؟“۔۔۔ ہی۔؟“ ایسے کیسے ملک ہے؟“ تو پھر لطیفہ کی بربادی لیتی ہے۔ اس سے بڑھو کر حظر ناک عارش

وہ ہوتا ہے کہ جب آپ لطیفہ سنائیں تو کوئی انکھ کھرا ہوا رہے کہے نہیں یا رہے لطیفہ اسے نہیں۔ جلکھا بیا
ہے کہ.....

اور جو نو دہماں می شامتِ اعمال ہمارے سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ الراحاب کی محفل
میں ہم سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں۔

"واو صاحبِ داد آپ کا وہ لطیفہ بُرازوردار ہے کہ جس میں، اور پھر سارا لطیفہ
دُبرا کر ہم بھی کو سنایا جاتا ہے اور ہم بھی سے داد طلب کی جاتی ہے۔

الغرض لطیفے کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ستار کے تاروں میں سُر بجھے ہوتے ہیں۔ سلسلے کے
تار کو چھپڑا کر اس سے مدھو بھرے فرنگنے شروع ہوتے ہیں۔ لطیفے میں بھی مزاد، لطافت اور شکفتگی
بھری ہوتی ہے اس کو صحیح انداز سے کوئی چھپڑے اور چیزیں کش مناسب و موزوں ہو تو یہ بجلیاں
کو نہ تی ہوئی نخلیں گی اور سب سی کے شرائے چھوٹ پڑیں گے۔
سب سے پہلے تو میں لطیفوں کے لطیفے سناؤں۔

ایک امریکی جزیرہ دست نام گئے اور دہان کے لوگوں کو جمع کر کے بڑی زبردست تقریبی زرع
کر دی۔ ترجمان برابر ترمیہ کرتا رہا اور بڑی سمجھدی سے لوگ سننے رہے۔ جب تقریبی ہو چکی تو جزیرہ
صاحب نے لوگوں میں دل چسپی پیدا کرنے کے لیے ایک طول طویل لطیفہ سنایا اور جب یہ رکے فوراً ترجم
نے کچھ کہا اور سارا جمع ہے زور شور سے ہنس پڑا اور سب سی کا سلسہ لمبا ہوتا چلا۔ جزیرہ صاحب پر شان
ہوئے کہ ابھی ان کی لبی بانی کے ایک جملے کا بھی ترجمہ نہیں ہوا کہ لوگ بے ساختہ ہنس رہے ہیں تو
انھوں نے اس کی وہ صحت چاہی۔ مترجم نے کہا۔ میں نے ان کو بتایا کہ جزیرہ نے پڑا دل چسپ
لطیفہ کہا ہے اور آپ سے دل کھوں کر ہیں۔ اسی لیے ہے اس قدر سب سی رہے ہیں۔"

ایک حاکم اپنے دفتر میں فرست کے اوقات میں کچھ ماحت افسروں کو جمع کر کے لطیفے
سنایا کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ اس پر سب ہی ہنسنے اور خوب خوب ہنسنے اور ان کو داد دلی۔ ایک دن
سب نے محسوس کیا کہ ایک صاحب بالکل نہیں ہنس رہے ہیں بلکہ بُرا سامنہ بنائی گویا یہ ظاہر کر رہے
ہیں کہ لطیفے میں کچھ بھی جان نہیں۔

ان کے دوستوں نے چکے سے پوچھا "ارے یا رہنے کیوں نہیں؟ یہ ہوئے" میں تو اب بہر صوت
لطیفے پر جا رہا ہوں مجھ پر ہنسنے کا کیا لازم ہے۔"

ایک نوجوان اعصابی تنار اور دماغی توازن کے کھو جانے سے پر شان حال کی ڈاکٹر کے ذیر

ملائج تھا۔ ایک تربہ داکٹر کی غیر موجودگی میں اس کی خوب صورت ہی سکرٹری سے باتوں باتوں میں دوستی ہو گئی انہوں نے اس کو شام میں سینا اور ڈنر کی دعوت دی اور بھر کچھ ہی دنوں میں دوستی کی ساری منزلیں طے ہو گئیں۔ ان کی جذباتی دنیا میں اعتدال آگیا اور بھر داکٹر کی طرف گئے ہی ہیں۔ داکٹر صاحب نے ان سے ایک بار پوچھا کہ یہ کیا کہ کدھر غائب ہو گئے؟، انہوں نے کہا: داکٹر صاحب مجھے اب آپ کی داؤں کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ آج تک میں بیخ پر کسوار، (قدرتی علاج)، کافی مل ہو گیا ہوں اور بھر میں نے حساب لگایا کہ اس میں جو کچھ خرچ ہو رہا ہے وہ آپ کے علاج کے مل سے بہت کم ہے؛“ ایک شوخ چھپل روکی یورپ کے سفر سے واپس آئی تو اپنے ساتھ بہت بی قیمتی تھے۔ زیور اور کمپرے لے آئی۔ اُس کی سہیلی نے پوچھا: اتنے بڑھیا تھا نہیں کیسے مل گئے؟“ اس نے بتایا جہاڑ پر اس کی ملاقات ایک ایسے رہیں سے ہو گئی جو ہزار پونڈ سیر و تفریح کے لیے اپنے ساتھ لے کر چلا تھا اور ساری رقم اُس نے اسی پر خرچ کر دی۔ اس لڑکی کی سہیلی کو بھی کچھ ہی دلوں بعد یورپ جانے کا موقع ملا۔ اور وہ سفر سے لوٹی تو اسی طریقہ کی قیمتی چیزیں اپنے ساتھ لے آئی۔ اس کی پہلی دوست نے سُکرا کر گہا۔ ایسا لگتا ہے کہ میری طرح تھیں بھی کوئی ایک ہزار پونڈ والا رہیں مل گیا۔ اس نے بتایا: ایسا تو نہیں ہوا المبتہ دس پونڈ والے سو آدمی مل گئے۔“

ہنایت متمول فرنچ من کی نوجوان بیوی کے استھان پر وہ تو اپنے غم و اندادہ پر قابو رکھے تھا لیکن اس کی بیوی کا دوست اپنے رنج و مال کو چھپائے بغیر دہڑیں اور مار کر رورہا تھا۔ فرنچ من نے دل دہی کرتے ہوئے کہا:“ دوست اتنے دلکش ہونے کی ضرورت نہیں، میں بہت علبہ دسری شادی کرنے والا ہوں۔“

“ راجن کچھ دن پہلے تم سو ری گئے تھے تو کسی متمول بیوہ سے عشق و محبت کے پنگ بڑھائے تھے؟““ پاں دلپ۔“

“ اور بھر تم نے اس کو اپنے نام اور سپتے کے بجائے میرا نام اور پتا دیا تھا۔“

“ پاں دلپ۔ مگر میں معافی پاہتا ہوں۔“ قطع کلام کرتے ہوئے:“ نہیں راجن معافی کی کوئی بات نہیں وہ بیوہ مرتے وقت اپنی ساری دولت میرے نام کر گئی ہے۔“

ایک خانوں بیٹھ خرید رہی تھیں۔ بدقت تمام ایک پسند کی تودکان دار نے ان کی پسند کو پٹکارنے کے لیے کہا:“ آپ کو بہت زیب دیتی ہے بلکہ اس کی وجہ سے آپ اپنی عمر سے دس سال کم

لگتی ہیں۔"

خاتون نے فوراً بھی وہ بہت واپس کر دی اور خرچے نے کا ارادہ ترک کرنے ہونے کہا۔
"میں ایسی بہت اپنے پاس نہیں رکھنا چاہتی کہ جس کو اُنہوں نے بھی میری عمر سال زیادہ لے گئے"
بڑا خانہ میں اشیاء نیلام ہو رہی تھیں اور لوگ بڑھ کر بولی لگا رہے تھے۔ اس اشنا
میں برا جیسے نے اپنی کارروائی ملتوی کر کے اعلان کیا۔ ابھی ابھی کسی صاحب کا بُودھو گیا ہے
اس میں دش بزر اور دپے میں۔ جس کسی کو بھی دستیاب ہو براہ کرم واپس فرمادیں تو انعام دیا جائے
دو ہزار۔"

بوف لگانے والوں میں سے ایک صاحب نے آواز لکھائی۔ "دو ہزار پانچ سو۔"
ایک میاں بیوی کا سخت جھگڑا بوجیا۔ دو فون نے اپس میں بات ذکرنے کی قسم کھال۔ سوتے
وقت شوہر نے ایک پنجھی پر لکھ کر بھی کے پاس رکھ دیا۔
"جسے صحیح ہے بنجے جگا دینا۔" اور جو یہ سو کر اٹھنے تو دیکھا کہ منج چکے تھے۔ بہم ہونے کو تھے
کہ اپنے سرخانے ایک کاغذ کا مٹکڑا دیکھا۔ اس پر لکھا تھا۔
"صحیح کے منج چکے ہیں۔ اللہ جائے۔"

چیلکلہ ۔ ۔ ۔

Chestnut. Test. Tick.

باتوں۔ وہ میں جب دل چپ جملہ پا فقرہ جزو دیا جائے یا جھجھتی جھجھتی چوٹ چلی جائے جس
میں کچھ سختی پہنچاں ہوں اور سرسری بات سے ہٹ کر مطلب نکلا ہو۔ جھپٹتی ہوئی ضرب ہو۔ کاری اور
فوری اثر انداز۔ رہ چیلکلہ کہلاتا ہے۔ کسی حکایت یا روایت کے ختم پر ایسی بات کہہ دی جائے جس سے
بالکل ہی جدا گاہ ذہبیوم پیدا ہو اور بات کچھ کی کچھ ہو جائے اور سُننے والا لاجواب ہو جائے تو ایسی ساری
ردہاد کو چیلکلہ کہا جاتا ہے جو لطیفے سے کچھ زیادہ ہی موثر ہوتا ہے لیکن اس میں لطفافت کچھ کم ہوتی
ہے اور شوخ چھینٹنے زیادہ۔ واقعات کی طرف لطیف اشارے۔ ایسے کہ بات کہہ کر گزر جانے کے بعد
ذہن اُس کے اجزا جس کرنے سمجھنے کا نہ لے میں اُن بھجو جائے۔ حالی

بلیل ہند مرگیا ہبہا سات جس کی تھی بات میں اک بات
ناظر اکبر آبادی ٹڑے چیلکلہ باز تھے دل کی لگن سے زیادہ دل لگنی اُن کا دیرہ تھا۔ ہنس ہنس کر دار
کرتے تھے۔ زبان پر قدرت تھی بقول شنخے۔

کبھی اُس کی شوخی میں سنجیدگی تھی۔ کبھی اس کی سنجیدگی میں سخنی شوخی
ایک دن مرید بڑے فخر سے سنا رہے تھے: "میری بیوی تو فرشتہ ہے فرشتہ۔" دوست نے
دلگیری سے کہا: "میری بیوی تو زندہ ہے۔"

روح کو عالم بالا سے طلب کر کے سوالوں کے جواب لیے جا رہے تھے۔ بیوہ نے شوہر کی رُدّت سے
مخالب ہو کے پوچھا۔ رنجیت تم ہو؟" جواب ملا۔ باں میں رنجیت ہوں۔" بیوہ نے پوچھا۔
"وہاں خوش و ختم تو ہو؟"

روح نے کہا۔ بے حد خوش ہوں۔"

بیوہ نے پھر پوچھا۔ پھر تو رنجیت جنت بڑی خوب صورت جلگہ ہوگی۔"

رنجیت کی روح نے کہا۔ مگر میں جنت میں نہیں ہوں۔"

میکے سے اپنے شوہر کو بیوی نے لکھا۔ یہاں آئے ہوئے مجھے ایک ہینا ہوا اور اس ایک ہینے
میں میرا دن آدھا ہو گیا ہے۔"

شوہر نے فی الفور جواب دیا۔ اور ایک ہینا میکے ہی میں گزار دو۔"

کسی پیاری شہر کی تعریف ہو رہی تھی کہ وہاں کی آب و ہوا اتنی صحت بخش ہے کہ وہاں
پر لوگ مرتے ہی نہیں۔

اس پر ایک نوادر نے کہا: میں نے تو ابھی ابھی ایک جنازہ دیکھا۔" اس کو بتایا گیا۔ تو
توہین کی لفڑی کا انتظام کرنے والی کمپنی کے مالک کی ہمت تھی۔ بے چارہ بے کاری اور مغلیسی کے ماءے
بھوکوں مر گیا۔

وکیل کو مقرر کرتے ہوئے موٹل نے مقدمہ جبت جانے پر دو بڑا فیس کا وعدہ کیا۔ وکیل نے کہا: اس
مقدمے کے جیتنے کے لیے گواہ ضروری ہیں۔ جبکہ موٹل نے گواہ پیش کیے اور وکیل صاحب نے مقدمہ
جبت لیا اور بھر موٹل سے اپنی فیس کے دو بڑا روپے مانسجے۔ موٹل نے کہا: کوئی گواہ ہے؟"

دیسے بھی تو چیلڈ دکا رگ نہ کہتا ہے کہ جو بے حد مجرم جوتا ہے اور جہاں اس دو اکولیا کہ فوراً
افاقہ۔ بات چیت میں چیلکے بازی سے آنا فاناً مودا اور مزانج بدل جاتے ہیں اور خوشی کی لہر دوڑ جاتی
ہے۔ چٹ پٹی باتیں بھی چٹکھوں سے مزدار بن جاتی ہیں۔

دوسری زبانوں سے مزاج دوسری زبان کے الفاظ کے با موقع استعمال سے لطف و لطافت کا سامان ہم پہنچاتے ہیں۔ چنانچہ اردو زبان میں مزاج اور چاشنی پیدا کرنے کے لیے انگریزی الفاظ کا بھی سہارا لیا جاتا ہے۔ جس طرح اکبر اللہ آبادی نے اپنی نظموں میں بیشتر جبکہ انگریزی الفاظ استعمال کیے ہیں۔

اُن کے درست نازیں سے پائی تی اب کہاں باقی ہے ہم میں پائی
کہتی ہے زراہِ بکرِ محیٰ سے وہ گرل کیا تجھے ملوں کہیں کا تو نہ ڈیک زائل
اکبر نے کہا دکھا کے داعِ دل داشک بے میری گردہ میں بھی یہ دلبی یہ پرل
گوکر دکھاتے پڑنگ اور کیک ہیں پھر بھی سید ہیں نہایت نیک ہیں جب ہیں کہتا ہوں کہ گیوہی کس فر سر جبکا کے کہتے یوئے ٹیک ہیں
اجل آئی اکبر گیا وقت، بحث اب اون کیجیے اور نہ بت کجھیے پس پوچھو تو اکبر نے ظرافت کی چاشنی کے لیے مزاج کے اور بھی بہت سارے اصناف اخوال کیے ہیں اور ان کا مزاج آج تک مقبول عام ہے۔

مصطفیٰ علی بیگ
گاڑ کی جس کو ایڈ ہو جائے دُوراں لک کا شنید ہو جائے
جس کو سرلول ٹوڈوں جائے آزر پری بھی پسید ہو جائے
انگریزی لفاظ سے روزمرہ کی زندگی میں بھی اکثر و بیشتر قدر طبع کا سامان پیدا ہوتا ہے۔ مزاج کے لئے کیا خوب کہا ہے۔

لطفِ سخن تو پی ہے نرس بھی ہو دنی بھی ہو
ذہن کا دصون ہے بی بی اور بخشنسلی بھی ہو

رضانقوی و آہی
بیٹے کو جپک بھج لیا اسٹب بنک کا سدھی گماش کرنے لگے ہائی رینک کا
لف اٹ کرتے پھر سب اک آؤٹ کر گئے خانہ غم سے نکل کر جانب پچھر گئے تو ہوٹل میں Languages یعنی زبان (دیگرے کی جیب) اور دیگر کیا دلپیٹ بھر کھا پکے تو بیر سے کھا و Bring And یعنی اور لا اور کھانا ختم ہو چکا تو Arithmetic حساب داما نکلا۔ بل چکا کر بیا ہر نکلے تو کہا۔ کھانا بہت لذیذ تھا اور Garden-Garden یعنی باغ باغ ہو گیا۔

ملازمت کے امیدوار سے کہا۔ مجھے انگریزی آتی ہے،“ کا ترجمہ کرو۔ اُس نے بحث سے جواب دیا۔“ English Comes to Me۔

مجھے ایسی بیوی چاہیے کہ جو بیوی بھی جو اور مجبور بھی بن کر رہے۔ مشورہ دیا گیا، تو پھر کسی مددوالف سے شادی کر دیجیے۔

ایجاز wry clever twist

کسی کے کپے ہوئے جملے یا معمول عالم معاوڑے کے الفاظ میں اختصار یا رد و بدل سے مزاج پیدا کرنا۔ اس ترکیب میں اُن پھیراتنا نہیں کیا جانا کہ اصل رنگ سرے سے غائب ہو جائے۔ اصل ذھان پرچہ قائم رکھ کر اس کی تراش خراش کچھ اس طرح کی جاتی ہے کہ باوجود اختصار کے اصلی رنگ قائم رہتا ہے۔ کبھی آواز کے رد و بدل سے مزاج پیدا کیا جاتا ہے۔ داکڑ جانشن نے ایجاد کو گھٹایا مزاج فرار دیا ہے۔

دہلر کے اچھتے سے ریارک پر آسکر داؤلڈ نے کہا۔ کاش یہ جلد میں نے کہا ہوتا۔“ دہلر نے جواب دیا۔“ باں، باں آسکر تم ضرور نکھوگے۔“

لینن سے روی خواتین نے ایک بار پوچھا کہ آزادی کتنی گران مایہ ہے۔ انہوں نے اسی جملے کو بدل کر فوراً جواب دیا۔“ آزادی اتنی گران مایہ ہے کہ اس کو راستن کرنے کی ضرورت ہے۔“ لوک بھائیں کسی مبرہ پارٹیٹ نے داکڑ متحانی کے پیش کردہ بحث پر اعتراض کیا کہ اس میں عقل و فراست کی کمی دکھائی دیتی ہے: بحثیت وزیر ننانس داکڑ متحانی نے ہرجستہ جواب دیا۔“ عقل و فراست بھی افسوس ہے کہ دو کالے بازار میں نہیں دستیاب ہوتے۔“

اسٹیٹ ڈیوٹی بل حب بپارٹیٹ میں پیش کیا جا رہا تھا، داکڑ گنڈگل نے کہا:“ میں نے پونا کے تمام مال داروں کو رائے دی ہے کہ اس میکس سے بچنے کا آسان طریقہ یک ہی ہے کہ اس بحث کے منظور ہونے اور لاگو ہونے سے پہلے ہی وہ مر جائیں۔“ بحث کچھ اور طویل تھیں اور مزاجیہ انداز میں داکڑ ایس مکر جی نے سوال اٹھایا۔ اگر کسی کی یہے بعد دیگرے دو بیویاں ہوں تو کیا ہو گا۔“

داکڑ گنڈگل نے انھیں جبلوں کا سہارا لیتے ہوئے کہا کہ:“ وہ بھی دیجھ ڈیوٹی ہو گی۔“

جس طرف دیکھیے قلت کی فراوانی ہے
تمھاری جلوہ گری بھجوک کی ارزانی ہے

رعایت لفظی pun.

الفاظ کے الٹ پھرے اور ذہنیت کا سہارا کر مزاج پیدا کیا جاتا ہے۔ ایسے الفاظ تکہ ملکہ میں ایک سے اور مشاپ ہوتے ہیں لیکن معنی میں بالکل مختلف۔ ایک خاص مزہ دے جاتے ہیں ذہنیت یا ابہام کے لیے نظر یا نظر میں ایسے الفاظ استعمال کیے جلتے ہیں کہ جس کے دو معنی ہوں۔ معنی قریب اور معنی بعید۔ کہنے والا اگر اول الذکر سے مراد تباہ ہے تو سُننے والے بعد الذکر کا مفہوم یہ ہے ہیں اور اس طرح پر غلط فہمیاں ہو سکتی ہیں۔ بظاہر دونوں اپنی جگہ درست ہیں لیکن اصل معنی اور مرادی معنی کا فرق گرد پڑ کر دیتا ہے اور سُنی پر مائل کرتا ہے۔

بعض اوقات ادبی شان اور زبان پر فہارت ظاہر کرنے کے لیے بھی ادبی اور شاعر رعایت لفظی سے کام لیتے ہیں۔ کبھی کبھی ایک ایسا لفظ استعمال ہوتا ہے جس کا مفہوم بالکل اُٹا ہوتا ہے۔

جائے ہے جی بخات کے غم میں ایسی جنت کئی جہنم میں کسی نے کہا ہے "ایسا گز کیا ہے کہ جس کی کچھ حد نہیں۔" یہاں پر شاعر نے "حد" سے سزا کے معنی لیے ہیں۔

تھار سے ہاتھ کی پہونچی جو پر بے ہم نے بھی ہے
اگر پہونچی ہو وہ پہونچی تو نکھ بھیجو کہ پہونچی ہے
ہمارے ہاتھ کی پہونچی سمجھن جو آپ نے بھی
مگر پہونچی و پہونچی کیا جو پہونچے تک نہیں پہونچی
خبر پہونچی تو وہ پہونچی کرو وہ پہونچی نہیں پہونچی

چہاں رکھی بھی وہ پہونچی کوئی کم بخت آپ پہونچی
بہن پہونچے میں وہ پہونچی خدا جانے کہاں پہونچی
ظریفیہ رعایت لفظی کی ایک اور مثال ہیش ہے۔

کتنی سورج ترقی ہے ہے کالا بازار رُخ یلاۓ گرانی ہے کس رجہ نکار
شاعری کے سوابول چال میں رعایت لفظی کو حضرت غائب نے بہت سارے طریقوں سے
استعمال کیا ہے اور خاص رنگ پیدا کیا ہے۔ چب قلوہ معمل مید ملنے لئے، بہادر شاہ نظر نے
پہونچا۔ مرزا ماہ رمضان میں کتنے روزے رکھتے؟ انہوں نے جواب دیا۔ "پیر و مرشد ایک نہیں رکھا۔"

اُن ہی کے کسی شاگرد نے ناسازی مزاج کے وقت ان کے پرید بانے چاہئے تو انہوں نے انکار کر دیا کہ سیدزادے ہو۔ میں یہ گوارا نہیں کروں گا کہ تم میرے پیر رہا۔ ”شاگرد استاد کی خدمت کے خذبے سے بھرے تھے، کہا۔ ”اگر آپ کو ایسا خیال ہو تو چھر معاد فٹے میں کچھ روپے دے دیجیے گا۔ ”اس کھجوتے پر استاد کے پرید بانے لگے اور حبِ انعام ناگنا نو حضرت غالب نے صاف کہرا دیا۔ ”تم نے ہمارے پرید بائی ہم نے ہمارے روپے دیا یہ۔ ”

عدالت میں مقدمہ ملزم کے خلاف چل رہا تھا۔ صفائی کی ساری دلیلیں اور جنیں ناکام ہوتی لگتی تھیں۔ ایسے میں ملزم نے چلا چلا کر کہنا شروع کیا۔ میں دیکھتا ہوں کہ کون سالا مجھے سزا دے سکتا ہے؟ ” صرف جو بلکہ سرکاری وکیل اور سارے حاضرین ششہ رہ گئے۔

ظرف تماشا یہ کہ ملزم کے وکیل نے بھی دبی دبی رٹ لگائی اور سبھی جملہ دہرانے لگا۔ ”ہاں ہاں میں بھی نیکوں کر کون سالا اس کو مجرم قرار دے سکتا ہے۔ ”

اب تو ساری عدالت میں سنسنی پھیل گئی اور تحریر عدالت کے جرم میں سخت سزا کی حکمی دی گئی۔ اس پر ملزم نے بڑی معصومیت سے کہا۔

”حضور! میں تو سبھی کہہ رہا ہوں کہ کوئی سالا (۳۷۵) قانون مجھے سزا دار نہیں تھا۔ ”

لگی میں اس کی پیشے کپڑوں پر مرے مت جا لباس فقر ہے یا ان فخر بادشاہوں کا

تحریف نگاری (پیرو دڈی) ۲۰۰۰م

گوار دو نے اس لفظ کو اپنایا ہے۔ میری رائے میں تحریف نگاری ہر لحاظ سے موزوں ہے اور اس سے مفہوم اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے۔

ایک حرف کی جگہ دوسرے حرف کو بدل کر اصل عبارت کو قائم رکھتے ہوئے سنجیدہ مضمون کو مزاج میں بدل دیا جاتا ہے۔ کبھی دوچار لفظ یا جملے کے جملے بھی بدل دیے جاتے ہیں۔ استغفار میں کبھی صدر پورے کا پورا حذف کر کے دوسرا صدر ہبڑا دیا جاتا ہے اور ہر صدر کے کچھ لفظ بدل دیے جاتے ہیں۔ سلسلہ خیال کو قائم رکھتے ہوئے ایک دل لفظ بدل کر اصل مضمون کو خبطا کرتے ہوئے نیا خیال پیدا کیا جاتا ہے اس کو نصفین کہتے ہیں۔

تحریف نگاری مزاج کی ایک بڑی دلچسپ صفت ہے لیکن اس کا ادب میں کوئی مقام نہیں ہو سکتا اس لیے کہ اس میں اور بھی خیال ہوتا ہے اور نہ طرز تحریر۔ جذبت ضرور ہے لیکن کسی اور کے

ہمارے بہر کیف یہ ہل تصنیف کی بگڑی صورت ہوتی ہے۔ اس لیے کہ کسی نہ کسی کے طرزِ نگارش اور انداز بیان کی تعلیم کرتے ہوئے اس کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ اس میں تصرف و تغلیب بہت زیادہ ہوتا ہے اور کبھی کبھی یہ ہجوم تغیرت بھی ہوتی ہے۔ اس کو ایک طرح سے خاکہ اڑانا کہا جا سکتا ہے۔ مخفیک نقائی اور فضیلہ خندہ آور بھی۔

کسی بات کو اس کے موضوع کے خلاف بیان کرنا، مصدقہ اور رمانے ہوئے فلسفہ طرزِ فکر، مرد و حربت روایج کا مذاق اڑانا۔ کسی مسئلے کو بے مصب روپ میں مُحال کر تفہن کرنا۔ معاشرے کی ناخوش گواریوں کو بڑی طرز بنا ناپس بطور قطع و برید کے ہوتا ہے۔ کسی فلسفے یا مخصوص طرزِ فکر کے کمزور پہلو کو نمایاں کر کے تغیرت و تعلیف کے چھپے ہوئے لطیف وار بھی کیے جانے ہیں۔

بالعموم یہ تغیرت طبع اور تفہن طبع کے لیے کیا جاتا ہے۔ اور اصل تصنیف کا حلہ بگاذرا جاتا ہے جہدِ ماضی کے شہرا کے کلام کو بطور خاص نشانہ بنایا جاتا ہے۔ اخفاٹ کے ذرا سے رو و بدال سے مفہوم اور معنی جخط کیے اور نئے مفہوم و معنی دیے جاتے ہیں۔ اگر اس میں احتیاط نہ برتو جائے تو چکر دین اور ابتدال کے پہلو نمایاں ہو جاتے ہیں اور زہر خند سے دل آزاری بھی ہو سکتی ہے۔

سیاست کے تعلق سے پیر وڈی ملاحظہ ہو۔

سیاست بے ضیافت جلوہ پیدا کرنیں سکتی دُنْزِ عَلَوْرِ ہیں جس میں سیاست اس کو کہتے ہیں
(مجد) سو لپٹ سے ہے پڑیہ آباؤ دا گری کچھ لپڈری ذریعہ عزت نہیں مجھے
پھرس پہلی تحریف " اردو کی آخری کتاب " میں ملاحظہ فرمائیے۔

" دیکھنے یوں اپ بیٹھی پکاری ہی ہیں۔ درستہ دراصل یہ کام میاں کا ہے۔ ہر چیز کیا قرینے سے رکھی ہے۔ دھو ، ہوئے صاف برتن صندوق پر پہنے ہیں تاکہ صندوق نہ کھل سکے۔ ایک طرف پیچے اور پر مٹتی کے برتن دھرے ہیں۔ کسی میں دال ہے کسی میں آما ، اور کسی میں چوہے۔ لمحکنی اور لوٹا پاس ہے تاکہ جب چاہے آگ جلاے۔ جب چاہے پانی دال کر بھاوے۔ " کھانا خود بخوبی پک پا ہے۔ " دھو بی آج کپڑے دھور ہا ہے۔ " لا ہور کا جغرافیہ۔ ایسا دغیرہ دغیرہ۔

نثر میں پھرس کی تحریف نگاری کے اعلیٰ نمونے ہیں۔ درستہ نظم میں تحریف نگاری بہت کی گئی ہے۔

کھتیا لال کپور نے " غالب ترقی پسند شہرا کی محفل میں " لکھ کر ترقی پسندوں کی خوب رگت جانی ہے۔ انھوں نے استاد شہرا کے کلام سے مختلف مصروفوں کو جوڑ کر دل چسپ تحریف نگاری کے نمونے

پیش کیجئے ہیں۔

موت کا ایک دن سیعنی ہے اور درد پیش کی صدائیں اکبار ہے
جان تم پر نشار کرتا ہوں شرم تم کو مگر نہیں آتی
آدمی کے مغلوق تحریف نگاری کی مثالیں دیکھیں۔
دو بھی ہے آدمی جسے کوئی بھی ہوتی ایسا ٹھہرنا گھاٹ
دو بھی ہے آدمی کو جو بھیجا ہے بن کے لات
موریں جارہا ہے سودہ بھی ہے آدمی
رکشا چارہا ہے سودہ بھی ہے آدمی
اور طاحظہ فرمائیں۔

مُسْنَہ میں ہر وقت پان رکھنا ہوں جیب میں کپڑا ان رکھنا ہوں
نال رکھنا ہوں کان رکھنا ہوں یہ بھی مُسْنَہ میں زبان رکھنا ہوں
کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے
بہن لے سایا مری جاں اُنماد کر رپواز زمانہ بالون ساز تو بازمانہ باز
الایا ایہا الظفک بجوار احت بہ ناویسا
کر عظم آسان بخدا اول نے افتاد مشکلہ

لغتی تبدیلی کے علاوہ تحریف نگاری میں کسی خاص انداز تحریر کی بھی نقل کی جاتی ہے۔ اس میں اور تمعین میں بُرا فرق ہے۔ کبھی کبھی پیر و ڈی ع忿 تھریا اور بطور تضییں لکھی جاتی ہے تنقید کا کوئی پہلو نہیں ہوتا۔ راجہ مہدی غلی خاں اسی طرح کی پیر و ڈی لکھتے رہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے درستوں اور ہم عصروں کو بھی ٹرے دل چسپ انداز میں لپیٹا ہے۔

زبان پر ذکر منشودن میں دس بار کبھی لاکر زدی اک کالی سندوار
لخاف اک بھی نہیں در ذکر وصفت
بتاۓ یہ کہاں کی ہے شرارت
نہیں ہے گھر آنا ہوش بھی ہے
کبھی اس نے بہن محمد کو بنایا
وہ کیوں کہتا تھا آخر محمد کو بھائی
میں ہو جاتی تھی شرما کے گلابی

راجہ مہدی علی نے تاج دین، معراج دین، جنت میں حسینوں کی بھوک بڑاں شہزادی قہرشت
شہزادی قہرالبیان وغیرہ خوب لکھی ہیں۔ موخر الدّر کریم میرزا کی مشنواری سحرالبیان کے کرداروں سے
تحریف نہیں بلکہ عام انداز پر عورت اوز دولت کو موضوع بحث بنایا گیا ہے جس سے مزاح کی ایک نئی صنف
پیدا کی گئی ہے۔

اُنچی جوشی سبب ہر سچھنہ دانے کا مام کبا امی اور آبائے مل کر مریا کام تام کبا
ناحق ہم مجبور دل پتھرت ہے مختاری کی
کتنی خوشی سے ہے اپنے پتھنے کی تیاری کی
واہی پتھنے اس در پر تو سب ہو گئے مجبور نیاز ذکوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز
بھر کے اک آہ کہاول نے کمر جائیں گے
مر کے بھی جھین ز پایا تو کدھر جائیں گے

عفی کے غفلی ترجیح کے انداز میں لکھی گئی ہے ربط دے سلاست عبارت کی نقل مار موزی
نے اپنی کلامی غردوں کے ذریعے خوب کی ہے لکھتے ہیں۔ فیر ورزی دیباچہ از حضور ملا موزی صاحب تقدیر خود
آتا بعد اسے قدرم سلگریت پتھنے والو۔ خبردار اور آگاہی ہے واسطے تھارے اولاد اسکوں میں پڑھنے
والی تھاری کی کے نہیں ہے سلگریت پتھنایا تھارا، مگر امداد کرتے ہو تم پور پ والوں کی ساتھ دوست اپنی کی کے
پس پڑی اور بند ستانی پرورم اور پاؤ تم دوستوں اپنے کے کو تاکہ پیچ آخرت کے بدلا پاؤ تم، اس کا
جن بدلے اپنے ہے کا۔“

پنڈ، بری چند آخر نے لفاظ کو آگے پتھنے کر کے ایک نئی طرز کا مزاح پیدا کیا ہے جو صنف
قابلِ ذکر ہے۔ پھر بھی۔

تفصین حسن والوں لوگھوڑا کیا ہے دل ناداں سمجھے بوا کیا ہے
بوگتی جیدر آبادی ایک زردار حور کا ہے سوال اور در دیش کی صدا کیا ہے
کھا کے چورن وہ خود کجو لیں گے ابر کیا چیز ہے نہوا کیا ہے
گرد بی جیدر آبادی ادھر ہم نوکری تھوڑے ہونے بیزار نیٹھے ہیں
اوھ سسرے غلع کے واسطے تیار نیٹھے ہیں
ذچھڑے ہم نہیں ایسے میں نئے پیار والفت کے
تجھے اشکیلیاں سوجی ہیں ہم بیزار نیٹھے ہیں

ماچس بخزی بندہ و صاحبِ محاج غنی ایک ہوئے آکے دوکان پاٹن کے سمجھی ایک ہوئے
مثال درج ذیل ہے۔

بپڑ کے طوشن پر جاتی ہے رجب حسن سے
حالی دل پوچھا گراں نے تو بولے کون گا؟
وہ اگر آئے تو پھر دروازہ کھولے کون گا؟
ہے شبی غدا صرحجر پر ہے غلبہ سیند کا

سخن چینی (لفظی گرفت) recitation

بات میں سے بات کا نکالنا۔ مختلف معنی دے کر ایک ہی لفظ کو جدا گاہ طریقے پر استعمال کرنا
اور مذاق کا پہلو نکالنا۔ بال کی کھال اور حیرنا۔ یہ سخن چینی ہے۔

ایک شیرمالیہ نے اپنے ایک دوست سے بڑے فخر سے کہا: "میں نے تو سیکڑوں کو لکھ پتی بنادا۔"
تم سے ملئے سے پہلے دلوگ کیا تھے؟" دوست نے پوچھا۔
"کروڑ پتی۔" جواب ملا۔

اس سوال پر کہ کون کون شراب پیتے ہیں؟ جواب دیا گیا۔

"پہلے یہ تو بتائیے کہ آپ کا سوال قانون شکنی سے متعلق ہے یا دعوت کا پیش خیز ہے؟"
کسی نے کہا: "یہ سب لڑکے بہت دیر سے پیچھے پڑے ہیں۔"
شورہ دبایا۔ انھیں پیچھے ہی پڑا رہنے دو۔"

کاہک محصلی کی دکان پر درسے۔ "جلدی سے دو محصلیاں چینیک۔ پورہے اس کے دام"
دکاندار۔ "چینیک کر کیوں؟"

کاہک۔ "ارے تھی تھیں کوئے تو میں دور سے پکڑا لوں گا اور لگھر پر سب سے ابھان داری
سے کہہ سکوں گا کہ میں نے پکڑی ہیں۔"

کہتے ہیں کہ لوگ جھوٹپڑوں میں رہتے ہیں اور محلوں کے خواب دیکھا کرتے ہیں لیکن ترقی پسند
محلوں میں رہ کر جھوٹپڑوں کے خواب دیکھتے ہیں۔

راجنکار نے اپنے گھر کا نام رکھا تھا "سورگ" جب ان کو لوگوں نے "سورگ باٹی" پکارنا
شروع کیا تو مجبوراً اپنے گھر کا نام بدلنا پڑا۔

با جھوم لوگوں کا مشتابدہ سیکاں ہوتا ہے۔ سب ہی با توں کو زیادہ تر لوگ ایک ہی نظر سے
دیکھتے ہیں اور امکانات پر ان کی نظر نہیں جاتی۔

ٹانصیر الدین ایک بار گدھ سے پر کچھ ایسے سوار تھے کہ ان کا منہ اس کی دُم کی طرف تھا۔ ہر ایک نے یہی کہا کہ ٹانصیر الدین گدھ سے کی دُم کی طرف منہ کیے بیٹھے ہیں۔ انہوں نے مجھ کو مخاطب کر کے کہا۔ آپ لوگ یہ کیوں نہیں کہتے کہ میں تو سیدھا بیٹھا ہوں۔ البتہ گدھا اُنے مرن جا رہا ہے۔“

ٹانصیر الدین کسی استاد سے قانون پڑھنے رہے اور یہ وعدہ کیا کہ حب وہ وکالت شروع کر کے مقدمہ جیت لیں گے تو استاد کا مختازہ ادا کریں گے۔ ان کی تقیم کی تکمیل کے بعد نہ انہوں نے وکالت شروع کی اور نہ فیں کی ادائیگی کوئی سبیل کی۔ استاد نے ان کو عدالت میں گھسیتاً مقدمے کی ساعت کے دوران انہوں نے منہ بھی نکھولا۔ اور حب فیصلے کی نوبت آئی تو عدالت سے کہا۔ اگر میں یہ مقدمہ اس نوچیت سے جیت جاؤں کہ استاد کو فیں ادا کرنا ضروری نہیں ہے تو ظاہر ہے کہ استاد محترم فیں سے خودم ہو جائیں گے اور اگر میں یہ مقدمہ ہار گیا تو یہ لازم نہ ہو گا کہ استاد کو فیں ادا کرو۔

ادق گوئی پڑے پڑے مشکل غیر معروف الفاظ اور ان کی ترکیبیں اس طرح پر استعمال کی جائیں کہ اور ان پر رعب پڑے۔ لیکن اس کو شش میں خود ہی تحریر کا مرکز بن جاتے ہیں۔ جیسے کوئی کہے؟ شیریں کلامی کی وادی میں ناطقے کے گھوڑے سرپر دوڑا رہا تھا۔“ مزاج پوچھنے پر جواب دیا۔ صدر پر انصبابِ نوازل ہے۔“ با۔ صرف نزدِ زکام کی بھی۔

ایک غریب مرغیں حیکم صاحب سے رجوع ہوا تو انہوں نے فتح تجویز کیا۔“ حلیت کا ضماد کرو۔“ دہ بے چاروں پہنچا بلکا ہو کر مٹہ دیجئے لگا۔ حیکم صاحب نے ڈانٹ کر پھر کہا۔“ حلیت کا ضماد کرو۔“ ظاہر ہے کہ اُس پلے کچھ نہ پڑا۔ مہموںی زبان میں ہینگ کالیپ لگائے۔“ ایک اردو اخبار کے ایڈٹر نے اپنا ادارہ اس طرح پر شروع کیا۔

”بعد از تعصیتے دہور و مرور آیام و شہور۔“

جو شدہ سار نکھلوں کی تحریر تھا میٹ کے ہواؤں میں بلکورے، وہ گنجائے ہوئے بٹلے۔ بالا خانوں کے تھیجوں سے وہ مٹھکھڑوں کی بستی ہوئی چاندنی اور زلفوں کے سیاہ آبشار.....“ ایسی باتوں کا مطلب تو کسی کی کنجھ میں نہیں آتا لیکن سنہی ضرور آجائی ہے۔

تجنیس *Eunivocation* دو نفتوں کا تلفظ میں مشابہہ اور مسمی میں مختلف ہونا علم بدین

کی اصطلاح میں تجسس کہلاتا ہے۔ جیسے ماں یعنی ضرب یا چوت اور ماں کے معنی میں سانپ۔ اور تیرے بالخیں بے اس کو ماں

اس کے سوا بعض الفاظ احراف میں بیکال اور حرکات دعائی میں مختلف ہوتے ہیں۔ ان کی
بندش اور ان سے مزاج پیدا کرنے کو بھی تجسس کہا جاتا ہے۔ جیسے سیر اور سیر۔ ع
کی سیر ہو کے سیر تمپن اور سپل بے
یہ نہ ہو دریا کہ جس سے گزریے پل باندھ کر معنِ پشمِ عاشقان د توڑ پل پل کی پل

ایہام مرشحہ در ترشیح لفظوں کی بازی گری جس میں دو معنی ہوں۔ ایک فوری بھجہ میں آئے
و دوسرا چپا ہوا ہو۔ سخن گوئی کی یہ خصوصیت بادوہ دن نہیں چلی۔ ایہام گوشرا میں تیر، ناقچی، آبرو کے سمجھیدہ
ریوان بھی اس قسم کے کلام سے بھرے پڑے ہیں۔ قریبی معنی میں اس طرح پر ذکر ہو کہ بات مزیدار ہو جائے
اور مزاج پیدا ہو۔

تیر کوہہ میں جان لبک تھجہ ہم دری بتاب سے آئے میں بھر کے یار وابغ فدا کے ہاں سے
حسن تجیرہ۔ کڑا ہی بات کو بلکی بولی میں کہہ جانا۔ سخت مفہوم کی ناؤواری کو اچھے لفظوں میں ادا کرنا۔

فکاپات رمطائبات cross words جمع ہے مطابقہ کی۔ ہنسی
خوشی کی باتیں۔ مزاجی نظر۔ خوش مزاجی اور تفشن کی باتیں، دل چسپ چمکے۔ چہل، ظرافت یا سادہ
محفل۔ بنادٹ لگادٹ سے پاک صاف، سخرا اور شستہ مذاق جو دل کو لجھائے اور مزاج میں
لطافت پیدا کرے۔ بالعموم مخصوص اور سیدھی سادی باتیں۔ خوب صورتی سے پیش کردہ واقعات۔
برنا دشا کا مقولہ ہے۔

"یری ظرافت پچ بات کہنے میں ہے اور دنیا میں پچ ہی مددہ مزاج ہے۔"
اس سادی دلائلہ۔ تھمارا خط دخیر، بہت ہی خراب اور مشکلتہ ہے۔ محنت کر کے درست
کر لو در نہ استھان میں پاس نہ ہو گے۔"

رمکے نے کہا۔ میں خوش خط ہو جاؤں گا تو آپ اٹاکی غلطیوں کے نہر کا میں گے۔"
کلاس میں ہوم ورک نہ کرنے والے لوگوں سے باز پُرس ہوئی کہ اس نے باوجود تاکید کے
اپنا کام نہیں کیا۔ اس نے جواب دیا۔ صاحب میں آج تک لگھر پہنیں بلکہ اپنے چمپا کے ہاں ہمان ہوں

جب لھر جاؤں گا تو ہوم درک بھی کر داولں گا۔“

صدر کنیڈی تقریر کرنے لھرے ہوئے تو اس طرح شروع کیا۔

”جناب صدر۔ بہان خصوصی۔ بناب میر صاحب۔“ اس کے بعد اوھر اوھر نظر دای اور کہا۔ نہ نے کسی کا نام غلطی سے نہ لیا ہو تو برآہ کرم وہ ہاتھ انھائیں میں ان کا بھی تعارف کرادول گا۔

خاکہ اڑانا کیری کچر

نقل و اصل کی جزوی مشابہت، نزدیکی، سخری، تصویر، اذان کے کروار یا اس کے جمانی پیسوں پار کھر کھاؤ کا مذاق اڑانا اصلیت کو قائم رکھتے ہوئے خند اعلیٰ بکار نہ۔

سبھی کبھی کسی اصلیت کو اتنا سمجھ کیا جاتا ہے اور اس قدر بخاکہ رکھا جاتا ہے کہ وہ اصل کا خاکہ ہی بن کر رہ جاتا ہے۔ تحریر یا بیان کے ذریعے خاکہ اڑا یا جاتا ہے۔

کسی مشہور فلم میں کو اپنے حسن پر بڑا ناز تھا اس کا سارا وقت آئینے کے سامنے اپنی سچ وحی کی خود ہی سراہنا کرنے میں گزرتا تھا۔ اس کا مذاق اس طرح اڑا یا گیا۔

”تم بڑے خوش نصیب ہو۔ تم پر جتنارشک کیا جانے کم ہے تم کو اپنے آپ سے مجت ہے اور اس دنیا میں تھمارا کوئی رقبہ نہیں ہو سکتا۔“

مرقع

باہموم، اسٹہراشیہ یا جو یہ عناصر میں ہوتا ہے اور ایک خاص تصویر پیش کرتا ہے کہ جو ملکے سے بھی، ہاشمی اور سخت الشور میں چھا جاتی ہے۔

کچھ مرے ہیں زندگانی کے چند عنوان ہیں کہاں کے

تفشن

comicality, Mirth

پھلے بھری رنگ برنسی باتیں جس میں کسی حد تک دالستہ یا تادا لستہ کسی کا مذاق اڑانے کا منشا بھی ہوتا ہے اور کبھی کبھار کسی کی عدم فہمی یا دیر فہمی سے بھی مذاق پیدا ہو جاتا ہے۔ من موہبی کی خندہ انجیز باتیں۔

اس میں خوش قستی، دلستگی، یار باشی، اور دوستا نگ پٹپٹ۔ چرب زبانی کے پہلو نا یاں

ہو جاتے ہیں۔ اول لطف و انہاد سے من کی موئی چڑھ جاتی ہے
تمہارے کسی طرح نہ ہوئے درد دنیا میں کیا نہیں ہوتا
ہم ہوئے تم ہوئے کہ مسیر ہوئے
اس کی زلفوں کے سب اسی رہوئے
میر کے اس شعر پر ایک لمحہ ز صاحب بہادر جو کہ اردو سے شدھ بدھ رکھتے تھے پھر ک اٹھے اور بے
ہم کچھ گیا۔ ہم تم میر سب کو جیل فانہ بھیجننا مانگتا۔“
نووارد نے جدر آباد کے سٹیشن پر کشاںیا اور چل پڑے۔ راستے میں رکشا والے سے بطور تضمن پوچھا
کہ اس کا نام کیا ہے۔
اس نے بڑی متانت سے جواب دیا۔ ”مرزا سدال اللہ خان غالب“ یہ کچھ دیر چکراتے پھر کہا۔
”پر نام تو بہت مشہور اور معرفت ہے۔
رکشا والے نے بڑے فخر کے انداز میں کہا۔ کیوں نہ ہو صاحب۔ آڑ پھلے ۵۷ سال سے میں ہی شہر
میں رکشہ جلاتا ہوں۔ مجھے تو ہر کس دن اسیں جانتا ہے۔“
کسی محفل میں باہم مرزا غالب کا ذکر ہو رہا تھا اور بڑی تعریف ہو رہی تھی کہ بڑے اچھے شاعر
ہیں۔ ظرافت میں بھی ان کا کوئی جواب نہیں۔ ایک نو دو لپتے بہت دیر سے مُن ہے تھے ان سے رہا نہ گی
بوئے۔ بھائی یہ صاحب کہاں رہتے ہیں۔ ذرا ہمیں بھی توبتا نا۔ اگلے ہفتے ہم اپنی سائنسگرہ کی شاندار دعویٰ
کر رہے ہیں۔ ان کو بھی دعویٰ کر لیں گے۔“
”خیم بڑی تعلیٰ سے کہ رہے نہیں کہ ان کی رگوں میں سادات کا اعلیٰ خون ہے۔“ کسی نے فتوہ چڑھ دیا۔
”بلد بند کا مکال ہے۔ کسی سید نے اپنا خون دیا ہو گا آپ کو۔“
شوہر کی سرد ہیری اور پلنگ پر دراز ہوتے ہی سو جانے پر یوں نے غصہ میں کہا۔ پلنگ پر کئے
نہیں کر او نیکھنے لے گئے، کیا پلنگ بھی گر جا (چڑھ) ہے، رجہاں لوگ دعطا اور سردوں کے دوران میں
او نیکھنے ہیں)

پذلہ سمجھی

Witicism

خوش طبعی اور حاضر جو ای کے ساتھ ساتھ شیرینی زبان اور لطافت بیان ہو اور پھر نکلے سبھی
بھی تو پڑے اعلیٰ میار کا مزاج پیدا ہوتا ہے۔ اس میں ندرست خیال، موصوع کی نزاکت، زبان کی

چاشنی سب کچھ ہوتے ہیں۔ بذریعی۔ اعلیٰ ترین مزاج اور شستہ ظرافت کا مجموعہ ہوتی ہے۔ اس میں نظرات کا عنصر غالب ہوتا ہے۔ مطابقات اور فکرات کے بھروسہ۔ رعایت لفظی اور ایجادی بڑی مہارت سے استعمال کیے جاتے ہیں۔ فصافت اور شیرا بیانی بھی ضروری ہے۔ کبھی کبھی جودتِ طبع اور اعلیٰ دماغی صلاحیت کا مظاہر دھجی ہوتا ہے۔ موضوع کو بڑی پاکدستی سے بدلا جاتا ہے اور غیر متوقع طور پر خیال کو سرے سے بدل کر نکتہ پیدا کیا جاتا ہے۔

بذریعی مزاج کا وہ خاص روپ ہے کہ جس میں کسی خاص واقعے کو ایسے زادی سے پیش کیا جائے کہ لوگ جنتے پر مجبور ہو جائیں۔

باسول نے ڈاکٹر جاشن کی زندگی کے بیشتر واقعات کچھ اس رنگ سے پیش کیے ہیں کہ آج ہم اتنا پر بے اختیار ہنتے ہیں اور یہ بہت ملکن ہے کہ باسول نے کبھی بھی یہ نہ سوچا ہو کہ یہ سنسکی کا محرك ہو گا۔ بالعموم زنگیلا، زندہ دل اور سہنوار آدمی اپنی طبعی خوش مزاجی اور بذریعی سے پوری محفل کو اپنا ہم زنگ بنالیتا ہے اور متعددی قسم کی خوشی بکھر جاتی ہے۔

مزاج میں جستگی، اختصار اور فی البدایہیت نہیں ہوتی بلکہ اس میں پر منظر، واقعاتی اشارے کردار کی تفصیلات، زبان کی لچک اور ایسے ہی دوسرے بہت سے سہارے ہوتے ہیں۔ برخلاف اس کے بذریعی ایک قدر تی عطا یہ ہے۔ جس کو سنبھالنا اور صحیح طور پر استعمال کرنا ہوتا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ بر سہارا برس کے لئے علم کا پخواز کر جو فندرے خفیف الفاظ میں اداویٰ معانی و مطلب کے لیے کارکر ہوتا ہے اس کے لوازماں میں شامل ہے۔ تہذیب و شاستری کے غلط تصور میں لوگ جنتے جس نے کو میوب جان کرائی، ان سے گزر کرتے ہیں کہ جو سنسکی کام سامان پیدا کریں تیکن جن مہذب لوگوں میں خود اعتمادی ہوتی ہے وہ بذریعی سے میزرا ہوتے ہیں۔ البتہ جو اس اعلیٰ صلاحیت سے محروم ہوتے ہیں یا جن کا علم اس سطح پر نہیں پہنچتا، مسخرہ ہیں، دل تگی، سہنوار ہیں پر اُتراتے ہیں۔ ایذا پہنچا کر دوسروں کو تعلیف میں الجھا کر خود ہیں لیتے ہیں لیکن دوسروں کو ہنسا نہیں سکتے۔

لفڑ Irony.

مزدکنائے میں نوک جھونک، اشارے اشارے میں ایسی بات کہ جو دوسرے باطل سمجھو نہ سکیں۔

تیچ در تیچ نیز پھر کے ساتھ، ظاہر کچھ، باطن کچھ۔

راز را درستے ہیں کچھے دلے کچھے جائیں۔ اس میں بالعموم ذاتی بغض و عناد کا داخل نہیں ہوتا۔ لیکن پھر بھی دل میں کچھ کہوتے ہو رہتی ہے۔ بالواطہ کسی اور بات کا سہارا لے کر چوت پلی جاتی ہے۔ حضرت خاتم نبی کے کہا ہے۔

بنائے شہر کا مصاحب پھر ہے اتنا وگرنہ شہر میں غالب کی آبرو کیا ہے
بظاہر سی کا نام نہیں لیا گیا اور نہ بات کھل کر کی گئی۔ پھر بھی کچھے دلوں نے کچھ لیا کہ یہ چوت
ذوق پر لگائی گئی ہے۔

رمذان میں تہذیب و شاستری کا ساتھ نہیں چھوڑا جاتا اور مخاطب کے دل میں چین پیدا کی جاتی ہے
ایسے دار شاپری خالی جاتے ہیں۔

کبھی کبھی بھجتے مسni جا ارادہ ظاہر ہو جاتے ہیں جس کے اظہار کی نیت نہیں ہوتی۔ کسی نے اپنی
محبت جانتے ہوئے لاکی سے پوچھا۔ ”پچھ بتانا تھا ری زندگی میں تم سے پہلی بار میں نے ہی محبت
کی ہے؟“ لاکی نے بلا تامل کہا۔ ”بے شک بے شک۔ مگر میری کچھ میں یہ بات نہیں آئی کہ ہر مرد
بھی سوال کبوں کرتا ہے؟“

رمذان میں بالعموم مخالف نقطہ نظر یا نظری کو بظاہر اپنایا کرو اس سے انفاق کرتے ہوئے
کچھ اس انداز سے پتچہ اخذ کیا جاتا ہے کہ وہ نقطہ نظر غنو اور مہمل ثابت ہو جاتا ہے۔ در پردہ جڑیں کافی
جائی ہیں۔ مزاح کی یہ بہترین صفت ہے۔

جو گزتے ہیں و آغ پر صدمے آپ بندہ نواز کیا جائیں آغ

یہ اڑی اڑی سی نگتی پھٹے کھٹے سے گیسو
احان داش

تری صحیح کہہ ہی ہے تری رات کا فسانہ

آشنا زلف، پاک قبایل مازہشم ہیں صحبتِ شباز کے ظاہر شاہ ہنوز شفیقہ

زہم بھے ز آپ آئے کہیں سے

پسینہ پوچھیے اپنی جبیں سے

انور دہلوی

شوخ بیانی

شوخ نگاری۔ اردو شاعری میں محبوب کے حضور میں کافی شوخی برقراری گئی ہے اور
بڑھ کر سراپا کی تعریف کی گئی ہے اور پھر مشوق کی شو خیوں کو سراہا گیا ہے۔ بالعموم شوخی بیان

کے لیے تہمت اور حوصلہ درکار ہے کہ جس مدعیاً کا انہیں جو اس میں آرزویں اور تمناً میں اچھا چل پڑے۔

شوخ بیانی کا مستہبایہ ہے کہ ادب و احترام کی صد و پار ہو جائیں۔ بے باکی تعلک پڑے۔

بات ایسی شوخی و شنگ ہو کہ ناگوار غاظرنہ ہو۔
اس قسم کی باتیں بادشاہی سلف کے حضور میں بھی کبھی باتیں رہی ہیں اور اس تہیید کے ساتھ
جان کی امان پاؤں تو عرض کرنے کی جرأت کروں۔

اس کے بعد جو بھی کہا جائادہ بھی اس سلسلہ اور دم دہری کے ساتھ ہوتا کہ تلمذ بات بھی غبارِ خاطر
نہ ہوتی بایشکھنگی پیدا کرتی۔ ایسا لگتا کہ ہر فقرے پر چیکاں اور ہر چیکی پر سنبھلی۔

خیالات کی تزیین لطیف اور سبک انداز میں اس طرح کہ سامعین پر سرور اور وجہ طاری
ہو۔ انھیں ایسے لکھ کہ زبان پر گوہریں ہیں برستے ہیں۔ الفاظِ گنجینہ معانی، حسنِ تخلص نہیں۔ ایک طرح
سے زعفران زار۔

شوخی خیال اور شوخ نگاری میں عمر خیام کا کوئی جواب نہیں۔ جودتِ طبع ہے یہ اپنے
کلام میں ایسی شوخیاں سمجھرتے رہے ہیں کہ نہ خدا کو چھوڑا نہ بازاری عورتوں کو، بہرا یک پر
دار کرنے رہے ہیں۔

زادہ پر زن سے گفتاستی کر خیرگستی دہشت پوسٹی
زن گفت چنان ری نایم سستی تو نیز چنانکہ می نایم سستی
ایک غاثہ عوت سے زادہ نے کہا کہ تو اپنے ہوش میں نہیں رہتی۔ اچھائیوں سے
الگ اور برا یوں میں آلو۔ رہتی ہے۔ اس نے کہا۔ ”تو پچ کہتا ہے“ میں بھی بھی ہوں اپنے
آپ کو ظاہر کرتی رہتی ہوں۔ تو بھی جیسا ہے دیسا ہی اپنے آپ کو ظاہر کر۔

اس قسم کی شوخ بیانی کی جملکیاں حضرت امیر خسرد کے کلام میں بھی بہت ملتی ہیں اور
بہت پر لطف میں۔
فرماتے ہیں۔

زبان پار من ترکی دمن ترکی نی دانم چخوش بوئے ہگر بونے باش و دہان من
اس شوخ کی زبان ترکی اور میں ترکی سے نابلند کیا اچھا ہوتا کہ اس کی زبان میرے من
کے اندر ہوتی۔ غصب کی ذمہ محنوت اور شوخی ہے۔

حضرت داعنے کیا خوب کہا ہے
شوخی سے مُھرّتی نہیں قائل کی نظر آج
استاد غالب بھی اپنی شوخی طبع کے لیے مشہور زمانہ ہیں۔ یہ خدا ہے آپ پر ٹھنڈرتے اور متون
لے تو کسی اور پر ہاتھ چلانے سے نہ چوکتے۔

دیکھیو غالب سے گر الجما کوئی
بے ولی پوشیدہ اور کافر کھلا
اگر الہ آبادی نے بھی اپنی خوش کلامی سے شوخ بیانی کے جو ہر دکھائے ہیں اور ان کی افتاد
بلع نے بھی شو خیاں دکھائی ہیں۔

یکن اتنی بات تھی کہ تارہار دیا نہیں
پیکوں پر غصہ دشراست کی نظر
بہتر ہے یہی کہ نسنگے پھریے اگر
عائشی کا ہو بڑا اس نے بگارٹے سائیں

ہم تو اے بیا ہیں ہے اغیار بی اے ہو گئے
جب کہا میں نے کہ پیار کیے جو جو کو تم پر نہیں کے کہنے لگے اور آپ آتائی ہے

ستم ظرفی

Tragic Humour. Callow's Humour, Crookies.
Cruesome Humour. Macabre

اُردو زبان کا یہ ایک ٹڑا پر معنی لفظ ہے اور اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ یکن
تعجب کی بات یہ ہے کہ انگریزی زبان میں اس کا کوئی ہم منتی لفظ نہیں تھا۔ امریکیوں نے انگریزی زبان
کو نئے نئے الفاظ دینے ہیں۔ دونوں کو ٹاکر اخخار کے ساتھ ایک بیان لفظ بنادیا۔ بہت عام ہو چلا ہے
مشائیر افک انڈیکیٹر کو جوڑ کر ڈرافٹکر دیا۔

انگریزی لفظ cruel یعنی بے دردی یا ظلم کو جوڑ موڑ کر crookies بنا دیا کہ جس
سے ایسے مذاق کا انہصار ہوتا ہے جو بے رحمی کے ساتھ کیا جائے اور صورتِ واقعہ ایسی ہو کہ فنا کی
میں بھی کوئی پہلو مژا کا ہو۔ البته اس میں تفصیل، تذلیل یا ایڈار سانی کا جذبہ کار فرمائیں
ہوتا۔ حرف موقع محل اس کو ایسی نزاکت بخشتا ہے کہ روئے میں بھی آنسو کے بجائے مسکرا ہت
امد پڑتی ہے۔ خندہ اور کیس بھی تو ایک ستم ظرفی ہے۔

ابتدائی اردو ادب میں مرزا فتحی شودا کا ایک خاص مقام ہے کہ انہوں نے ایک دل بلے کے

انہیاں غم والم کو اس طرح پیش کیا کہ وہ مرثیہ و نوحہ کے بجائے مزاج کا شکار بن جائے گا ہے۔

”شہر آشوب“ اس کی بہترین مثالی ہے۔ اسی طرح قصیدہ ”تضییک روزگار میں ظرافت“ علی پائے کی ہے۔

حضرت غالب نے بھی الہ ناک مواقع پر اپنی فطری ظرافت سے دکھ درد کا مدا دکیا ہے۔ اپنے ایک دوست کو اس کی بیوی کی وفات پر جو پرے کا خط لکھا ہے، وہ ستم فریقی کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔ لکھنے ہیں۔ فیر کی انتہا یہ ہے کہ وہ حسن بصری سے صحیح کھائے۔ عاشق کی خود یہ ہے کہ مجنوں کی ہم طریقی سفیب ہو۔ یعنی اس کے سامنے مری۔ بلکہ تم اس سے بڑھ کر ہوئے۔ یعنی اپنے گھر میں اور بخاری مجوہ اخیں کا مشہور شعر ہے۔

میں نے کہا کہ بزم ناز پا ہے غیرے تھی بڑھ کر ستم طریق نے مجھ کو اٹھا دیا کہ دوں
پر محاور سے تو زبان زدھا ہیں۔ آگ یعنی جائیں پہنچری اٹھے۔ یا بالکل بر عینکس۔ ”روز سے
بخوانے گئے نازیں گئے پر گئیں۔“

پھر ایسے حادثے بھی ہوتے ہیں کہ مریض نے موت مانگی اور دلکش رحلت کر گئے، رو دعا میں سجاب ہوئیں دلت ملی اور صحت کھو چکئے۔

قدرت کی ستم فریقی دیکھیے کہ انسان کی زندگی میں اس کے دانت سڑتے جلتے اور گر جاتے ہیں اور جب خود انسان موت کا خوش میں جائیں چاہے تو گوشت پوست ہڈی سب کچھ تخلیل ہو جاتے ہیں لیکن دانت صحیح سالم رہتے ہیں۔

سرمند اتے ہی رلے پڑے جس مفہوم کو ظاہر کرتا ہے وہ بھی ستم فریقی ہے۔ اور انتہائی دلپ قسم کے حادثے و قوع پذیر ہوتے ہیں۔

انگریزوں کا مزاج کچھ اس قسم کا ہوتا ہے کہ جس شخص کو سولی کی سزاد یعنی کے بیچے پھانسی کے تختے پر لے جایا جا رہا تھا اس نے ان تختوں کو دیکھا اور ان میں جو کھڑک کھڑا ہٹ ہوئی تو چونکا ہو کر پوچھا۔
”چھنے مفہبوط تو ہیں نا؟“

انتہائی سردی کے موسم میں برفباری ہو رہی تھی اور فوجی دستہ کی پکپاتے ہوئے جاڑے میں ایک قیدی کو شہر کے باہر گولی ارنے لیے جا رہا تھا۔ قیدی نے سردی کی شکایت کی تو کہا۔ تم کو بی ریگ، تھبا تو قصہ ہی ختم ہو جائے گا۔ ہم کو تو پھر اسی سردی میں کھڑک دا پس چل کر جانا ہے۔“

ایک بودھا شخص اپنے دوست کے کفن پر حاضر تھا اور جب میت قبریں آتا ری گئی تو وہ خود بھی اندر جا کر مدد کرنے لگا۔ ایک نوجوان نے اوپر سی سے اس کی عتر پوچھی اور جب اس نے ۰۲ سال بتایا تو نوجوان نے کہا۔ ”اب آپ باہر آ کر گھر جانے کی تخلیف کیا کیجیے گا۔“

کرشن چندر کے اردو ناول کا ترجمہ اس فریڈ ویگلی میں شائع ہوا تھا۔ ایک صاحب جو اردو کتابیں کم ہی پڑھتے ہیں اور ادب سے بھی ابھی ہیں اس ناول سے متاثر ہوئے اور پڑتے جوش و خوش سے بولے۔ ”تم لوگ ایسی کہانیوں کا اردو میں ترجمہ کیوں نہیں کرتے۔ اس سے اردو دادا کو بہت فائدہ ہو گا۔“

نزع کا عالم تھا۔ آج ہم پہنچائی جا رہی تھی اور بودھا بابا اپنے بیٹے کو بتا چکا تھا کہ اپنی وصیت میں اس نے ساری جانداؤں روپیہ کاروبار سب کچھ اس کے نام کر دیا ہے۔ بیٹے نے بہت ہی محبت بھرسے انداز میں باب سے کہا۔

”آپ نے مجھ پر بڑا احسان کیا ہے۔ میں تو اس لائق نہیں تھا۔ اب آپ جو حکم دیں وہ سرانحون پر اور آپ کی رضی پر ہی تمام عمر ملا کر دیں گا۔ آپ جو کہیں گے اس پر عمل آوری میرا فرض۔“
باب نے دم تکھنے محسوس رکے کہا۔

”بیٹا فی الحال جو اس سجن کا پاٹ پتھارے پاؤں تلے دبایا ہے اس پر سے پاؤں تو بٹانا۔“
کنوار انوجوان دفتر دیر سے پہنچا۔ سررچوٹوں کے نشان اور تازہ زخم دیکھ کر سنبھلے بعد رہی کی اور بودھا کا ماجرہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ وہ دفتر کے لیے تیار ہوا تھا اور پتوں پہن چکا تھا کہ اس کے بیٹن تو فنے ہوئے دیکھے۔ سینے پر دنے میں بالکل ہی دفل نہیں اس لیے سوچا کہ پڑون ہی کو تھوڑی تخلیف دوں۔

سننے والوں نے کہا۔ ”تب تو اس نے بھجا ہو گا کہ تھا ریتیت خراب ہے اور خوب مررت کی ہوگی۔“
اس نے کہا۔ ”نہیں تو، اس بے چاری کو تو کوئی غلط فہمی نہیں ہوئی وہ تو فوز رہی سوئی دھاگہ لے کر میرے سامنے بیٹھ گئی اور میں کھڑا کھڑا گندے یاں ٹکو اتارتا اور جب سینا ختم ہو گیا تو وہ اپنے دانتوں سے ناگا کاٹ رہی تھی۔ میں اس وقت اس کا شوہر آپہنچا۔“

ایک جنتلین مہاشتکار صبح صبح اپنی گائے کا دودھ دو دیتے تھے۔ کوت آتا کر الگ کرو یا۔ اس مول پر طینان سے بیٹھے تھے۔ گائے نے بری طرح پیش اب کر دیا۔ ان کی پتوں بیگ گئی۔ انھوں نے پتوں اور اندر کی نیکرو اتار دی۔ پھر درب ہنسنے پلٹے تو گائے نے پھر فلانخت کی۔ بہجوری تمام ان کو قیص بھی

اتارنی پڑی اس کے بعد گائے نے زور زور سے دم ہلانا شروع کیا تو اپنی جگہ سے اٹھئے اور رسمی سے گائے کی دم کو جھاڑ کو باندھ دیا۔ الجھی یہ اسی طرح کھڑے تھے کہ ان کی بیوی اور حضرت علیں۔ انھیں جو اس حال میں کھڑا دیکھا تو بلا پوچھتا چھ کے اٹھئے پاؤں لوٹ گئی اور آج تک ان سے سیدھے منہ بات نہیں کرتی۔

زملائے شوہر کا درست اس کی غیر موجودگی میں گھرا یا اور پڑی میمھی میمھی باتیں کر کے کہنے لگا۔ نرملا اگر تم میری بات مان جاؤ تو میں تم کو ایک ہزار روپے دے سکتا ہوں۔

زملائے سوچ میں پڑ گئی۔ اور حرس کا ہاتھ بھی تنگ تھا اور کچھ قرض کا بو جھ پر لشان کیے ہوئے تھا۔ وہ مان گئی اور خوشی خوشی ایک ہزار روپے رکھ دیا۔ لیکن بعد میں اسے بڑا زبردست دھنکا لگا جب اُس کے شوہرنے گھر آنے پر پوچھا۔ راجن سے ہاتھوں میں نے ایک ہزار روپے بیٹھے تھے، کیا وہ تھیں مل گئے؟

فرینک میناڑا کو بے ہوشی کے دورے پڑنے لگے تو انہوں نے ڈاکٹر سے مشورہ لیا۔ ڈاکٹر نے پوچھا۔ آپ اب کتنا کمائیتے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہی کوئی چالیس روپیاں لاکھ سالاں نہ ڈاکٹر نے جو شخخ تجویز کیا وہ ستم ظرفی سے کچھ کم نہیں۔ انہوں نے کہا کہ آپ فوراً ہی کچھ اچھی قضا خرید کر جائیے۔ آپ غذا کا کم کی بیماری کا شکار ہیں۔

ہر صیحت کا دیا۔ تتم سے جواب اس طرح گردش دل کوڑایا۔ میں نے

فرنک Lion erick

انگریزی میں اس قسم کی شاعری بہت مقبول ہے اور پی صدی سے آج تک مزاوجہ ادب میں اس کا خاص مقام ہے اس کو nonsense verse ٹک بندی بھی کہا جاتا ہے۔ اس لیے کہ اس میں خیال کی پرداز پر کوئی پابندی نہیں اور روایت وقت افیہ کو جس طرح چاہا توڑ دیا جاتا ہے۔

ایڈورڈ لیر نے انگریزی میں اس کو بہت ہر دل عزیز بنایا اور پھر اس میں بہت زیادہ غفر جنبیات اور لذتیت کا راحصل ہو چلا ہے اور فرنک ایسے ہی سمجھانی جذبات کے انہصار کے لیے لمحے جاتے ہیں۔ اس صفت میں مٹشنز کی تیزی اور جمیں بہت زیادہ سخت ہوتی ہے۔ سا بھ ہندی گانے اپنی نظم "ایک چلم پر" مضمون پہلو خوب اچھا لے ہیں۔ کہتے ہیں۔

بہت ہوب صورت بہت نیک تھا وہ
 ہزاروں جوانوں میں بس ایک تھا وہ
 کسی سے بھی رکھی نہ اُس نے عداوت
 کر پڑی تھا اُس نوجوان کا شرافت
 مزدور کے بے حال ہوا سے دہن تو
 نہ کر اس قدر آہار نج دھن تو
 وہ جنت میں خوشیاں منائے گامت رو
 وہ حوروں سے بُل لگائے گامت رو
 رضیہ زر اگرم چاول تو لانا
 ذکریہ زر انہڈا پانی تو لانا
 منگانا زر اشور ہے اور خالہ
 برصاننا ادھر کو زر ا پیارہ
 ارے بو پیان میں سالن میں تیرے
 پچھہ بھر لکھا تھا مقدار میں میرے
 دہن کھسپ میں چورن اگر ہو تو لانا
 بہن تو زر اکھا ری بو تل منگانا
 نہ کر بین اتنے نہ روا تنا پیاری
 ہلدے کھجے پہلئی بے آری

ہنسی اور قہقہے کی مختلف اشکال

مسکراہٹ، ہنسی اور قہقہے کے درمیان بھی بہت ساری ایسی اشکال ہیں کہ جواندہ فنی کیفیت کو بھی نہیں سمجھ سکتی ہیں اور انسان کی فیضیات کی کیفیات کو بھی واضح رکھی ہیں۔ بہرہ بڑ اپنے تو کہا تھا کہ انسان کے اندر جو زائد قوت یا تو نامی ہوتی ہے وہ ہنسی سے چھلک جائی ہے اسی لیے صحبت مذکوہ آدمی کبھی بننے بنانے سے نہیں تجھجھکتا۔ سینیون لی کاک اور تھاس بانہ کا خیال ہے کہ احساس برتاؤ کا اظہار ہنسی کے ذریعے ہوتا ہے۔ لیکن ہبسا امثا بہرہ بے کہ جب انسان دنیا اور اس کے سارے عوام سے موافقانہ جذبات رکھتا ہے تو بات بات پر ہنسی ابل پڑتی ہے۔ بہرہ اسی دلی اپنے گرد ایک یہم اور ضابطہ دیکھنا چاہتا ہے۔ اور جب اس کو ہم آہنگی کا فقدان نظر آتا ہے تو وہ نہاد اور ناگواری خاطر پڑھنے ویتا ہے اور اس کی پر ہنسی یا تو عمل ہوتی ہے یا سماجی اصلاح ہ پڑھنے ویسا مسلک قدر دن خوال بڑے ہستے ہوئے دیکھنے پر جو ناگواری ہوتی ہے اس کے خلاف مدافعت یا فتح یا فراز کی نیت سے بھی انسان ہنس کر ان تاثرات کو دور کرتا ہے۔

ہر موقع اور محل کے لحاظ سے چہرے کے اعصاب، لاشوری اور غیر افتخاری طور پر اثر پذیر ہوتے ہیں۔ ہلکی ممکونی سی بات پر صرف مسکراہٹ، اس سے بڑھ کر رد عمل ہوتا ہے تو ہنسی اور بہت زیادہ تاثرات ہوتا ہے تو قہقہہ۔

گلوکیزی Giggle کی مشقت کو روکا بھی نہ جائے۔ بہرہ بڑ کیفیت یہ واضح بھی ہو کہ قہقہے کو دہانے کی ناکام کوشش کی جا رہی ہے اور گلے سے اسی آواز پر نکلیں کہ جو سب من سمجھیں بسا اوقایہ خود اعتمادی

کی کمی کو بھی آشکارا کر دیتی ہے اور بد تیزی کا بھی افہار موتا ہے۔

چکلّس *Cruckles* جب بنسی قہقہے سے بہت کم تر ہوا اور اس کی اُنھان ایسی ہو کہ زدیتے ہوئے خوش طبع سے مانے کے لیے بھی ایسی آواز نکالی جاتی ہے۔

خندہ استہرا *Snicker* کی نیت سے ہو یہاں پر بجائے استہرا یہ یا ہجور یہ جملوں کے صرف بیکی سی مسکرا بست یا دبی چپپی بنسی یا آنکھوں کے اشائے سے۔

بوقت بنسی ایسی آوازیں کہ جیسے کوئی غوارہ کر رہا ہو اور پھر یہ اور وہ اخاہ *Gargle* کے لیے بنسی کا باعث بن جاتی ہے۔

قلقل *Titter* صراحی سے جب رُک کر پانی گرتا ہے تو ایک خاص قسم کی آواز نکلتی ہے۔ عین اسی طرح بعض لوگ بنتے وقت آوازیں نکالتے ہیں۔

زیر لب تمہم *Grin* قہقہے کو خلاں ہندیں کھجتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مہنی ہونٹوں پر کھیل کر رہ جاتی ہے۔ ایسے کہ فرض ادا ہو گیا ہو۔

غنچے، تری زندگی پل بنتا ہے بس ایک بتسم کے لیے کھلدا ہے
غنچے نے کہا کہ اس جمن میں بابا یا ایک بتسم بھی کے ملتا ہے
یہ سب سے زیادہ خطرناک اور خوت ناک مہنی جوتی ہے جس سے شخص لزکر جگ ہنسائی ۔۔۔ پناہ مانگتا ہے شرم دھیا اور اپنی عزت دناموس جن کو عزیز ہوتے ہیں ان کے لیے یہ بہت بڑی سزا ہوتی ہے۔

ہنسے تو مجھ پہنے اور دد بھی بر سر عام منا کے توڑتے ہیں جگ ہنسائی
پر خوش طبعی اور ذہن دماغ کی علامت ہوتا ہے۔ جس آدمی میں احساس قہقہہ *Guffaw* کتری ہوتا ہے وہ البتہ اپنے احساس کو چھپانے کے لیے بد تیزی سے قہقہے لگاتا ہے اور جس میں احساس بر تری ہوتا ہے وہ دوسروں کی تضییک کی خاطر بآواز بلند قہقہہ لگاتا ہے۔ لیکن زرم دل آدمی کا قہقہہ اس کے خوش مذاق ہونے کی دلیل ہوتا ہے۔
دووار قہقہہ : نلک شکاف قہقہے مبالغہ ظاہر کرتے ہیں۔ اور وہ کھلی ہو اپنی جانی ہے۔

قلقاری یعنی ہونا یا ہوتا ہے کچھ جملہ کا عضو بھی شرک پا اور ملکہ سب سی کو قلقاری کہا جاتا ہے۔ بالعموم بچوں کی بے اختیار

اس شخص میں بعض خوافات مستقل طور پر توجہ کا مرکز رہے ہیں جیسے کہ واعظ اور زادہ کا سخن خر
شخ سے چھپ رہا ہے۔ مختب کے نام کے پس پر وہ صاحب فہم و ذکا حضرات کی مٹی پیسید کرنا تاکہ سُننے والے
محظوظ ہوں۔

دل آزاری

روزمرہ کی زندگی میں یہ بھی دیکھا گیا ہے، کسی کی دل آزاری بہت ساروں کے لیے تصریح طبع اور تفسن کا سامان بن جاتی ہے۔ ظریز کو چھوڑ کر ہجو، استہزا، ہرل، غفرے بازی، تضییک، نہ بیل، سبک، پوچ، لغو، رکب، مہنگا، بہانت، پچڑی اچھا، گائی گلوچ، دشناام، مخلطات، سب و شتم، ہعن طعن، ٹھٹھا، مخوا، چھیر خانی، چکڑ بازی، کلاود رازی، زبان درازی، صلح جگت، یہ سب کی کوڑاتے ہیں تو ہمتوں کوہنساتے ہیں۔

اس خصوصیں اسی حزن امداد متعلق طور پر توجہ دلانے کا مرکز ہے، ہیں جیسے کہ داعظ اور زاہد کا مسخر ہنسنے سے پہنچہ بخت کے نام کے بس پر دن صاحب نہم ذکرا حضرات کی مشی پلید کرنا اکار منے دلے لفظ ہوں۔

ہجو۔ ہجا :- ہے۔ شاعری میں تعریف و توصیف قصیدہ کہلاتی ہے۔ اس کے برخلاف مذہب دل آزار تنقید، نوک جھونک، طعن، شنیع، لامت، پھیپھی وغیرہ سے جب کام دیا جاتا ہے تو وہ ہجو کہلاتی ہے۔ اس کی مثال کا نہوں بھری جھاؤی کی ہے کہ جس کے پھل اور پھول دنوں ہی تکلیف ہیں۔ لیکن جس طرح بچلوں کے ساتھ ساتھ کانے ہی بھی ہوتے ہیں، اسی طرح چینستانِ ظرافت میں خارہ زار ہجو بھی ہے۔ ہجو کا مقصد اور مفہوم ظرافت کے منصب در مذاق سے جدا ہے۔ اسی لیے ہجو میں جو ظرافت پائی جاتی ہے اس کو بجا طور پر زہرستہ کا نام دیا جا سکتا ہے۔ یہ بات ضرور ہے کہ جس کی ہجو ہوگی اس کے لیے تو دل آزاری کا سامان ہوگا۔ لیکن غیر متعلق سننے والوں کے لیے لطف اندوزی کا موقع ہوگا۔ بالعموم برہمی، اشتغال، غصہ، بعض دعاء، تعجب، حسد، ہعن طعن، بدگولی، غربت، خاتا اس کے محركات ہیں اور لطیف، انتقام یا جلا پا جو جلے دل کے پھپھو لے پھوڑے جاتے ہیں وہ سب ہجو قبیح کی شکل میں بھرتے ہیں۔

مرنج کی جب گفتگو ہونے لگی آپ سے تم نہ مسے تو ہونے لگی اور جب نشرت کی طرح پچھتے ہوئے الفاظ میں سماج کی برا نیوں کی مصادری اور عکاسی کی جاتی ہے۔ یا لظاً معاشرت کا تجزیہ۔ بد بیباک تفہیہ نہ صار کا پسلویے ہو تو ہجو ملیجہ ہو گی اس میں نقہ ظرافت کی جملکیاں ملتی ہیں۔ بیک نظر مرح و توصیف کا شبد ہوتا ہے لیکن اس کا مفہوم ذم کا پسلویے ہوئے ہوتا ہے۔

حضرت امیر خضر نے بھی بڑی ملاحظت اور نقہ پن کے ساتھ ہجوم لکھی ہے۔

ہجوم نگاری کے فن کو تیرا در تودا نے سینخا اور سیوا را۔ ان کے معاصرین اور شاگردوں کے طفیل ہے دلی ہیں یا غردن کو سمجھی۔ مرتضیٰ محمد بن سعیع تودا، شیع مصطفیٰ، شیع مصطفیٰ، شیع اور سید اشنا نے اس فن کو تھاڑا خشن بیان۔ بند بائی۔ سوزش قلب و جگر اور جس گرمی ہیں ہجوم نگار خود تپ رہے تھے اس سے اس فن کو ادب ہیں ایک مقام ملا۔ بھی اساتذہ جب ولی سے لکھنے پہنچے تو پھر وہاں بھی ہجوم لکھنے کی دعویٰ دھام رہی اور نہ بوک نظم قصیدہ سے کے ساتھ ہجوم نے بھی اپنی جگہ بنائی۔

ایک کامیاب ہجوم نگار کی سرثستی میں تودا کی طریقہ نظری شوخی اور ظرافت عنادی ہے چاہے، فی الفہریں دشنا اور تفصیل کے جذبات میں لیکن تحریروں میں اور بیانات میں وہ نگہ و سراست نے کھوار آتا ہے۔ تودا نے زبرے نجھے ہوئے تیر چلائے اور شاہوں کی بزدیں مصاہبوں کی کم ظرفی۔ خاکہ کی ناہلی پر خوب کچوک کے دیے۔ انہوں نے ہر صنف لنظر کو اپنی ہجوم گونی کے بے استعمال کیے۔ غزل، قصائد، مفہومکات، قطعہ، رباعی، مشکل، مشنوی، غمی غوش کہ جہالت سے یہ ہجا کے دار رہتے رہے۔ تودا نے شیدی فولاد خان کی ہجوں جو مشنوی کہی ہے وہ در جنم شہر کی بدانی کا ذکر ہے۔ کوئی اسلامی شہر کی رشوت خود میں اور پھر اس کی بد انجامی کو نہایت بہرمندی سے بتلایا ہے حکیم غوث کے عنوان سے بھی بڑی مرے دار ہجوم لکھی ہے۔

صدر کے بازار میں ہے اک دنگ عارِ اطباء و طبابت کا نگ

شکل ہے شیطان کی اور غوث نام

جگہ میں بلا کو کاہے قاسم مقام

بستی میں رکھتا ہے اثر بوم کا

ہے متوطن وہ عسین ردم کا

ملکت ہند میں اب گھر بگھر

اس کے قسم کا کروں کیا بیساں

غامر نہیں خجسر مباراں ہے وہ

کشتنِ فلق اس کا غرض کام ہے مرگ و فضائخت میں بناؤ ہے
 غوث نہیں ظالم بدھ ہے دہ کہہ نہ طبیب اس کو جاؤ ہے دہ
 بیرونیزِ نگی تصیدہ اور تجویدونوں بی کے استاد تھے۔ ان کے مثا کے مطابق بات ہوتی
 تو تصیدہ ساتھے دردہ تجویں کا کلام کئی اعفار سے توجہ خاص کا مستحق ہے۔ سودا، میر سوز، حاتم، محمد
 نقی میر اپنے شفیرین اور ادبی شان کی وجہ سے آج بھی زندہ جاوید ہیں۔

مرزا غالب نے اُردو زبان کو ایک نئی شان اور اداوی۔ اپنی شکھتہ تحریروں میں گھرے معانی و
 دلچسپ مطالب انھوں نے بڑی شان سے بھرے۔ ان فلسفی طاقت سے کتابیں بھری پڑیں اور ان کے بھر جیلے
 زبان زدعاً ہو کر رہ گئے ہیں۔ جیسے ”گھر کی محنت ایسی کہ انسان گھنٹہ بھر رہتا ہے تو اندر دکھنٹہ بر سا کا لطف آتا ہے“
 کسی نے طاخون کی دبائی شدت کے متعلق پوچھا تو کہا۔ یہ بھی کوئی طاعون ہے کہ جو مجھے
 سالہ سال کے بُدھے اور میری بیوی پر اس کا کوئی اثر کا رگر نہیں۔

غائب کی بھروسے کبھی ذاتی جذبات کسی کے خلاف کا فرمانہ ہوتے۔ بیشتر دہ اپنے آپ کو
 شانِ طامتہ بنایا کرتے کسی نے کہا کہ باد و خوار کی دعا کبھی مقبول نہیں ہوتی تو انھوں نے کہا جب کسی
 کو پیش کو مل جائیے تو پھر دہ دعا کیوں کرے۔

تصیدہ تفحیک اور دزگار میں ہاظہر ایک گھوڑے کی بھوہتے سیکن دراصل فوجی نظام کی
 خرابی کا مرثیہ ہے۔

عواجمی شاعر نظیر الہبی بادی نے اپنے زمانے کی ساری خرابیوں کا بھانڈا پھوڑا ہے۔ صنف
 بھوہتے سیکنہ، آدمی بغلس کا فلسفہ غیرہ ان کے شاہ کار میں۔

نشاء اللہ خان انشا نے ذاتی بھر و عزاد اور انتقامی جذبے کو خوب سجا کر پیش کیا ہے۔ اس
 میں تکہ ذہبے سیکن اور یانہ شان نہیں ہے سوائے ذریانے رہافت کے۔

آج گل کی نظرافت بھی بڑی حد تک اسی انداز کی ہے۔ فتنہ یہ ہے کہ طرز بیان جداگانہ ہے
 اور زادویں سگا و بدلا بدلہ ہے۔ یہ ایک ایسا آئینہ ہے کہ جس میں دیکھنے والے اور دیکھو
 نیتے ہیں مگر اپنی سورت کبھی نہیں دیکھ پاتے۔

شام اولادہ سے لطف اندوز ہونے کے لیے آتش اور ناشی پر کوئی نکلے۔ کہیں ناچ بور با تھا اور
 رفاقت کچھ زیادہ بھی طویل اتفاق نہیں۔ آتش نے بھوکے انداز میں برجستہ کہاں طول شبِ فرقہ سے
 بھی دو باتوں کو بڑی ہے۔ رفاقت کے کان میں یہ مصرع پڑا تو کچھ بڑی کے آثار پیدا ہوئے اور اس نے

پوچھا جی کیا کہا؟ ” نائخ نے صریح اولی کو دہراتے ہوئے شعر کو اس طرح کہا کہ جو درج ہے اس پر بدل گئی۔
طول شبِ فرقہ میں بھی دو ما تھوڑی ہے وہ زلف سلسل جو ترے خ پڑی ہے
جب طنزِ جمجھتے ہوئے نقرے اس طرح پر کے جانیں کہ ان سے دکھ
استہزاء Sarcastm بھی پہنچے اور آدمی کی تفحیک اور تذمیل بھی ہوا اور ان کا گمراہ خم
بدستورِ ائمہ ہے تو استہزاء کہا جاتا ہے۔ یہ خردمندانہ واد ہوتے ہیں۔ مگر یہ بھی سمجھ بہے کہ جب غفل میں
ویل موانعی نہ ہو تو استہزاء کا سہارا لیا جاتا ہے۔ یہ ایک طرح کی پوچھیں ہوتی ہیں۔

آئینہ کی گر سرکرے شیخ تو دیکھے

انٹا

سرخ گائے منہ خوک کا، منگور کی صورت

بوم کے بیرا کو بطور خبیث شخصی دی تو سیرانے اُشا پشا کر دیکھا اور نوجوان سے کہا۔ ”حضور میں
صورتِ دیکھ کر بہت سی بائیں بتا سکتا ہوں یہ بایقین کہتا ہوں کہ آپ شادی شدہ نہیں۔ نوجوان نے
سکرنا تے ہوئے کہا۔ بالتعلیم پچ۔ اور کیا بتا سکتے ہو؟ ” بیرانے کہا۔ ” آپ کے والد بزرگوں نے جی بھی
ستادی نہیں کی۔ ”

بسی بھی میں مذاق کے طور پر کچھ گھاؤ اس طرح لگاتے

خندہ استہزاء taunt جائیں کہ گھاؤ گھرا ہوا اور نظر ساہریے لمحے کر یہ سرن ختم کھا

ہے، تو اس رے بچوٹ پڑنے والی بھی کو خندہ استہزاء کہا جاتا ہے۔

روکی یوی ہمیشہ اپنی ہمیلوں سے فخر یہ طور پر کہتی ہے۔

جب کبھی اپنے شوہر نامدار سے کوئی کھنڈن: درجہ اسی مشقت کا کام لینا ہوتا ہے تو میں بس
بھی کہہ کر خوش ہو جاتی ہوں کہ ان کی عمر والے کے لیے وہ کام فرمازی پادہ ہی وقت طلب اور شاید
ان کی محبالے سے زیادہ ہے۔ اس پر دھیش کے عالم میں غیر معمولی پھری اور حسپتی سے اس کام سے
نپٹ جاتے ہیں۔ ”

کسی ایسے داتو کا قلب سار جنم ممکن ان تو قوع ہوا در پھران

لاعنسی استہزاء Farce لا بیان اس طرح ہو کہ لوگ سنہ پڑیں۔

”بھی کی تعریف ہو رہی تھی۔ کسی نے کہا کہ یہ بھی خوب شہر ہے کہ فواد و ابی کو مشین پڑتے
ہی لفڑ دینے کے لیے، اپنے خرچے سے عمدہ ہوٹل میں ٹھہرائے کے لیے، کھلانے پلانے، لگھانے
پھرانے اور فرسٹ کرائے کے لیے کوئی نہ کوئی تیار ہو جاتا ہے۔ ” ہم نے تقب کے ساتھ پوچھا۔ ” کیا

نخارے ساتھ ایسا ہوا؟" کہا میرے ساتھ نہیں میری چھوٹی بہن کے ساتھ۔

ہزل Ridicule اساذہ ہجو اور ہزل کا سہارا لے کر اپنی جولانیاں دکھاتے رہے ہیں۔ اس میں پائیزہ اور صاف تھرا فراج بالکل نہیں ہوتا اور پوری کائنات خاشی اور تخریسے پر ہوتی ہے۔ اصل معنی میں ہزل اس قدر گرسے ہوئے انداز کو نیے ہوتی ہے کہ سنتے والے کان بند کر لینے پر خجور بوجاتے ہیں۔ ایک نمانے میں ہزل کا زنگ اس قدر چھالیا تھا کہ ظرف اور خوش فراج شرعاً اپنے کلام کی شکھشی کھو چکھے۔ اور گندگی اور کشافت کی دلمل میں کھپس کر رہ گئے۔ جس کی وجہ سے رد و ادب نندہ دلی اور تازہ خیالی سے محروم ہو گیا۔

دیسے تو ہجو اور ہزل برد ذر میں بی خوش، کانی گلپچ بے پناہ ہوتے ہیں۔ لیکن ہزل میں شادوں کنایہ کا بھی سہارا نہیں لیا جاتا اور مبالغے سے بے دریغ کام لیا جاتا ہے۔ اسی لیے پڑھنے والے ہہنسے بنانے اور لطف انداز ہونے کا موقع ملتا ہے۔ مگر یہ سب سرسری اور سطحی ہوتا ہے۔ اس کا اثر بھی دیر پانی نہیں ہوتا۔ ان میں نصیحت ہوتی ہے کہ کوئی سبق بلکہ ذاتیات کو بدف طامت بنا لیا جاتا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ ہزل بظاہر غزل کی بہن معلوم ہوتی ہے لیکن اصل میں یہ غزل کی پڑھنا سوت ہے۔ ظرفیت کی ہزلیات کا نمونہ پیش ہے۔

منہ چلائیں شد کام محبت کو حضور شربت دیدار کا پورا اگھڑا دینے لگے
جب سے عاشق ہو گئے اس بست پوچیدا تک سونے والے جا گئے رہنا صداینے لگے
غزل کی طرح ہزل میں بھی ہر شعر جدا ہوتا ہے۔ اور قافیہ رویف کی پابندی بھی اسی کی جاتی ہے لیکن ہزل میں وہ وسعت نہیں کہ جو غزل اور ہجو میں ہے۔

کوئی دل مبتا ب کوڈانے کے ہمہ بھر بھی ادھر بھی ہوادھر بھی
کیوں رد و قدح کرے ہے زاہ میں میکس کی قی نہیں ہے
محمد شاکر ناجی نہایت تیز اور شوخ طبع تھے اور وہ اچھتے سے اچھتے۔ اپنی ہزل کے شعار سے لوگوں کو بہت بنسایا کرتے تھے۔

ان پتوں کو ہم فقیروں سے کہو کیا کام ہے
یہ تو طالب نسکے ہیں اور ایں فدا کا نام ہے
زنگ گل کا مجھے لخا بھسیکا
مکہ دکھایا ہے تو نہ رات کر د
زلف کیوں کھولتے ہیں دن کو ضنم

جاپڑی بنتِ محنت پر جو نظر افظ کی رال دار ڈھی پر گری منہ میں بھرا با بانی عرضِ دصال کیا کوئی رُنے کی بات ہے
یہ کون سی حضور بجڑانے کی بات ہے

توضیحیک scoff کسی کی ذاتیات پر حملہ کرنا اور اس کی عام صفات کو اس طرح گراز کر پیش کرنا کہ وہ دوسروں کی نظر میں سب سی اور مذاق کا مرکز بن جائے۔

دُکیل سر کارا پنے مخالف دُکیل کی توضیحیک کی نیت سے ہے بولے۔
”یہ آپ کو قانونی نکات تو سمجھا سکتا ہوں مگر عدالت کے آداب خرام نہیں سمجھا سکتا۔“
سپر دُکیل نے جواب دیا ہے شک۔“

مذلیل scruitinize کسی کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر اس کی ذات اور صفت کو اس طرح بیان کرنا کہ وہ پچھا اور ذلیل دکھانی ہے اور اس کی سب سی اور جائے۔

تعریض و تنقیص Reproach Mock قباحت یا عامہ حجحان ہوتا وہ طنز یہ غرافت ہے اور اسی کو ہم تعریض و تنقیص کہتے ہیں۔ اس میں شاشستگی، اتبہدیہ اور سنجیدگی ہوتی ہے۔ بالعموم دکھادے کے طور پر غیر ہوتی ہے لیکن اشارہ کسی اور پر ہوتا ہے۔ بندش کی جستی بیان کی صفات اور الفاظ سے عکاسی اس کی خصوصیات ہیں۔ جیسے کہ غالب نے ذوق پر چوٹ کی تھی۔

بنابے شر کام۔ سب بچھرے اترانا۔ دُگر ز شہر میں غالب کی آبرو دیا ہے
تعریض سے بھر انظیر اکبر آبادی کا بھی بُرادل چسپ کلام ہے۔

ڈائیسے فاتحہ گھر گھر جو جاتے ہیں۔ جلوہ کہیں کہیں وہ چیاتی اڑاتے ہیں
مغلس کوئی بلا فے تو من کو چھپاتے ہیں۔ شکر کا جلوہ سنتے ہیں وہ دُور کی جاتے ہیں

کھٹے جوئے یہ دل تین اماہاری شب برات

فقہہ بازی dig کسی اچھی بھلی بات کو اس طرح پر گرا کر پیش کیا جائے کہ موضع بحث اور کہنے والے ہر دوں توضیحیک ہو اور کہنے والا نظر ہے گر جائے۔
سودا نے ایک گھوڑے کے مستاق کہا تھا۔

پہیے اے لگاؤ کہ تاہوئے یہ روائی
بالعموم فقرہ بازی ایک ہی دو جملوں پر ختم ہو جاتی ہے۔ مشاعرے میں شاعر بنے داد
طلب کرتے ہوئے کہا۔ زبان طاحظہ فرمائیے۔ اور شعر نانے لگے۔ بھیج میں سے کسی نے آداز دی
منہ کھول کر زبان توڑ کھائی۔

ایک شاعر کے کلام پر خوب وادا سخنان اللہ مر جیا ہو رہا تھا۔ کسی نے فقرہ کس دیا۔ "مر
بے حیا۔" مر جا کی گلگہ۔ ایک اور شاعر بہت تیز تیر اپنا کلام سن رہے تھے۔ کسی نے آداز لگائی۔
اُن پر سس دلیوری کیا خوب ہے۔"

ذکر ہو رہا تھا کہ اکمیل کو شادی سے نفرت ہے۔ کسی نے فقرہ کس دیا۔ "کیوں نہ ہو اس کے باپ
کو بھی نفرت تھی۔ اس نے کبھی شادی نہیں کی۔"

اُرنسٹ سیزر کے سامنے ایک نوجوان پیش ہوا کہ جو شکل و صورت میں ہو ہو اس سے
ملتا تھا۔ سیزر نے اس سے پوچھا۔

"کیا متحاری ماں کبھی روم میں رہتی تھی؟"
نوجوان نے جواب دیا۔ "جی نہیں حضور، وہ تو کبھی یہاں نہیں آئی، مگر میرا باپ عصمه دراز
تک روم میں رہا تھا۔

مشائیں چھیرنے کا توزہ تب ہے ہبہ اور سرز
بات میں تم تو خفا ہو گئے لواد سزو
غائب پارے چھیر چلی جائے اسد نہیں چل تو حسرت ہی ہی
خواہ خواہ وجہ بے وجہ کسی بات میں الجھارینا اور تکلیف پہنچانے
چھیر خانی Banter کی نیت سے دل آزاری کی بات کرنا۔
لیدی ایسٹ انگلستان کی پالنیت کی پسلی اور واحد خاتون تھیں اور اتفاقاً کچھ بُشکل بھی۔
چوپل کو حالت ستر میں دیکھو کر لبھو چھیر خانی کہا۔

معزز رکن پالنیت باوس میں نشے کے عالم میں تشریف لاتے ہیں۔"
چوپل نے فی انفور فقرہ کس دیا۔ "معزز خاون! میں تو کچھ دیر میں اپنی حالت میں آجائوں گا۔
مگر آپ تو اپنی بد شکلی میں قائم رہیں گی۔" کسی شاعر نے خوب کہا ہے۔
اجی کہتا ہوں روائے کی لنڈی کھول دی پسکے!
نہیں تو میر سر ہے آج اور رضا کی چوکھت ہے

بہتری شہر میں فکر مال کیا
ایسے میں سوچتا ہے حرام و حلال کیا
راد میں تو کام تو چھپھلا کر کس
دوسرا کم بخت یہ بازار ہے داغ
چھپھر نے کام تر مزہ تب ہے کہو اور سزا
بست میں تم تو خفا ہو گئے تو اور سزا
جیسے کسی کا نہ کو اپنے قدر تند میں "لٹکر کے کو اپنے قدر تند" پستہ قدر اُدمی کو "خونا" طویل قسم
انسان کو آزاد کا جھاڑ، کہہ کر چھپھر خانی کی جائے۔

پیگڑی اچھانا Mock ۴۶۰
ایس کی غرّت پر اس طرح چھپھر ناک و نحس کر کے کر
جیسے سر بردار نکلا ہوئیا ہے۔ پتک، ریزی اور لشکھیک پرانے زمانے میں بیک غوہم ان انس کے سامنے
پانچھر کے باہر پیگڑی سر سے نہیں آتی تھے اور بھی کسی عادت ناجوہ کی وجہ سے ان کا رنگ نکلا ہو جاتا
ہو، ایسے ہی خسوس رتے کہ جیسے دو ماڈر زاد نئے ہو گئے ہیں اور لوگ بھی اس کو بڑا میوپ بچھتے
اور ہنس پڑتے تھے۔

اشنا نے منتھنی کی پیگڑی اس طرح اچھانی تھی۔
بھپیارو کے سے کوئے ٹھینگے دکھانا انجکھاں چیانا
دشنام مخلوقات۔ سب و شتم۔ نعم طفیں۔

گالی گلوچ ۴۶۱
یہ جوئی پست ترین صفت ہے رجس سے نما طب کو بے درجا
بے تعلق ذلیل کرنے کی بنت سے بے جواباً اور بے محاباً درشت گوئی اور معیار سے گری ہوئی با توں
سے خواز جانے۔ تھانوں لے خلاف رہانے کے نئے بہب سوزوں الفاظ کا سہارا ہو اور خیالات کا
نقدان ہو تو ایسی با توں کا حوارہ دیا جائے کہ جن کا وجود نہ ہو۔ بسا اوقات یہ کھیانی بلی کھبا نو پے
کا مصدقہ ہوتا ہے۔

ست خوف ملاطین سے تو مجھ کو ڈرانے کوئی دا بے
وہ تو ہے کہ جس کو کوئی ڈانے کوئی دا بے
کی ہجو اگر میں نے تو کیا قبر کیا ہے
زدین اس سے نہ دنیا کئی بھروے
داں گیا بھی میں تو ان کی گایوں کا کیا جواب
یاد تھیں صبی دعا یہیں صرف ربان ہو گئیں
بازاریوں کی طرح گالی گلوچ کرنا۔ شاستریگی سے بہت کرشمہ خیلی
پھکر باری Teer کے بغیر بزریات سے کسی کا مذاق اڑانا۔ آواز کے اندر چڑھا د

سے کسی کو چڑھانا اور زیچ کرنا۔

کلاورازی *Claw* پر اکڑ فون اور سر چپوں پر بات پہنچ جاتی ہے۔ بے وبا بہو کر بداغندلی سے بڑھ پڑھ کر بلند آواز سے باہمیں رکنا۔

ریک *Rock* بہدوخون توں میں سامعین کو سنسنی کا موقع ملتا ہے۔ مزاح نگاری کی جو ابتدائی مخصوصی اور ان کے شاگردوں سے اور فحاشی کی حد تک پہنچا ریا۔ اور پھر اپنات اور ابتدال تک بات بڑھ گئی۔

پانی بھرے یا روڈ قرمزی دو شالا	لنگی کی کچو دکھا اکتنی نہ مار دالا
دریائے خون میں کیوں زہم نہیں تھا دوہیں	لنگی کے نگدھے جب اس تکہر ہولالا
زخم اسی تھی جیسے پکا پھوڑا	ذقن جیسے کہ بھوڑے دوڑا
کمراس کی بہ صدر سیکھواد صرتھی	بنل سے چوتڑوں تک سب کمر تھی
غصب اوس اجاتی کی تھی انکیا	غرض یہ ہے کہ جاتی کی تھی انکیا
نظراتی تھیں سیسیں ہیں چھاتیاں یوں	کہ اسے اولپے جاتی نیچے ہوں جوں

معاپب کی گرفت میں لانا۔ نفاذ نہ کو اچھا نہیں کر سکا۔ بہ کو بدتر کریں کو مکروہ سبک *Decris* اور قبیح کو بیح تر بنا کر پیش کرنا تاکہ سبکی ہو اور روگوں کی نظر میں گر جائے۔ ساتھ ساتھ اس قسم کی کثافت پر لوگ خرد نہیں پہرتے ہیں۔

نفاذ اور مسیار سے گری ہوئی بائیں جن کو لوگ لھٹیا سمجھ کر درست دے پھیج *Wooing* جاتے ہیں اور کہنے والے کی طرف سے انجام بن جاتے ہیں لیکن بھر جبی کچھ لوگ کھل کھلا کر ہنس رہتے ہیں۔

جنہیں لعنت میں کوئی شرک نہیں تیرا دوسرا	جنہیں ہیں نہیں پاہنچاں کا ہے پیشوں
کروں قربان میں پشوواز کو کرتی کی جاتی پر	دو گانہ تھوڑے اٹھ سکتا نہیں ہے بوجھ داں کا
بے سرہ پا۔ غلط باہیں کر کے کسی کو نیچا دکھانا۔ ایسا جھوٹ بولنا جس کی تخدیب مکن ہی لغو :- نہ ہو۔ اس پر کچھ دار توجہ دے کر کان جنگل کر لیتے ہیں۔ لیکن کم طرف اس پر نہیں پڑتے ہیں اور لغويات کا سلسہ جاری ہو جاتا ہے۔	

صلح جگت Salah-e-Jagat لکھنا اور رعایت نظری کے ساتھ معنی خیز اور ذہنی بات چیز کسی کو مجھ تسلیم کر جائیں وہ ضلع دعیتی تازم کلام، ان درخواں کو ملاد یعنی پر جو مکار ہوتا ہے وہ ضلع جگت کہلاتا ہے۔ اس میں لکھنا ہے کہ شترنج کی چالیں ہو رہی ہیں۔ ایک طرف سے دار کیا گیا تو دوسری طرف سے اس کا بچاؤ کرتے ہوئے جوابی دار کر دیا۔ جیسے کوئی سماں دار ہے کوہل۔

اس میں نظرافت ہے، اسی تدریجی ہے کہ بخوبی دارے جواب دیے دانے میں یا سوال دجواب میں افاظ موزوں ہوتے ہیں، مگر ان میں حیا سوزی اور رکاٹ کا عنصر غالب آتا ہے اور اسی محققون حسیز کو محققیت سے ذمیل کر دیا جاتا ہے۔ کسی نے ایک فاختی کو کہا۔

ع :- قازکی مادہ کات زی نام ہے۔

بیچ در بیچ بات پر کسی نے کیا خوب کہا تھا۔

”یہ تانا بانا کسی جولا ہے کے سامنے کچھے۔ لمحاسا جواب ملے گا اور ہاتھ مملک کے، وہ جانے گا۔“
دفتر سے تھکا مادہ لوٹا تو پیار سے لال نے دیکھا کہ سُنی نے اپنی شراروں سے بننگا مرپر باکر رکھا ہے۔ اور بھوی غصے میں بھرپری ہونی لڑکی کو بُرًا بھلا کرہے ہی ہے۔ پیار سے لال پر نظر پڑتے ہی کہا۔
”کون جانے اتنی بربی فطرت اس کے درستے میں کس کی طرف سے آتی ہے۔ یقیناً یہ میری دی ہوئی نہیں۔“ پیار سے لال۔ ”می بھرتے ہوئے جواب دیا۔“ یقیناً یہ تھاری دی ہوئی نہیں۔ تھاری اپنی بد فطرت تو ابھی قائم ہے۔“

جان حدا آرزو بندی کی ہے خالق نے اک دن میری سوت

کھا سے بھل توار کا اور بچول کو نکھل دھال کا

پھنستی Giba-Jibe کرنا۔ ساتھ ساتھ کسی کی محصولیت پارسائی یا ایسی کی کاذاق اڑانا، کسی کی فائی کو نہیاں کرنے کے لیے سخت قسم کی شبیرہ استعمال کرنا کہ جو چب کر رہا جائے۔ ایسی تشدیل جڑنا جو چپک کر دے جائے۔ عام طور پر شبیرہ اور تشدیل میں چھپن نہیں ہوتی۔ اور اس کی صحیح تعریف تو یہ ہے۔

”پھنستی ایسی کہ جیسے کمان سے تیر۔“

شیخ قلندر خیش جرأت نا بنیا تھے اور اس کے دوست۔ ایک دن یہ صرع موزوں کیا۔ اس رفت پھنستی شبِ دیکھر کی سوجھی۔ ”انشا کو سنایا تو انہوں نے فوراً کہا۔“ اندھوں کو اندھیریں ڈی دو کی سوجھی۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے۔
درود میں کیا کہوں بن آئے ہو سنگوں سے دار حی متہ داد میں بازاںی خدا کے نور سے
خوب کے لام میں بھی بڑی بھجتی ہوئی پھیلیاں ہیں۔ زندگی کے متعلق کہا ہے۔
زندگی اپنی جب اس شکل سے گزری غائب ہے۔ ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا سمجھتے تھے
ایک رات ہر شرود شاعری کی محفل میں کسی نے چڑکتا ہوا شعر سنایا اس پر خوب داد و ہوئی کسی
نے کہا۔ خوب خوب بڑا ہی پایہ کا شعر ہے۔ مگر بت کس کا؟ "خدود نے زبردست بھیتی کی ہے جس کسی کا
بھی پیشر ہے وہ ضرور چوپائے ہو گا۔"

بیٹک گھر کی چھت پھر ہوئی ہے کہ ہے دریا اسٹا
ہتش روئے گل پر دیکھ ارثیت کو کہتا ہے رو گل
کہیں ہم نہ یہ بھی کہ سمت ان کو رکھی ہے
اگر میشانی زباد سے آب منو نپکے
یکچھ دبتا ہوا سماں اق بوتا ہے اور کسی کی حادثہ اور بڑا نخنے پر اس کی باؤ
ٹھٹھا Banter کو الجھاوے میں ڈال کر شرم سار کرنا مقصود ہوتا ہے۔

سپاہی اپنے کام میں بے حد ہوشیار، مستعد اور کارگرا تھا۔ لیکن شراب نوشی سے مجبو ر تھا
جس کی وجہ سے اس کو ترقی سے محروم کر دیا گیا تھا۔ اس کے عجہہ دار مقدر کرنل نے ٹھٹھا کرتے ہوئے
کہا۔ اگر تم شراب کی بُریات میں پہنچنے نہ ہوتے تو آج ترقی کر کے افسوس نہ ضرور بن جاتے۔"

سپاہی نے جواب دیا۔ "لفٹنٹ؟ میں تو پہنچنے کے بعد کرنل بن جاتا ہوں۔"

نہرہ پوتا نہیں کچھ کام بھی اس پڑھنی سے آیا نہیں جاتا تو بلا یا نہیں جاتا
ٹھٹھا کرنے والوں کو ٹھٹھے باز کہتے ہیں۔

چول Jocular حس سے اس بات کا اور کہنے والے کا، دونوں ہی کامداق اُنھے اور کھوکھلان
ظاہر ہو جائے۔

کسی نے دلتیے نے اچھی سی محفل میں بار بار غائب اور ان کی تعریف سُنی تو کہا۔ "بھی یہ ناٹ
کون ہے۔ ہیں بھی تو بتائیے۔ اگلے ہفتہ ہم بڑی شان دار دعوت کر رہے ہیں۔ انہیں بھی مدد کریں گے۔
حاضرین میں سے اشFAQI نے کہا۔ اُرے صاحب ایسی غلطی نہ کیجیے۔ وہ تو آپ کی دعوت کو
ہرگز قبول نہ کریں گے۔ اور نہ آپ کے گھر آنے کی رحمت گوارا کریں گے۔" فود دلتیے نے فرمان کر کہا۔

وہ کیوں نہیں آئیں گے، میرے یہاں تو بڑے بڑے بوج خوشی سے آتے ہیں۔۔
شخاق نے جواب دیا۔ وہ تو سو سال ہونے اس دنیا کو چھوڑ چکے۔
خوب کرنے والہ خوبیاں کہلاتا ہے۔

خوش پیشی

پوا مارنا Swagging غیر ضروری اور حصوم قسم کی شیخی اور ان ترانی کے ساتھ جب کوئی اپ بیتے
پوا مارنا سنار ہا بیو تو اس کو پوا مارنا کہتے ہیں قطع کلام کر کے کہیے۔ لیکن اپا ہرتے
ہو بارہ اور ساری باتوں کا اثر دھلنے کا مرزا دیکھیے۔ اپنے منز میان مٹھو، خود ستانی۔ اپنی دفلی
اپناراگ۔

دوسراست پہل قدمی کو نکلے تو راستہ میں دو عورتیں دکھائی دیں۔ ایک نے پوا مارا۔ یا غصب
ہو گیا میری بیوی اور میری آشنا اُر ہے ہیں۔ دوسرے نے کہا۔ ”بھی تو میں خود بچوڑا ہوں۔“ دوں
ہی ایک دوسرے کی ڈینگ کے شکار ہوتے ہیں۔

زیب Boastful فضول بجاؤ اس اور اول جلوں باتوں کو زیب اور ڈینگ کا نام
دیا گیا۔ اور اسی غلط نسبتی میں بیر جفرز ڈی کی اچھی صبلی شاونی پر ٹول
کا لیبل چپاں ہو گیا۔ نکروہ اچھے خاصے ہجنگار، ہنzel گو، اور جوش گو تھے اور اردو کے پہلے شوبنگ
اخنوں نے بطور خاکساری اور از راہ خوشی اپنے کلام کو کوڑا کر کہا ہے۔

اگرچہ بہر کوڑا درکرت است بہندی اور ندی زبان بفت است
ولیکن نے محلی یہ کہی جسے پوچا ہے سہا گندر وہی

اور نگ زیب کے روکوں کی اپس میں جنگ و جدال کی تصویر اس طرح پھیپھی ہے۔

حداۓ توپ بندوق است ہر سو بل رساب و صندوق است ہر سو

دوا دو ہر طرف بھاگڑا پری ہے بچہ در گود، سر کھنڈیا دھری ہے

کٹاکٹ دلماٹ است ہر سو جھنا جھٹ و پھٹا پھٹ است ہر سو

از ان سواظم و زیں سو مظہم مجرما جھسٹر دھڑا دھڑا ہر دبا ہم

کشی جفرز ڈی در بھنو رافتادہ است

ڈی جوں ڈی جوں ی کند زینک تو جہ پار کن

جوں سے گھبرا کر بادشاہ کے حضور میں ذمیدار تھے ہیں۔

حضرت شہنشاہ سنتی پناہ	زبیدا و جوان زل دادخواہ
جوں میں پڑ گئیں درقبا و ازار	نئی مشکل آئی ہے دلی دیار
اوھی رات تن بچ اُٹھی کلبی	چودیدم کہ فوج بان جوان کی چلی
لڑائی جوان سے پڑی وقت رات	جوان کا چسلا سخن چلا میرا ہامہ
کروڑوں جوں اور اکبلا منم	
دونوں ہاتھ سے تاکب امسیہ نم	

بجھندی ۶۴ بے معنی، بے ہودہ باقیں جو مانع سے بھری ہوں۔ جس کے کسی اور پر حرف نہیں آمازیکن خود کی بڑائی بھی اس انداز سے ہوتی ہے کہ جو سُننے والے کو متاثر کیے بغیر ہمنی پر مائل کر دیتی ہے، بے خر جھوٹ۔

حسن و عشق

(AMOROUS)

عاشق و محشوق، دلبرا در دل پھینک، چاہئے والا اور چاہست کا جویا، زندگی کی برسی اور دکھاوے کی تمنا، دھکنا چھپا اور عرباں، بس اس اور زیر پرے مزتین، حنیجہ بانی، جمال متدری، کہیں سراپا اور سرو قد، عشق و ادا، سب اردو ادب میں ہی کیا، دنیا کی ہزار بان کے ادب میں جزو لا مینفک رہے ہیں۔ بغیر جنسی اور صیرین کے لذتیت کی چاشنی کا سخا نہ ہو سکا، لیکن دورِ جدید میں جنسیات نے ایک نہزادی پے اثر ڈالا ہے۔ زمانہ افسوس میں قیش اور جیسا سوز عاشنی کا غفر غالب تھا تو آزاد جنسی پیاس بلکہ بھوک کا دخل ہو چلا ہے۔

پہلے ہجروں مال، جدائی کی تڑپ، ملنے کی خوشی کا تذکرہ ہوتا تھا۔ لیکن اب تو یہ زندگی کی ضرورت کی طرح کیے جاتے ہیں۔ اور جنسی جست کو ایک عظیم اثاثان جذبے کی طرح۔

فرائد کے نظریات جنسی نے تو ان جذبات کو بے ٹھانوں آشکارا کر دیا ہے اور مزربی ادب نے اُردو کو بھی فواز اور ہمارے اوپر ہوئے بھی اس موضوع پر دل کھول کر خامہ فرمائی کی اور ترقی نپسند ادب کا نام دیا۔ اور قدریں بدلتی گئیں۔ روزمرہ کی زندگی میں بھی ارتق مسائل سے گھبر کر بلکہ چھپلی باتوں اور لطیفون چپکلوں کا دور چلتا رہا لیکن جہاں کہیں بھی بے خلف صحبت ملی اور ہم جنسوں کی نفل جی، تو پھر جنسیات متعلق موضوع سخن زیر گفتگو آگئے۔ اس موضوع کے تحت جذبات میں ہیجان خیالات میں بے باکی اور حظوظ تلاذ مقصود ہوتے ہیں۔

اب اس مصنفوں میں بھی کئی مدارج قائم ہوتے چلے جہاں صرف صنف سے چسپیدہ بائیں ہوں، میں وہ صنفیات جہاں جنس سے متعلق رہیں۔ جنسیات اور دونوں سے بڑھ کر لذیات اور اس سے

آگے خرایں فخش اور حرق کنیات۔

مشوق ہو یا کوئی امانت ہو کسی کی
داغ کیوں بجل کی شب ہاتھ لگانے نہیں تھے
تمام رات کہیں پر کہیں ہو سائے دن
تھاری طرح بھی ہو گکا نہ کوئی ہر جانی
جزات لک جا گئے تا بابے آنا ز نہیں نہیں
ہے ہے خدا کے اسطمتوں کر نہیں نہیں
جومرے الیں ہے کہتے ہوئے جی ڈرتا ہے

داغ گہڑاں تو کہوں پاؤں دباوں تو کہوں

چہاں ہنسی مذاقِ ول نگی کی باتیں رُکی یا لڑکا یا مرد عورت
ضفیات Humanogies مے متعلق ہو جاتی ہیں اور ان کے قدرتی فرق کو موضوع بحث
بنایا جاتا ہے تو ضفیات کا دفترِ کھل جاتا ہے۔ مغربی سماج میں اس کی ضرورت ایک عرصے سے محسوس
کی جاتی ہے کہ نعمروں کو اس فرق سے آگاہ کر دینا چاہیے جس کے لیے مدرسین اور والدین کو ذردا
قرار دیا گیا ہے۔ تاکہ دماغ میں خلط باتیں نہ چلی جائیں۔ چنانچہ اس کی وضاحت کے لیے ہمیشہ بھول اور
بھوزرا، شہد کی سختی اور بچوں کی تمثیل کے ساتھ اس امتیاز کو سمجھایا جاتا ہے۔

سن بلوغ کو پہنچنے والی رُکی کو پیروں کا بہت شوق تھا اور وہ ہمیشہ وہی باتیں کیا کرتی تھی۔
ہاں نے سوچا کہ اس کو قدرت کے حقائق سے دافع کرنا چاہیے۔ اور اسی خیال سے اُس نے بھول اور
بھوزر سے کی ساری یگیات سنادیں اور پوچھا کہ اور کوئی بات جاننا چاہتی ہے؟ ”رُکی نے کہا۔
”وہ تو سب تھیک ہے۔ مگر یہ تو بتائیے کہ ایسے وقت کیا پڑے پہنچنے چاہیں؟“

برہنؤں کے کلب کی دیوار کے سوراخ سے ایک لڑکا جھانک رہا تھا۔ اس کے ساتھی نے پوچھا۔
”اندرون ہیں مرد کے عورتیں؟“
پہلے لڑکے نے جواب دیا۔ ”یہ میں کیسے بتاؤں اندرون کوئی بھی کہڑے پہنچنے چاہئے نہیں ہے۔“

جنیات

(SEXOLOGY)

جنیات بعض جنسی خواہشات نفس پرستی، عیش کوشی، شہودانیات کا نام نہیں رہ سکتے۔ اس میں خصوصی کو سرے سے منسون اور متعدد قرار دیا جائے۔ بالغ فرض اگر ایسا ہو جائے تو پھر سن و عشق، شروع فنز، لطف و لطافت اور جملہ فنون لطیفہ نیست و نابود ہو جائیں گے۔ یہ بھی صحیح ہے کہ بہت زیادہ قدامت پرست اور راپنے آپ کو مہندب کہلاتے جانے کے دعویدار، خدا تعالیٰ فوجدار، سماج کے لکھوائے مذاہب کے محافظ، رائے عامہ کے پاسبان اس کو برداشت نہ کر سکیں گے کہ اس موضوع کو غفتگو، ادب، فن اور شاعر فلم میں داخل کیا جائے۔ یا سماجی مسائل اور خود سماج میں اس کے وجود کو تسلیم کر کے اس کی بات کی جائے۔ بے شک فخش، عربی، مہندل اور ریک الفاظ میں یہی مخفون خوب اخلاق اور خلاف آداب و نہدیب ہو جاتا ہے اور اس پر اسی حد تک محااسبہ جائز قرار دیا جا سکتا ہے۔

اس۔ نوی اذکار نہیں کر سکتا کہ جنسی موضوعات زیر بحث آئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اچھی سے اچھی اور مہندب محبس میں بھی کچھ لوگ کاناپھوسی کرتے نظر آئیں گے۔ یہ حکومت سے فداری کی باتیں نہیں کر رہے ہوتے ہیں اور نہ مذہبی تقصیب کا ذہر بھیلار ہے ہیں۔ ان کا رجحان طبع اسی مضمون سے متعلق ہوتا ہے البتہ فحاشی سے پہنچنے کے لیے تمام باتیں رمز دکایا، ابہام و تجسس، تشبیہ و استوارے سے صاف تحریرے ذمہنی الفاظ میں کی جاتی ہیں۔ دیسے تو ہر طالب، ہر صوبہ، ہر سماج، ہر گروہ، ہر زبان میں فحاشی کے الگ الگ معیار میں۔ امریکا اور یورپ کے اکثر سالے جو دن اپر کھلے عام بختے ہیں یہاں پر منسون ہیں۔ بعض با تصویر جریدے سے جن میں عجیبی مسائل کھلم کھلازیز بحث لا جائے جاتے ہیں یہاں ضبط کریے جاتے ہیں میکن ایکسیں موضوعات کو اذمنا قدم کے سنگ تراشوں، بت سازوں نے ہزاروں سال پہلے غاروں، عبادت گاہوں اور آج کے سیاحوں کی دل بچپی کے مقامات پر بربار لافرش کا بھر کی طرح

چھوڑ کھا ہے جن کو ہم بڑے فخر کے ساتھ اور دل کے سامنے پیش کرتے ہیں اور اپنا تہذیبی اور ثقافتی سرہای اور درڑ جاتے ہیں۔ اسی طرح کام شاستر کوک شاستر، بگر بھٹھا شاستر وغیرہ بھی زمانہ نہیں کے ادبی شاہ کار ہیں۔

بے شک وہ ہے میں کہ جو خواہشاتِ فسانی اور شہوانیات کو اکسائی میں۔ جسی ترغیبات کو بے باخا بڑھا دیتی ہیں، جسی بے اعتدالیوں کی طرف مائل کرنی ہیں یا ان بخوبی کا۔ فوجوں کو تجھے خانوں کا راستہ بناتی ہیں لذت کوشی کے نئے نئے تجربوں، جسی کچھ روی۔ سادیت پرستی۔ خود لذتی۔ بیجان انگریزی اور پہ مرحلہ آخر جسی جرام کم پر ابھارنی ہیں۔ چاہے وہ فلم ہو کہ مصوری یا ادب و شاعری ان سب کو یک لخت منوع قرار دینا چاہیے کہ یہ جیسا کی تذیل ہے۔ جو افعالِ نسل انسانی کو برقرار رکھتے ہیں جن کے ساتھ محبت اور پسند کے جذبات کا فرمایا ہیں اور جو رومان پر دری کا تجھ ہوتے ہیں جو بیانک راتوں کو پُر فور اور سکون پر دربناتی ہیں۔ ان کو مکروہ اور گھنٹاونا بنانے کے بجانا ہمارا فرض ہے۔ لفیضیاتی کچھ روی، شہوانی انجمنیں، جسی ترغیب و تحریک سب ایک ساتھ ابھرتے ہیں تو جدید معاشرے میں بے شک جسی آزادی ایک ترقی پسند تحریک کے روپ میں جو پکڑتی ہے اور پھر ان کو جماںیاتی درجہ بھی عطا کیا جاتا ہے۔ ایسے وقت احتسابی کارروائی مزید نقشان کا باعث ہوتی ہے۔ بسا اوقات یہ تحریک زمین دوز ہو کر جو الائکٹریکی کے لا دا کی طرح اندر بھی اندر پکھتی ہی رہتی ہے۔ سو سینما اور ڈنارک پورنو گرافی پر سے جلد پابندیاں اٹھائی گئی ہیں تیجتاً پہنابت ہو چکا ہے کہ ایسی کتابوں، تصویریں اور ڈبلووں کی ہنگ باصل نہیں۔ ہی۔ ظاہر ہے کہ جو چیز انسانی سے میسر ہو اور ہر چیل سکتی ہو تو اس کی طرف سے دل جسی کم ہو جاتی ہے؛ دراں کی قدر باتی ہمیں رہتی۔ امریکی میں اسی موصوع پر ایک کمیشن بھایا گیا تھا جس نے ساری پابندیاں اٹھادیئے کی سفارش کی ہے۔ لیکن اس کو صدر نخس نے رد کر دیا۔ اور اس قسم کی سفارش کو، خلائقی پستی جی نہیں اخلاقی دیوالیہ کا نام دیا ہے۔

اسی دور میں امریکہ میں بہت ساری جسی فلمیں برول عزیز اور مقبول نام ہوتی ہیں۔ جسی ڈیانگو، ڈنائٹ کاؤنٹرے، کارنل نالج، کلک درک۔ آرٹسٹ شافٹ۔ چینچنگ ردم نام کے ذریعے کو پیو یا کر میکس نے ۱۹۷۶ء کا انعام دیا ہے۔ کہتے ہیں کہ ایسی پورنو گرافی کی فلموں کی صفت پر .. ۰۰ میں ڈاکڑخچ کیے جاتے ہیں۔ مہدستان میں بھی اب تک ہمارے سفر پر ڈنے نے فلم کے پردے پر بوسرہ اور لپینا لپینا نامنوع قرار دے رکھا تھا۔ لیکن اب عربانیت اور جسی افعال کو ڈھنے پرچے ٹریکے پر بتانے کا رواج زیادہ ہی ہوتا جا رہا ہے۔

رسالوں اور اخباروں کا میا اعلیٰ سے اعلیٰ تر رہا ہے۔ اور عام طور پر ان میں نحاشی بالکل نہیں ملتی لیکن بعض برجیوں سے اس کی طرف پیش قدیمی کر رہے ہیں۔ جاپان سے آئے والی کتب جتنی قسم کی تھیں تصوریں ایسی حسیناوں کی بھوتی ہیں کہ جو ایک نظر میں پورے کپڑے پہنے ہوتی ہیں اور دوسرا نظر میں باسلک ہر ہے۔ یکچھ نظر کا دھوکا ہے: لوگوں کی ایکس سے آنکھیں رجوع کر دی کے اندر کا جسم دیکھنی ہیں بلکہ تصویر کشی کی نئی تیکنیک۔

لنکن سے شر سال کا ایک بوڑھا ہجرت کر کے آسٹریا جا رہا تھا۔ کسی نے پوچھا کہ اس پیرانہ سال میں ایسی کون کی آفت آئی ہے کہ تم اپنا گھر بارا در دن چھوڑ رہے ہو۔ اس نے کہا: ماں بات کچھ اسکی بھی ہے۔ میں جب چھوٹا تھا تو ہم جنسی تعلقات قابل گروہ نہ دنی تھے۔ نوجوانی میں اس کی سزا کو گھٹتے دیکھا۔ کچھ تدبیت بعد یہ صرف قابلِ علم استقرار یہ گئے اور کچھ دن پہلے تو جائز قرار دے دیے گئے۔ اب ذرتا ہوں کہیں یہ صرف جائز اور افتخاری ہی نہیں بلکہ راجبِ نہضہ رائے جائیں۔ یہ غصب تو ہے کہ ہم جنس سے اب شادی بھی فانوٹا جائز ہے۔ اور تو اور نہ بھی طور پر بھی ایسی شادیاں دار کی جاتی ہیں۔ اشتراکی اجتماعی شادیاں کہ جس میں ہر ۴ مرد، ۳ عورتوں سے شادی کر لیتے ہیں اور اپس میں سب ہی ایک دوسرے کے ساتھ زدن و شوونی کے تعلقات نکھ سختے ہیں۔ شادی نہ ہوئی۔ والی بال۔ فٹ بال کی یہم اور اس کے پیچے ہوئے۔

ام سیکلہ، نیک کلاسیکی کتاب پولیس پر انسانعتحا جس کو فائدہ لیں کورٹ کے نجی جان اولیو نے سدا تی نیصلے سے برخواست کیا۔ اس کے بعد تو نہ صرف جنسیات سے متعلق بلکہ صنی افعال کی تفصیلات سے بھری کتا میں دھڑا دھڑ بazar میں آنے لگی ہیں۔ جس میں ہم ستری، مباشرت، جائع، امرد پرستی، علت سیخوی، لمبسوی، سادیت سب ہی کچھ تفصیل دار بیان کیے جانے لگے ہیں۔ کہانیوں، افساؤں اور نادلوں میں ایسی تفصیلات کو جائز بلکہ ضروری قرار دیا گیا ہے۔

چھوٹے بچوں کے نصاب میں لا زمی قرار دیا جا رہا ہے کہ جنسیات کا سفرمن شریک ہو۔ جس میں صنفاً و رنیس کے متعلق ساری تفصیلات اور معلومات ہوں خیال ہے کہ اگر یہ باتیں کم مر بچوں کو کتا ہوں اور استادوں کے ذریعے نہ معلوم کرائی جائیں گی تو پھر وہ آپس میں گندے اور فرش طریقوں سے بخربے کر کے سیکھنے کی کوشش کریں گے۔ ایسے ہی معاشرے کی ایک خاتون سے اس کے، رہبہریس کے رعنے نے ایک دن پوچھا۔ ”می۔ می۔“ یہ تو بتائیے، میں کہاں سے اور کیسے آیا؟“ ماں نے یہ سوال سُننا تو پہلے گھر اگئی کہ زد کے نے وہ بات خود ہی پوچھوئی۔ اس نے پہلے تو

مال دیا۔ پھر اس موضوع پر بہت ساری کتابیں پڑھ دیں اور بڑی احتیاط سے بچے کو سمجھانا شروع کیا کہ الگ جنس کیسے ہیں۔ جنسی اخلاق اکیل کچھ اور باقی تباہیں اور جب ایک لمبا لمحہ پلاچک تو بچے سے پوچھا، نہ نہیں ایک تو بتا ذمہ نے یہ سوال کیوں کیا؟ ” رد کے نے مخصوصیت سے جواب دیا۔ ”میں ہمارے اسکول میں ایک نیا روز کا آیا ہے۔ وہ بتتا ہے کہ وہ لکھنؤ سے ہواں جہاز میں بیٹھ کر آیا ہے تو میں نے بھی جاننا چاہا کہ میں کہاں سے اور کیسے آیا؟ رد بچے کی مخصوصیت اور آج کل کے معاشرے کی متہدن ماں کی ذہنیت۔

اسی طرح ایک اور رد کے نے اپنی ماں سے کچھ ایسا ہی سوال کیا تو ماں نے جنسیات کے موضوع کو الگ رکھتے ہوئے عام بات بتائی کہ اس کو پریوں نے لا کر ماں کی گود میں ڈالا۔ اس پر رد کے نے پوچھا، ”تو ماں آپ کیسے آئیں اس دنیا میں؟“ ماں نے پھر ایسا بھی بتایا کہ پریوں نے خدا کے حکم سے لا دیا۔ رد کے کو شفی نہ بولی تو اس نے باپ کے متعلق سوال کیا۔ ماں نے اسی طرح کی بات کہہ دی۔ ”لا کا نہ ہر آج کل کے نئے دور کا ہوشیار اور جانکاری رکھنے والا۔ اس نے کچھ دیر سوچ کر ماں سے پوچھا۔ ”تو آپ کا مطلب ہے کہ ہمارے نیہاں سب جی اسی طرح پریوں کے سہارے آئے رہے گویا کہ گئی پشت سے آپس میں جنسی تعلقات رہے ہی نہیں۔“

ربا برمنگی، عربیانیت اور سنگین کا سوال۔ کہتے ہیں یہ سب جنسی خواہشات کو دانستہ و نادانستہ اکانتے میں۔ لیکن بتائیے کہ اس کا کیا معیار قرار دیا جا سکتا ہے۔ ہندستانی عورت کی چھ گز نساری کا خیال کیجیے اور اس کے ساتھ منی اسکرت اور بہت پنیش کو سوچیے اور بھرگ کے چلیے تو پانی میں تیرنے کے عورتوں کے لباس کا خیال کیجیے۔ جہاں ساری مخزن سے اور پر بوجائے تو برمنگی اور جسم کے دیکھنے کا شرمناک خیال اٹھ کھڑا ہوتا ہے وہاں سنگ و حصہ نگ سی کیفیت کا کیا مقابلہ۔ اسی لیے کہتے ہیں کہ آج کل کا عربیانیہ لباس تو بس اس طرح کا ہے کہ جیسے خاردار تارے حصانی دی کہ جو جائیداد یا زمین کے خوبصورت منظر کو روکتی نہیں لیکن اس کی حفاظت ضرور کرتی ہے۔ موقع محل کے اعتبار سے ایک لباس موزوں ہو سکتا ہے مگر دسی کسی اور محل پر ناموزوں بھی پیرا کی کا لباس اگر کوئی بھری تھفل میں پہن کر آئے تو غیر ہندب لیکن سمندر کے کنارے اس تھفل سے کہیں زیادہ لوگوں کے بیچ عین ہندب کا آئندہ دار۔

ایک مصوّر عورت توں کی عربیانیہ تصویریں بنایا کرتا تھا چونکہ مصوّری کافنوں لطیفہ سے تعلق ہے یہ کوئی غیر ہندب بات بھی نہیں۔ ایسی تصویریں بنانے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ خوبصورت

اور قابلِ اعتماد جو انسانی طور مذکور کے سامنے ہو چاہئے اس مصروف کے استودیو میں بھی اسی طرح کی نوجوان لڑکی آیا کرتی اور بابا سس اُتار کر اس کے سامنے بیٹھ جاتی۔ مصروف گھنٹوں آپنے استودیو کی تہائی میں اس کے برہنہ حجم کو ہر زاویہ اور ہر زنگاہ سے دیکھ دیکھ کر تصویر بنایا کرتا۔ اتفاقاً ایک دن اس مصروف کی طبیعت ناساز بھی اور یہ لڑکی آئی تو اس نے کہا۔ آج میرا دل کا میرنہیں تم ایسے ہی مجھی رہو چاہئے واے بیس گے۔ ”چاہئے بھی اور باتیں ہوتی رہیں کہ اتنے میں استودیو کے باہر کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ مصروف نے گھبرا کر سخت پریشانی کے عالم میں کہا۔ ”غصب ہو گیا۔ میری بیوی آگئی جلدی سے پڑے اُتار ڈالو درہ اس کو خواہ مخواہ کاشک ہو گا کہ نہ معلوم ہمارے تعلقات کیسے ہیں۔“

جنہی خواہشات کے محکمات کیا ہو سکتے ہیں اس کا اندازہ لگانا پا مشکل ہے۔ عربانی بہنگی کو ملحوظ کی چک۔ سینہ کا بھار، کپڑوں میں سے جملھا جو ابدن۔ ہونوں پھیلتی ہوئی سکان آنحضرت کی چک، بات پیش کا ڈھنگ غرض کہ کوئی ایک یا سب ہی باتیں اس کی ذمے دار ہوتی ہیں بعض کا خیال ہے کہ ان سب کے سوابھی وہ جو غورت کی جنسی اپیل Appeal کہلاتی ہے۔ وہ تو ایک ایسی چیز ہے جس کو قطعیت کے ساتھ کوئی نہیں جانتا۔ وہ تو محض دل کے اندر کی وہ خواہش ہے کہ کوئی ہماری خواہش کرے۔ یہ جذبہ جب گھرا ہوتا ہے تو چہرے پر گلال کی طرح کھل جاتا ہے۔ وہ دیکھنے والے اس کتاب کی طرح پڑھ سکتے ہیں۔ بعض حیوانات میں جنسی جذبہ ایک خاص بوکی طرح ہمک انتہا ہے۔ اسی طرح انسانوں میں بھی کچھ ایسی بھی کیفیات ہوتی ہیں۔

کسی ماہرہ انسیات نے ایک بالغ لڑکے کے دماغی، جہان کے امتحان کے لیے مختلف سوال کیے۔ سب سے پہلے سانے ایک سیدھی سیدھی لکیر لکھنچی اور پوچھا۔ اس کو دیکھ کر کیا خیال آتا ہے تھا رے دماغ ہیں؟ ” جواب ملا۔ جنسی اختلاط۔ اس طرح کئی شکلیں بنائیں اور ہر بار دبی جاؤ۔ ملا تو ڈاکٹرنے پوچھا۔ ” صاحزادے! تھیں اختلاط کے سوا اور کوئی بات نہیں سمجھتی؟ ” لڑکے نے بے زاری سے کہا۔ کوئی اور بات کیسے سمجھائی دے آپ خود بھی تو جنسی تعلقات کی باتوں کے سوا اور کچھ بھی تو نہیں کرتے۔“

اب سنیے ہمارے ایک دوست کی رویداد۔ انھیں کسی کلب نے مدعو کیا اور خواہش کی کہ جنسیات کے عنوان پر کچھ بولیں۔ اتفاق کی بات کہ ان کی بیوی سے تذکرہ رہا تو انھوں نے اس عنوان کو سرے سے قابل دیا اور کہا۔ با غبا نی پر کہنے جا رہے ہیں۔ بات رفت گزشت۔ انھوں نے

تقریبھی کی اور گھر پاس کا کچھ ذکر نہ کیا۔ کچھ مدت کے بعد ان کے ایک دوست نے تو ان کی بیوی سے مخاطب ہو کر کہنے لایجئے کہ آپ کے شوہر نے ہمارے کلب میں بڑی دل چسپ تقریر کی۔ بیوی صاحبہ اس خیال میں تھیں کہ تقریر باغبانی پر تھی اور وہ جانتی تھیں کہ انھیں باغبانی سے کوئی لگاؤ ہے نہ کوئی معلومات۔ انھوں نے جھٹت سے کہا "کیا خاک دل چسپ تقریر کی ہوگی۔ جانتے ہی کیا ہیں اس خصوصی میں؟" دوست نے کہا۔ جی نہیں۔ وہ تو کافی معلومات رکھتے ہیں نہ صرف علمی بلکہ عملی۔ بیوی نے شدود مدد سے کہا " بتائیے جی کچھ کتا بیس پڑھ پڑھا کر انھوں نے وہی بتائیں دہرا دی ہوں گی انھیں تو کچھ بھی جانکاری نہیں۔ بھی کھاردا اس شغل میں داخل دیتے بھی ہیں تو باصل سلطھی طور پر اب آپ ہی اندازہ لگائیں کہ کسی کی بیوی کی زبانی جنسیات کے متعلق اس کی معلومات کا کو راپن کیا غصب ناگ صورت حال کا باعث ہو سکتا ہے۔

مغلیہ دور کے اختلاط کے وقت امرد پرستی
بھی اردو ادب میں داخل ہو گئی تھی جو بہت

Homo Sexuality امرد پرستی

جلد غیر مقبول ہو گئی۔ سوز نے لکھا تھا:

گئے گھر سے جو ہم اپنے سورے سلام اللہ خاں صاحب کے ڈیرے
وہاں دیکھے کئی طفل پری رو اسے اسے اسے
سہماں رات دہن نے بڑے اصرار اور رخترے سے پوچھا۔ پس پچھ بانا تم نے پہلے بھی جنسی
اختلاط کا لطف انھیا ہے؟"

جمحکتے شرماتے دوہمانے کہا۔ "ہاں صرف ایک بار وہ بھی ایک لاکے کے ساتھ۔"

لڑکی نے بلا تکلف پوچھا۔ "تو پھر میں کس کردیں لیٹوں۔"

جنسی افسانے بھی اس طرح بہت مقبول ہیں۔ منشو نے بُو، دھوان، کالی شلوار، ٹھنڈا گوشت اور اسی طرح کے نادل اور افسانے دسرے نژادگاروں نے بھی بہت سمجھے ہیں لیکن انگریزی ادب میں ایسی کتابیں بہت متی ہیں کہ جن میں جنسی کرت تفصیل سے بیان کیے جاتے ہیں اور وہ الفاظ جو پہلے معیوب سمجھے جاتے تھے اب افہماں بیان کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔

ایک ۰۰ سالہ انگریز انگلستان سے ہجرت کر کے آسٹریلیا جا رہا تھا۔ اس سے پوچھا گیا کہ اس عمر میں کیا حضورت پڑی۔ اس نے بتایا کہ برطانیہ میں غیر فطری عمل کرنے والوں کو اس کے دادا کے زمانے میں بڑی نعمت سزا دی جاتی تھی، اس کے باپ کے دور میں تنبیہ کی جاتی تھی اور اب تو اس کو جائز قرار

دے دیا گیا ہے۔ اس لیے اسے ذرہ کچھ اور مدت کے بعد اس عمل کو لازمی نہ قرار دیا جائے۔ امریکہ میں فوجی بھرتی ضروری ہے ہر فوجوں پر لازم ہے لیکن استثنی صرف ان کے لیے ہے جو غیر فطری فعل کی عادت سے محبوہ ہیں۔ ایک فوجوں نے اپنے آپ کو کر دنگ آفس پر بھرتی کے لیے پیش کیا۔ عہدہ دار متعلقہ نے سوال کیا۔

”دو بدولاں کا موقع آئے تو یہ تم دشمن کی جان لے سکتے ہو؟“ فوجوں نے مسکرا کر جواب دیا۔ ”ضرور، لیکن وقت بہت لٹکے گا۔“

حضرت سعدی کی گلستان کے پانچویں باب میں عشق و جوانی کی بیس حکایتیں ہیں۔ جن میں سے پندرہ امر دیرستی سے متعلق ہیں۔ ان میں قاضی بہدان کی حکایت بہت دل چہپ ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ بزرگ کی نفل بندگ کے لڑکے پر عاشق ہو گئے تھے اور جب اس کے ساتھ خلوت میں پکڑے گئے تو بادشاہ وقت نہ سخت سے سخت نزرا تجویز کرنے کی نیت سے حکم دیا کہ انہیں قلعہ کی دیوار سے گردایا جائے تاکہ وہ لاک ہو جائیں اور لوگوں کو عبرت حاصل ہو۔ قاضی نے مجززادب کے ساتھ محرود ضمہ پیش کیا۔ اسے خداوند جہاں یہ جرم دینا میں تہبا میں نے نہیں کیا ہے۔ کسی اور کو گردیجیے تاکہ میں خود اس سے عبرت حاصل کروں اور آئندہ نیکو کار رہوں۔“^{۱۰}

ایرانی شاعر کے زیر اثر ہند ستانی شر انسے بھی سادہ رویوں سے کھلے بندوں عشق باری کی۔ لیکن یہ دور بہ۔ جلد گزر گیا۔

شَرَمْ خُوبِ سِيَارَكِ دُلْ كَانِجِ دَامِسْ تَمْ كُو
هَا تَحْرَآ جَاؤْگَے سِيَارَجُوكِ حَمِيْ رَاتِجَ دَتْ
پَيَامْ . تَكَعْ كَلاَه لَرَكُوكُونْ نَعْ
کام عشاق کانتام کیا

محفوظوں میں جب یہ کاناپھوسی
لذتیت Lachorous Bawdry کر رہے ہوں اور نظریں چڑا کر
بات کر رہے ہوں تو کچھی کہ موصوع سخن ضرور جنبیات سے بھی زیادہ دل چہپ ہے۔ سمجھدی گی پندرہ لوگ بنظام ہر اس قسم کی گفتگو کو ناپسندید کہیں گے لیکن دل سے ضرور دہ اس میں شریک ہیں گے۔ اس میں ارادی اور غیر ارادی طور پر اختلاط جبکہ اور تلذذ کی دہ ساری باتیں ہوں گی جن کا سخن ہی شہروانیت سے ہوتا ہے۔ لیکن اس میں یہ امر بطور خاص ملحوظ رکھا جاتا ہے کہ زبان کی شکستگی بجڑنے نہ پائے اور جاہلوں اور پیغام بوجوں کی عامیانہ اور پوچھ زبان استعمال نہ ہو۔ مخصوص اعضا کا نام یہ بجزی اشارے

اشائے میں ان کی بات ہو جائے تو مزاج و ظرافت قائم رہ سکتی ہے۔ درنہ فخش، گندگی اور عربانیت کا دور دورہ ہو جائے گا۔

اختلاط جنسی سے متعلق چوکہا نیاں گھر دی جاتی ہیں ان کو یادوں کے گھا جاتا ہے۔
دولائیاں بس میں بھنسی کھر دی تھیں۔ اتنی بھیر تھی کہ آگے پچھے دیکھنا بھی محال تھا۔ ایک نے اپنی ساختی سے سرگوشی میں پوچھا۔ ”میرے بالکل پچھے جو شخص کھڑا ہے کیا وہ خوبصورت ہے؟“
ہیسلی نے کنکھیوں سے دیکھ کر کہا: ”وہ جوان تو ہے۔“..... تطلع کلام کرتے ہوئے لڑکی نے کہا۔
”وہ تو مجھے لگ رہا ہے۔“

برہنہ بکب میں مرد عورت پٹھنے ہاتھیں کر رہے تھے۔ مرد نے کہا: ”جان من۔“ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔“ عورت نے جواب دیا: ”وہ تو میں دیکھ رہی ہوں۔“

بڑی رات گئے رُلی کو اس کے گھر پہنچاتے ہوئے سریش نے پوچھا۔

”چاند لی رات میں ندی کے کنارے خندی ہوا کے جھونکوں میں کتنا اچھا لگتا تھا؟“ لڑکی نے بلا تامل جواب دیا۔ ”وہ تو کہیں بھی اچھا لگتا۔“

کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ کسی عورت کے چھپے ہوئے سن کا نحصار دیکھنا ہو تو اس کو برہنہ کلب میں لے جائیے۔

زملانے اپنی ہیسلی سے کہا۔ میرے سر میں بلا کا درد ہے جسم بھی دکھور رہا ہے۔“ ہیسلی نے کہا۔
”مجھے کبھی ایسا لگتا ہے تو میں اپنے شوہر سے کہ کر خوب ماش کر دیتی ہوں۔ تم بھی ایسا کیوں نہیں کرتیں؟“
زملانے جواب دیا۔ ”مگر تم جو بُرا مان جاؤ گی۔“

شوہر بہت دنوں کے بعد گھر لوٹا اور بیوی سے اختلاط کرنا چاہتا تھا لیکن مہینے کے نازک ایام کی قدر تی مجبوری سے تملکار رہا تھا۔ بیوی نے ازراہ ترجم وش روپے اس کے ہاتھ پر رکھے اور اجازت دے دی کہ اس کا جہاں جی چاہے ہو آئے۔ یہ خوشی خوشی باہر نکلا ہی تھا کہ پر دن نے اس کی بے صبری دیکھ کر ما برا پوچھا اور حسب اس نے سارا احوال شنا پا تو پر دن نے اس کے ہاتھ سے دس روپے بھیٹ لیے اور کہا۔
”ادھر اور صرکیوں جاتے ہو۔ میں جو تھاری خاطرداری کو موجود ہوں۔“

اس کو اور کیا چاہیے تھا۔ میرا ہو کر گھر لوٹا۔ بیوی نے تجھ سے پوچھا۔ ”اتنی جلدی لوٹ آئے۔“
شوہرنے ساری اروٹہ اور نایابی تو بیوی نے انتہائی غیظ و غضب سے پر دن کو دل بھر کر عکایاں دیں اور کہا۔ اس بد معافش عورت کو تو تھیں ایک پیسہ بھی زدنیا چاہیے تھا۔ اس کے شوہرنے تو مجھے کبھی بھی کچھ

نہیں دیا۔"

تین بُنیس انتہائی غربت کے عالم میں متلاشیں۔ تنگ آکر انہوں نے طے لیا کہ اپنی عزت کو منع لٹھا کر سکم پر دری کرنی چاہیے۔ سب سے بڑی نے کہا: "میں تو عمر سیدہ ہو کر دھل جکی ہوں۔ میری طرف تو کوئی نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھے گا۔" مجھلی نے کہا: "تینوں میں سب سے زیادہ بدشکل ہوں اور مشکل ہی سے کوئی مجھے نظرِ اتفاقات سے دیکھے گا۔" اس طرح قرعہ فال سب سے چھوٹی پر پڑا اور دی قسمت آزمانے پلی تو اس کو یہ لضیحت اور تاکید کی گئی کہ وہ ۰۵ درجے پے سے کم ہر گز قبول نہ کرے۔ اس کے جانے کے بعد دونوں انتظار میں میٹھی رہیں۔ بڑی دیر کے بعد وہ لوٹی تو دونوں خوشی سے اچھل پڑیں اور کہا: "چلو جلد ہی سے روپے نکالو بazar سے کچھ کھانے پینے کا سامان لائیں چھوٹی بہن نے کہا" روپے تو میرے پاس نہیں۔ دونوں نے بھنگلا کر پوچھا: "تو پھر کیا یوں اسی وقت اور عزت بر باد کر کے آئی ہو؟"

اس نے بڑی محصومیت سے جواب دیا: "میں نے سماں ری تاکید کے مطابق ۰۵ درجے پے حاصل کر لیے مگر مجھے اتنی لذت ملی کہ میں بنے پھر اس کو ۰۵ درجے پے دے کر اپنی خواہش پوری کی۔"

بہت پرانی وضع کے دینقانی گھر انے میں بڑے چاؤ سے بہو بناہ کر لائی تھی۔ اس کی دن بھر خوب خاطر مدارات ہوتی تھی لیکن اس غریب کی بجائی نہ تھی کہ گھونٹھٹ بٹاکر تی کو دود دیکھ سکے۔ دن رات اسی طرح گزرتے رہے۔ مہینہ بھر بعد ساس نے بڑے پیار اور رازداری سے پوچھا: "بہو کچھ تکلیف تو نہیں؟ میکہ کی یادستانی تو نہیں؟"

"بہونے بڑی سماں تھندی سے لپین دلایا کر دہ بے حد سمجھی ہے اور ہر قسم کا آرائی ہے اور پھر پوچھا مال جی! یہ بتاؤ کہ یہ جو لوگ رے تین جوان روکے ہیں ان میں سے میراپتی کون ہے؟"

ساس نے کہا: "تو اس کی بالکل پختا نہ کر تیرے سسرے کے بھی تین بھائی ہیں اور میرا بیاہ ہو کر آج ۳ سال ہو چکے ہیں پر میں بھی تو نہیں جانتی کہ ان میں سے میراپتی کون ہے؟"

کسان کی روکی رستی پکڑے ڈائے کو ٹھنچتی ہوئی یہے جارہی تھی۔ بگاؤں کے پچاری نے پوچھا: "اے روکی! گائے کو کہاں لیے جا رہی جو؟" روکی نے بتایا: "سرکاری دواخانے کے بیل کے پاس لے جا رہی ہوں۔" پچاری نے کہا: "ارے یہ کام تو تھارے باپ کو کرنا چاہیے تھا۔ روکی نے سادگی سے جواب دیا۔" جی نہیں پچاری جی۔ یہ کام تو بیل بی کر سکتا ہے۔

ایک بڑی تو نہ والے شخص کو پھتا کر کسی نے کہا: "یہ بڑے ادیوگ پتی ہیں۔ ماچھ دیر میں ایک بڑے بیت والی خاتون اور ہر آئیں تو ان کی طرف اشارہ کر کے پوچھا گیا۔ کیا یہ بھی ادیوگ پتی ہیں؟" کہا۔

”جی نہیں۔ یہ ان کے پتی کا ادیوگ ہے۔“

جمانی عربیانی اور بربنگی کو بھی بطور نفشن پیش کیا جاتا ہے۔

غربیانیت Rivalry اور اگر بد ایش لپسند آجائیں تو فن کا نمونہ کھلا تی ہیں ورنہ گندگی اور فحاشی۔ سمجھدگی پسند لوگ بالعموم نفرت و حقارت کا اظہار کرتے ہیں سیکن اور پری دل سے نظری چڑکر اور آنکھیں بچا کر اس سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اس کو اور زیادہ دل چسپ بنانے کے لئے Belly Dance اور ساتھ ساتھ Tease Strip یعنی اپنے جسم کے کپڑوں کو نازد ادا کے ساتھ ناچتے ناچتے حاضرین محفل کی طرف پھینک کر نایاب کے اختتام پر تقریباً مادر زاد بربنگہ ہو کر اندھیرے میں بھاگ جاتی ہیں۔

کبھی کبھی تو توں کو اس طرح پر تربیت دی جاتی ہے کہ وہ اپنی چونکے سے ڈکی کے باس کو نکال نکال علاحدہ کرتے ہیں۔ اور لڑکی بربنگہ ہو جاتی ہے۔

اس در ترقی نے کچھ بھی چھپا کر نہ رکھا۔ حالانکہ زمانہ قدیم میں تعلیمات اور شہوانیت کو بھی دھکا چھار کھا جاتا تھا۔ بقول جنواں۔

ترقی سے تو آتی ہے تری صانutronat کیوں ہم سے چھپا تی ہے تو اے شک قرناں
اس تسمیہ کی عربیانیت بالعموم ناٹ کلب میں پیش کی جاتی ہے۔ یہ کلب تو کیا سٹیورنٹ اور ہوں ہوتے ہیں جہاں کھانے کے وقت لوگ اپنی اپنی میز دل پر جسٹھے پیشہ در قاصاؤں کی ان حرکتوں اور داؤں سے محظوظ ہوتے ہیں کہ جن کو نایاب اس لیے کہا جاتا ہے کہ سور و غل دالی موسیقی کی تھاپ پر وہ اپنے جسم کو تحرکاتی ہیں۔ البتہ سیدھی باتیں ہوتی ہیں۔ فرش پر لیٹ کر انگ انگ کو نایاب کرتی ہیں۔
ان کلبوں میں موسیقی کا ترنم ہوتا ہے اور نئے، صرف سور و غونغا، ردشی صرف آنکھوں کو چکا چوند کرنے کے لیے کی جاتی ہے۔ ورنہ اندھیرا ہی اندھیرا ہوتا ہے۔ لوگ اس لیے جاتے ہیں کہ وہاں پر کچھ نہیں ہوتا۔ نہ قاصاؤں کے جسم پر اور نہ کسی اور مسیار پر۔

ایک ایسے ہی ناٹ کلب میں رقصہ را اپنے جسم کے سارے کپڑے آتاری جاتی ہے اور نیم بربنگی کے گالم میں رمیش کے پاس آتی ہے اور ان پر دستِ شفقت پھر تے ہوئے کہتی ہے۔ آپ مجھے بے عذر پسند ہیں۔ اور پھر دوسری میزوں کا چڑک کاٹ کر آتی ہے۔ اور دوبارہ کہتی ہے۔

”مجھے آپ سے محبت ہو چلی ہے۔“ کچھ دیر بعد گھوم کر آتی ہے اور پڑے پیارے کہتی ہے ”نایوب؟“

پریشِ خاطری ہوئے جاتے ہیں۔ اپنی مالی اور بمال درست کرتے ہیں اور سوال کرتے ہیں۔ ”تو بتا دیجیے کیوں؟“

وہ لڑکی حاضرین سے مخاطب ہو کر رازدارانہ طریقہ پر کہتی ہے۔

”اس لیے کہ یہ بالکل میرے باپ جیسے لئے ہیں۔“

اس پر جو دیوار قیچہ کھڑی ہوتی ہے۔ اس کے بیان کی چند اس ضرورت نہیں۔

ایک اور موقع پر نائٹ کلب میں مسموی ندیع کے لیے سیش نے وباں کی لڑکی کو دعوت دی۔ اس نے اپنا معاوضہ ۵۰ روپے مانگا۔ یہ اس پر راضی نہ ہوئے۔ اتفاقاً دوسرا دن یہ اپنی بیوی کے ساتھ اسی کلب میں گئے اور اپنی سیدھی سادی بیوی کے ساتھ ناچنے لگے۔ نائٹ کلب کی رونگوکھی نے ان کو پہچان کر ان کی بیوی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

”دیکھیے صاحب! ۵۰ روپے سے کم پر تو ایسی ہی عورت ملتے گے۔“

استاد د آنگ نے بھی یہ محاباب اجرت اور بے باکی سے ان بیعنیات کا ذکر کیا ہے۔

بلوے کے بعد دھمل کی خواہش ضرور تھی وہ کیا رہا جو عاشق دیتا رہی۔ ۱۱

لے لیے ہم نے پٹ کر بولے وہ تو کہتے رہے ہے ہر بار یہ کیا

زبان کو چاٹ ہے یہ تیری زبان کا دہن کو ہے ۱۱ تیرے دہن کا

عِریانیت کو تھیسٹر کے ایشٹ پر پیش کیا جائے

Burlesque ہے اور کبھی کسی پر سہانڈ کے ساتھ نہ ملھا

کرتے ہوئے جسم کے کپڑے۔ اُنمانتے ہوئے یہم برہنہ قص کے ساتھ آواز سے کہتے ہوئے گانے گانے گاتے ہوئے مخلوک کرتے ہوئے ایشٹ پر رنگارنگ پر دگر ام پیش کیا جاتا ہے۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ کسی فاس بات کا مذاق نہیں اڑایا جاتا بلکہ بات سے بات پیدا کر کے تلفظ کیا جاتا ہے۔

ایسی ہی ایک آرٹ جو نائٹ کلب کے سوانح میں کافی بروڈ لیزر ہے اور جس کا فن بھی ہے کر چکا ہے کم اور دکھائے زیادہ۔ کسی پارٹی میں بھڑک دار کپڑے پین کر آپس توہارے ایک دست سے تعارف ہوا۔ انہوں نے اس کی طرف نگور دیکھا اور کہا۔ آپ کی صورت بہت مانوس اور دیکھی بھائی ہے مگر ان کپڑوں میں میں پہچان نہ سکا۔ ہمیشہ تو آپ کو برہنہ دیکھتا رہا ہوں۔“

خوش و نت سنگھو جاپاں گئے تو نائٹ کلب سیخ۔ چارچھو لڑکبوں نے گھیر لیا۔ یہ بڑی مذہرات کے ساتھ ہوئے۔ میں تو یہاں صرف دیکھنے آیا ہوں۔ فتحیہ اور کچھ نہیں چاہیے۔ ”سب ہی لڑکبوں نے اپنے پورے کپڑے اُنماد دیے اور ننگ دھرنگ کھڑی ہو کر ایک ساتھ ہوں۔“ تب تو یہ دیکھیے خوب

ننگ دھرنگ تما شے

بلا سے رکھوں شاد دل کو تو اپنے
اگر میں نے کہنے کی عستہ مذبوحی
کہ اس پڑے میں نام کھے نہ کوئی
دیکھ جسے کاموں سے ہے البتہ
غمِ ذوق میں رات بھر میں نہ سوئی
رشک محل بیگ، مسجد علی خان حصت، محمد حسن خان عقاب بھی رخی خوب لختے تھے۔
میتوہ اسے بو اچھا نہیں بڑوں کی محبت کا
کھلے گا نہ ہیں بعد گل اس صیش و عشرت کا
میں ڈرتی ہوں بوا پھر سامنا ہو گا قیامت کا
کسی نے آج تک پہنچا ہے عصمت کا
تکرڈ صندور اپنی کرپت کرے نہ کوئے (تیریاں)
گیلے بن کی لاکڑی ملکت ہوں دن رین
بلے رکھوں شاد دل کو تو اپنے
ضم بھبھاونڈوں کو مُر لایا
دیکھ جسے کاموں سے ہے البتہ
غمِ ذوق میں رات بھر میں نہ سوئی
رشک محل بیگ، مسجد علی خان حصت، محمد حسن خان عقاب بھی رخی خوب لختے تھے۔
میتوہ اسے بو اچھا نہیں بڑوں کی محبت کا
نکوئے شخ نے چھڑپیوں سے کے کھانی؟
تری خاطر میں گھرے نہ ہائے آئی ہوں نہ
جو سکھی میں جانتی کہ پت کے دکھ ہوئے
پتیم پیٹ جانیو تو ہے بچھڑے نو ہے چین
مرزا فرجت الشد بیگ فرماتے ہیں:-

پر بوا کی سلیمانی دالی ہے
میں نے بھی غل مچا کر سر پا ہٹائی بستی
میں بلا میں تری لیتی ہوں ارمی جاری دُدا
اس کو تھا پاس کسی ڈھنے سے منا لاری دُدا
پاؤں میں پاؤں بلا عیش کروں پیاری دُدا
تجھ کو نو ہو کی قسم کہہ دے نہ شرامی دُدا
فضل کی بھت کھانی۔ سنو سکھیو بھت میری کھانی
بھی ہوں عشق کے سوں دوائی

زنجو کو بھوک دن، ناشیمند راتا۔ بره کے درد سوں سینہ پرا تا
اوڑ دا دب میں عاشقا نہ مشنوی کی ایک اور دل چسپ صفت ہے جس کو دا سوت
دا سوت :- کہتے ہیں۔ دراصل اس کے لغوی معنی میں جو اب ایسی بات کہنا کہ مخاطب جل اٹھے
چونکہ عاشق میں چھپر چھاڑ لازمی ہے مایوس اور گرستہ خاطر عاشق اپنے محبوب کو جاتا ہے کہ وہ اسی طرح
جااؤں پر تمارے گا اور بے اتفاقی حد سے گزر جائے گی تو عاشق بھی کوئی او محسشوں دھونڈ نکالے گا۔ اور
اس کو ناز وادا، غزہ و عنوہ میں ہمارت دلاکر اپنے پرانے محسوق کو جلانے گا۔ اس میں شکوہ شکایت پادہ
جوتے ہیں۔ رنجیں کا اظہار ہوتا ہے۔ کچھ دھمکیاں ہوتی ہیں۔

ڈاغ، تیر، ایمینی، امانت، شوق اور قلن کے واسوخت کافی مشہور اور دل چپ میں بچوں میں درج ذیل ہیں۔

معشوق اک تھیں تو نہیں او بھی تو جس
دبئے آپے وہ کوئی اور بوجا
خش عشق کو روانے جہاں کرتا ہے
خوب رویوں سے جہاں خالی نہیں ڈاغ
درنہ دنیا میں کیا نہیں ہوتا
خود بخوبی منشغل جو ہیں شرما تے ہیں
پاؤں پوں صبر و تحمل کے اٹھنے جاتے ہیں
بچوں لوں کی طرح خوشی سے میں کھلا جاتا
واسوخت دراصل شخصیتی اور بہوجوگونی سے ملتی جلتی صفت ہے۔ ایک ساتھ بھلی بھولی میں بمشوق
کو خود میں و خود آرا کرنے کے بعد اس کا رخ، آپنے سے بدلا جواد بیکھ کر عاشق جعل اٹھتا ہے اور ایک فرضی
مشوق تصور میں لکھدا کر کے اس کے سر اپاکی تعریف اور اس کی خوبیوں کی مدح مرائی اس طرح پر کرتا
ہے کہ بے ہرا درائل جفا مشوق کے جذبات رقابت تازہ ہو جاتے ہیں۔ یہ ایک طرح بھروسہ طنز بھی
ہوتی ہے۔

یاں سے بب جاؤں تو میں دلپڑوں اس کو
وضع داؤں کی وہ تصویر دکھاؤں اس کو
عاشق زار بناوٹ کا بناؤں اس کو
جس قہ نظر حن کی آرامیش ہو
واسوخت میں روزمرہ کے محاورات، استعاروں کی گل کاری، زبان و بیان کی ندرت اور
روانی، تیکھاپن، شوخی و آر استنگی، جذباتیت کی گرمی، غفلتی کاری گری اور کچھ فحاشی لازمی جزو
ہیں اس زمانے کے حالات کے پیش نظر کسی نے کیا اچھا کہا ہے کہ شاعر ایک کو نہیں سے دوسرا لوٹھا چلان لگتا
ہے۔ اور ایک کو نہیں کو دسرے کی کہانی سناتا ہے اُس دور میں مشوق صرف کوئی ٹھوں پر پائے جاتے تھے۔
بھی نافر سے کی ہم نے محبت تھیں کیا
جاوے جاہے اگر خلق و مردت تھیں کیا
کیا زینخاکی طرح عشق کیا تھا تم نے
مثیل پوسف مجھے کیا مول بیا تھا تم نے
مُکرمی :- برع بھاشا میں شاعری کا ایک خاص رنگ ہے۔ جس میں پہلے نین صفر میں ایک الگ

بی بات کی جاتی ہے۔ اپنے لگتا ہے کہ کوئی عورت، پنے عاشن کا گل کر رہی ہے میں لیکن چوتھے صفرے میں کسی اور بی بات کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ اسی یہے لگتا ہے کہ اپنی بات سے مذکور نئی بات کی جا رہی ہے جس نئی بات کو کہہ مذکور نیاں بھی کہتے ہیں۔

میری سنسنی نہ اپنی کھی	بات چلت میر دا چسرا گھی
کیوں سکھی ساجن، ناسکھی کافنا	نا کچو مو من جبکڑا جھانا نا
منہ سے منہ لگا کے رس پیاوے	ہر سا برس دیس میں آدے
اے سکھی ساجن، ناسکھی آم	اں خاطر میں خرچے دا م
جس سے میسر اگھرا جیارا	اے سکھی وہ کیسا پیارا
اے سکھی ساجن، ناسکھی دیا	صحیح کو میں نے رخصت کیا
اچھیں کو دکے وہ جو آیا	اچھیں کو دکا سب کچھ کھایا
دوڑ جپٹ جا بیٹھا اندر	دوڑ جپٹ جا بیٹھا اندر

آنئی پلٹی بے جوڑ باتوں میں ربط پیدا کر کے معنی خیز بنانے کا فن بھی شاعری میں
آنفل :- ابک الگ مقام رکھتا ہے۔ روایت ہے کہ حضرت امیر خرد کسی قصہ سے گزرے
تھے اور انھیں پاس لگی تھی۔ کنوں پر جا کر پہناریوں سے پانی مانگا۔ پہنچان کو جان گئیں اور
پوچھا۔ آپ تو امیر خرد ہیں جن کے گیت سب گاتے ہیں اور آپ ہی پہلیاں کہتے ہیں۔ ان کے اثراء
کرنے پڑاں سے فرمائش کی کہ ہر ایک کی کبھی ہوئی ایک ایک بات کو جوڑ کر کوئی اچھا سا شعر بنانا ہے۔
ایک نے کہا کھیز دوسرا نے کہا 'چرخہ، میری نے 'ڈھول'، چوتھی نے کہا 'مجھے تو نگئے'، کی بات
ہونا ہے۔ امیر خرد کا پاس سے بُرا حال تھا۔ مگر ان پہناریوں نے مانا نہیں۔ چنانچہ انھوں نے ان ساری
بے ربط بے نکی باتوں کو خوب صورتی سے جوڑ کر کہا۔

کھیر بچائی جتن سے اور چرخہ دیا جلا ہے آیا گتا، کھا گنا، تو بھی ڈھول بجا ہے
ایک اور مثال ملاحظہ کیجیے۔

تو بھی بھری کھہاڑیاں تو حریرہ کر کے پی بہت جلدی ہے تو چھپرے منہ پوچھ
گندہ، جوان اور فخش کلام کو اردو شاعری میں ایک رینجی گوشہ شاعر چرکین نے
چرکنیاں :- کافی حد تک مقبول کیا تھا جن پنج آج تک اس قسم کی شاعری کو چرکنیاں کے
نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ چرکین کے علاوہ جعفر زمی، عصمت نیکم اور جان صاحب دفیرہ نے بھی اس مضمون

میں طبع آزمائی کی ہے۔ ان کے دیوان آج تک نایاب ہیں۔ جنیات میں اس قسم کے کلام کو کافی اہمیت حاصل ہے۔

دیوان جان صاحب ۱۳۰۹ھ میں شائع ہوا تھا۔ اور اس کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ وہ مجموعہ نازک خیالی۔ گلستانہ نگین مقامی، کارنامہ لطائف و ظرافت بے معامل ہے۔

جو کم سنی میں دیکھ چکی منہ زیارت کے نیٹھی کب بھروسے پڑہ ایک یار کے عصمت کھلے گا فوہبینے بعد گل اس میں و عشرت کا کسی نے آن ٹکنے پل ہیں دیکھا ہے عصمت کا	نیٹھی سے بو ॥ چھا بسیں مردوں کی صحبت کا تری خاطر میں گھر سے نہ دہڑائی ہوں نہ
---	---

جان صاحب

اب بھی یہ کندھ پھری ہے اسی دو چار سے تیز
لئے ہیں روزمری بیوں بلائے وہ دلی کو
بیاہ میرا اور ہی جا ہو گیا
میں پچ خوب بھی یہ بھی ہے جاں تیرا
چھپل ساز بھری ہر بابل بال تیرا
یہ تھارے آگیا کیا دھیان میں
روز رہتی ہو اسی سامان میں

ہوں ہیں ٹڑھا پر جوانوں کے لئے کاٹی ہوں
ز جاؤ تم پڑھوٹھے میں بھجویرے بھائی کو
کیا ہوا پسل درد بوجھ سے موئے
کوٹھے رڑھو کے زڈی کرتی ہے تو جو گھی
کوئی تو آنچھنے گا اُ تو، مو، نکوڑا
ناز میں اتنا بھی ہر جباری پنا
روز اک دھکر سے کی میں مہا نیاں

ظرافت اور مزاج جب اپنی ساری حدود

فحش نگاری :- (Pornography) سے گر جاتے ہیں تو فحاشی اور ابتذال پر ہیچ جا۔ ہیں اور اس کو سماج کی بُرائی اور معاشرے کا ایک عیب سمجھا جاتا ہے۔ لیکن در پرداہ لوگ اس کو ٹرے سے شوق سے سنتے اور دیکھتے ہیں۔ گوزبان پر لا جوں ہوتی ہے۔

قوموں میں جب اختطاط آ جاتا ہے تو اس قسم کی باتیں زور پکڑتی ہیں۔ یہ محض خیالات میں ہیجان برپا کرنے اور غیر مستحق توجہ اور دلچسپی انجام دنے کے لیے میں کیے جاتے ہیں۔ آخر کی زبان میں سنبھی۔

وہ کہتے ہیں یہاں تو مولیٰ ملکان جان اپنی اور اب تک حرثِ محل آپکے دل سے نہیں بخلی ڈاکٹر سیمول جانشن سے کسی فاتون نے ایک بہرہ تصور بنتا کر پوچھا: کیا آپ کے خیال میں یہ فحش اور سبستذل نہیں ہے؟“

جانشن نے جواب دیا۔ معمز مختار فاتون انصویر تو نہیں ہے۔ البتہ آپ کا سوال ضرور ہے۔“ جواب

سخوں تھا کہ اس بات کا دار و مدار آپ کی سوچ پر ہے کہ آپ اس کو کس زادہ نظر سے دیکھ رہے ہیں۔ کسی اپنے فرمائیات ڈاکٹر نے دائرہ بنانے کا ایک رڑکے سے پوچھا: "اس کو دیکھ کر تمہارے دماغ میں کیا بات آتی ہے؟" رڑکے نے کہا: "حصہ اخلاط"۔ دوسری مرتبہ چار سیدھی لیکریں لکھنچ کر سوال کو دہرا یا تو رڑکے نے دبھی جواب دیا۔ تیسرا بار دو مین آڈی میڈیمی لیکریں بنانے کا بھر سے دبھی سوال کیا تو رڑکے نے پھر دبھی جواب دیا: " حصہ اخلاط"۔ ڈاکٹر نے تعجب سے رڑکے سے پوچھا: "کیا تم کو حصہ اخلاط کے سوا اور کسی بات کا خیال ہی نہیں ہوتا ہے؟" رڑکے نے جھٹپٹ سے جواب دیا۔

" تو کیا آپ سوائے ایسی گندی باتوں کے کچھ اور سوال کر بھی نہیں سکتے؟" " وہ کون سی جگہ ہے کہ جیسا عورتوں کے بال لگھنے، خمدار اور سخت اگئے ہیں؟ اس سوال پر ظاہر ہے کہ ہر ایک نے بڑا انداز کے پرکار بے ہودگی اور رکا کت ہے۔ لیکن کسی کا دصیان اس بات پر نہیں پیا کہ یہ تو افرادیہ میں ہوتا ہے۔

لکھنوں کے اچھے، تچھے شرا اور استادوں میں بھی یہ رنگ ملتا ہے۔	وصل کی شب عیش دعشرت کا سامان کجھے
خود بھی غریبان ہو جیے اس کو بھی عرباں کجھے سکھیے	ہتن
دیکھا مجھے تو جھینپ کئے منہ چھپا بایا	تراتے تھے اپنا منہ
کہتے ہیں تو سیے جس کو یہ وہ نا۔ نکا نہیں	ہاتھ ملتا ہوں جو میں دیکھ کے سینے کا بھا۔
ہزاراں تھویں پر تھا رابا تھا گردن میں ڈاغ	مزہ جب ہے کہ اس نہ اس سے ہو پار کی باتیں

پیشہ و مخترے

(COMEDIANS)

تفریح طبع کے لیے مختلف روپ دھار کر جو لوگ بنانے کے فن کو اپناتے ہیں۔ ان کی بھی الگ الگ قسمیں ہیں۔ تفنن کی نوعیت اور بنانے والے کے انداز کی مطابقت سے ان کی حسب ذیل تفہیم کی جاتی ہے۔ ولیے تو ان سب کو نقائی ہماجا تا ہے لیکن منور بخشن پیدا کرنے کے مختلف طریقوں کے لحاظ سے ان کو الگ انگ نام دیے گئے ہیں۔

ester - clown

مخدوں۔ ایک عام لفظ ہے جو برسی پر چپاں ہو سکتا ہے۔ سنجیدہ سے سنجیدہ آدمی بھی کبھی کبھی مخزوں یا مخترے کر سکتا ہے۔ بسا اوقات سنجیدہ بات میں بھی مخزوں کی جملہ ہوتی ہیں، اور کبھی ان جانے میں بھی کوئی بات زبان سے نکل سکتی ہے کہ جس کا اثر مخزوں کو وہ مخزوں کر کر ہماجا تا ہے۔

بچھلے زمانے میں حب سینما، تھیٹر، نایج گھروں غیرہ عام نہیں تھے اور حکمران وقت را بھے مبارا بھے، نواب اور رئیس تفریح کے لیے کہیں جا نہیں سکتے تھے تب ان کو اپنے لیے ایک مخزوں چن لینا ہوتا تھا کہ جو دن رات ان کے حضور میں رہا کرتا اور وقت بے وقت ان کے تھکے ہوئے دماغ کے لیے طراوت اور دل بہلانی کا سامان کھڑا کیا کرتا تھا۔ درباری مخزوں کو ایک لحاظ سے سیاسی انجمنوں کو مٹانا اور ورثا کی سازشوں کو دبانا بھی پڑتا تھا۔ کسی درباری کو اچھانا، کسی کو گرانا بھی ہوتا اور یہ ان کے لیے آسان ہوتا کہ یہ رئیس وقت کے مزاج میں بڑی حد تک دخیل ہوتے۔ مصالحتی اور ان کی ذاتی صلاحیت کے ساتھ ان کا مقام بھی بلند ہوا کرتا۔ چنانچہ شہنشاہ اپر

کے دربار میں راجہ بیرلی اور طاود پیازہ کافی اہمیت رکھتے تھے۔ ان کے لطائف، آپس کی نوک جھونک ان کی چرب زبانی کے ہزاروں قصے زبانِ زرِ عام میں لیکن لوگوں نے جب ان پر چاپ کر کے قصے گھر نے شروع کیے تو پھر اس میں عامہ باز پن آگیا ہے کہ ان پر سہنا بھی مشکل ہے۔

ایت ہے کہ کسی نے جو ناگرڈھ کے نواب صاحب سے کہہ دیا۔ "حضور دکن کی حلقہ کے والی اور حکمران کا مرتبہ آپ سے زیادہ ہے، اس لیے کہ نظام کو آج کی دنیا کا سب سے زیادہ دولت مند آدمی کسجا جاتا ہے۔" بھرے دربار میں اس قسم کی بات یقیناً دل کو مُرکھانے والی بھی اور اس بات پر احساسِ کتری اس قدر پیدا ہوا کہ نواب صاحب کے لیے کھانا پینا حرام ہو گیا۔ ان پر اتنی یاسیت چھائی کہ حکومت کا نظام درہ بہم جو نہ لگا۔ اس پر درباری سخنے نے بڑی سوچ بجا کی اور اپنے دن درباریوں اور مقصاصوں کے سامنے اعلان کیا۔ "عالیٰ جاہ اجان کی امان پاؤں تو عرض کروں کہ حیدر آباد دکن کے نظام کا مرتبہ آپ سے کسی طرح بھی اونچا نہیں ہو سکتا۔" اس پر شب چوکتے ہوئے اور پوچھا۔ وہ کیسے؟

اس پر موذ بابہ مخدودہ پیش کیا۔ "جی بان، آپ کا اور ان کا کیا مقابلہ۔ آپ کی حلقہ میں وہ چیز ہے کہ جو مہند ستان کی کسی ریاست میں نہیں۔ یعنی آپ کے خیکوں میں تمام خیکی جائزوں کا باہمی بہرنا پایا جاتا ہے جو دکن میں نہیں۔" ابھی اس پر واہ وا جور ہی بھی کہ سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے دوسرا نکتہ پیش کیا گیا۔

"ذی جاہ! اور یہ بات بھی سوچنے کے لائق ہے کہ آپ کی حکومت بھروسہ پر ہے آپ نہ صرف جو ناگلہ کی سرز میں کے غفارنگل ہیں بلکہ آپ کے زیر اقتدار بھیرہ عرب کا سمند بھی ہے جس سے دکن کے والی محروم ہیں۔" اس پیش کش پر اتنی واہ دا ہوئی کہ دربار گوئی اٹھا اور پھر نواب صاحب کا احساسِ کتری کپک لخت دھل گیا۔

یہ تو تھی مثال درباری سخنوں کی نکتہ فہمی اور بند رکھنی کی۔ فی زمانہ سخنہ کا میڈین کے روپ میں اپنچ پر اور نسلموں میں آتا ہے اور جو کر کے نام سے سرکس میں۔

لوگوں کی اُو اس زندگیوں میں سنسی کی چیل بھڑی یہی لوگ جلا سکتے ہیں۔ سرکس کا سخنہ بالعموم بونا یا نا ہوتا ہے۔ اچھل کو دکرنا ہے۔ اصل شوکے پیچ یچ میں گرد بڑ بھی کر بھیتا ہے۔ زنگارنگ کے ائمہ سید ہے کپڑے پہننا ہے اور سہیتہ ایک ایسی لکڑی باخڑ میں رکھنا ہے کہ جو یچ میں سے کئی ہوتی ہے اور جب کسی کی پٹانی کرتا ہے تو آواز تو بہت ہوتی ہے میکن مار نہیں پڑتی۔ اسی سخنہ کو

Clown اور Buffoon بھی کہا جاتا ہے۔ جب کوہ سرکس میں کام کر رہا ہو۔ ورنہ ہند بسو سائٹی میں کوئی بہت زیادہ بڑھ چڑھ کر بولے اور ہاتھ پھانے، آواز کے اتا رچڑھاڑ سے نقلیں کرے تو اس پر لوگ ضرور ہنس پڑتے ہیں۔ لیکن اچھی نظر سے نہیں دیکھتے۔ بلکہ جس آدمی میں سمجھدیگی بالکل نہ ہو اور جس کی حرکتیں آدابِ محفل سے گری ہوں تو اس کو ان ہی ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ کسی سرکس میں سخرے کی اسی طرح کی اُٹنی سیدھی حرکتوں۔ اس کے لئے بھی بخوبی پنج بچے میں غلط حرکتوں پر سب ہی ہنس رہے تھے کہ نئے میاں منہ ببور کر بولے۔ امی یہاں پر سب ہنس رہے ہیں اور ہم کبھی لگھر پر اسی طرح کی حرکتیں کرتے ہیں تو ہمیں بربی طرح سے ڈانٹ پڑتی ہے۔

سخرے سے کچھ بہتر درج کامیڈیں کا ہے کہ جو آرٹیٹ کہلانے کا سخت ہے فلموں میں یہ ہے کہ اس کا میڈی کا ہیرد ہوتا ہے اور ساری فلم ہی اس کے گرد گھومتی ہے۔ دیسے معمولی طور پر عام فلموں میں بھی ایک آدھ کردار اس قسم کا ضرور پیش کیا جاتا ہے کہ جو دتفہ دتفہ سے پر دے پر آ کر آپ کو ہنسا کر چلا جاتا ہے۔ کبھی اپنی نقائی پر اور کبھی اپنی ناکام اور محبوب و مہمل حرکتوں پر ہندستانی فلموں میں کامیڈیں طرح طرح کے روپ دھارے ہوئے ہوتے ہیں۔ کبھی تو وہ سادھوں کر اپنی اُنٹ پٹھ حرکتوں سے ہنساتا ہے تو کبھی وہ نوکر کر اپنی لائیٹنی حرکتوں اور برتنوں کے تو ڈرچھوڑ سے۔ کسی اور نوکر انی سے بے ڈھنگا معاشرہ لڑا کر تو کبھی یہ ہیرد کا دوست ہیں کہ اس کی مد کرتا ہے یا مدد کرنے کی۔ سے اس کو اور مصیبتوں میں بنتا کرتا ہے۔ کبھی یہ داماد کا روں کرتے ہوئے ساس سسرے کو ترزا کرتا ہے۔ کسی کہانی میں محمود اپنی بیوی کے ساتھ اپنے پورے ساز و سامان کو لے کر سرزاں پر پچ جاتا ہے۔ جو باس سے پوچھا جاتا ہے کہ وہ کتنے دن کے لیے ہماں بن کر آیا ہے تو کہتا ہے "سر جی دو دن کے"۔ اور جب سسری جلیناں کا سانس لینے ہی ولے ہوتے ہیں تو کہتا ہے: "دیکھیے یوں تو ساری زندگی ہی چار دن کی ہے۔ دو میں نے اپنے لگھر بتا دیے اب دو دن آپ کے لگھر بتا دوں گا۔"

اکثر اوقات پوری کی پوری فلم کا ہیرد کوئی نہ کوئی کامیڈیں ہوتا ہے یاد دیکھی ہوتے ہیں۔ فارل اور ہارڈی اور مارکس یا پھر جو ہر خود اپنے گواہ، جو ہر محمود اپنے ہانگ کانگ غیرہ، دیسے چارلی چپلن، باب ہوپ، جانی واکر، ادا و ڈھاکر شن، اوم پر کاشن، آفَا، سندرا، راجندر ناٹھ دغیرہ کی پوری فلمیں بنی ہیں۔ لیکن ایسی فلمیں زیادہ ہر دلخیز نہیں ہوتیں البتہ اس کے کہ کوئی خاص بات ہو۔ اب تو جو نیز محمود بھی فلموں میں آنے لگے ہیں۔ مُقری، دھومنی، ٹن ٹن آسراںی نے بھی کامیڈیں کے روں خوب ادا کیے ہیں۔ پبلک کو بے اختیار ہنسایا ہے۔ کوئی بھی ہندستانی فلم کامیڈیں کے بغیر مکمل نہیں

سمجھی جاتی۔

یہ ایسے پیشہ و مسخرے ہیں کہ جو حلیہ بگاڑکر، بھیس بد کر بہروپیا ہے۔ Pantalone سوانگ رچا کر، نیاروپ دھار کر لوگوں کا دل بیلا کرتے تھے۔ اب دور دیہات میں کہیں کوئی میل جاتا ہے درنہ شہروں کے نامک، تھیٹر، سینما سرکس کے ہوتے ہوئے ان کا کوئی مقام نہیں۔

جانتا ہوں ٹراہروپیہ ہے پیر فلک صورتیں تازہ نئی ہر روز دکھلاتا ہے نگ کبھی ہے شام کبھی سایہ ہے گہر دھوپ کچھ بولکوں بدلتے ہے نیاروپ صحافی نے خوب کہا ہے۔

بہروپ یہ جہاں کہ جس میں ہر روز بنے ہے اک نیا زنگ
بہروپیے کی طرح یہ بھی دیہات اور فریہ میں لوگوں کی جھوٹی تعریف یا بُراٹی کر کے بھانڈا۔ پیٹ پائتے ہیں۔ یہ جب کسی سے ناراض ہوتے ہیں اور منہ مانکا انعام نہیں پاتے تو سب کا بھانڈا پھوڑ دالتے ہیں۔ گالی گلوچ پر اتر آتے ہیں اور فحش کلامی اور رکیک اداوے سے ہنسانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مبتذل گانے بھی گھانتے ہیں اور قلیں اٹارتے ہیں۔ ان کی کوئی بھی بات سمجھیدہ نہیں ہوتی۔ حقیقتی کہ محاورہ ہے۔ بھانڈ دوستا ہے لوگ کہتے ہیں گانا ہے۔
بھانڈ کو بالعموم بھانڈا پھوڑنے والا بھجا جاتا ہے۔ جو لوگوں کے راز خاش کر کے سننے والوں کو تفریح کا سامان بھیم سخا تے ہیں۔

عورتوں اور مردوں کی لمبی لمبی قطاریں لگی تھیں کسی بھانڈ کو، جلدی حقیقتی اور اس ڈر کے مارے کر کیوں میں کھڑا ہو گا تو ربِ گاؤں کی چھوٹ جائے گی۔ اس نے مٹک کی عورتوں اور مردوں کی کیوں کو نظر انداز کیا اور کھڑکی کے پاس پہنچ گیا۔ سبھوں نے اس کے خلاف چلانا شروع کر دیا۔ اور پوچھا کہ کیوں میں کیوں نہیں کھڑا ہوتا۔ یہ ہاتھ پچاڑ کرنے لئے منکار کر بولا۔ «کون سی کیوں؟

ایک تو ہے مردوں کی، دوسری عورتوں کی اور میں توزیع کی صفت ہوں۔»

میراثی Balladeer جواب دینے کا ہنر حلا آتا ہے۔ یہ اپنے آپ کو بُرا بھلا کہتے ہوئے ذوروں کو لپیٹتے ہیں لیتے اور گاگا کر قلیں اٹارتے ہیں۔ ایک میراثی رب میں سفر کر رہا تھا۔ پولیس کا نشیبل نے زبردستی اس کو ہٹا کر اس کی جگہ پر قبضہ کر دیا اور چیڑھاڑ جاری رکھتے ہوئے پوچھا، کہاں

جاری ہے ہو؟"

اس نے بتایا "جنور ۵ سال بعد وطن جا رہا ہوں۔ وہاں پر بیوی کے بھچ ہوا ہے۔" اس پر سب ہی بے اختیار سہیں پڑے۔ کافیبل نے مزید تھٹھا کرتے ہوئے پوچھا: "ارے ایسی اونا دکو کیا کرو گے؟" میرانی نے بڑے اطمینان سے کہا۔ "کروں گا کیا سر کار۔" جونہا اپرا ہو گا توہس پولیس میں بھرتی کر دوں گا۔ آجی بھی شادی بیاہ کے موقعوں پر میراث مسئلہ کئی دن اور رات گاتی ہیں اور ہم انوں کو محفوظ کرتی ہیں۔

شادی بیاہ کے موقع پر میراثوں کے دل جسپ گیت۔

کہ دخان بھائی کی شادی، کرد سارے جگ میں منادی
بھینڈی خالہ کو بلانا، سانچن کی تھلیاں بھرنا، کہ دخان بھائی کی شادی
آکو خالہ کو بلانا۔ بری کے خواناں سجانا

کریلا کردا، کسالا۔ کہ دخان بھائی کا سالا، پاوان پڑ پڑ کو بلانا

کہ دخان بھائی کی شادی

اسی موڑ میں سالی اور سلیح پر چپاں گیت گانے جاتے ہیں
شہزادے بنے سالی کو جھانکو نکو۔ وزیرزادے بنے سالی کو جھانکو نکو
سالی ری رنگ زنگی۔ سالی سختاری باشکی جھیلی
شہزادے سازھو کو دھو کانہ دو۔ سالے کو دھو کانہ دو۔

ظرف و طرز، آوازے توازے، سنتی اور ڈینگ بھی ان کے گاؤں کی خصوصیات ہیں جن کی
چیزیں میں پرسہ ناکو گھیت لیتے ہیں۔ دلھن کی طرف سے گائیں گی تو کہیں گی۔

دو لمحے کے ناقد رے لوگ ایو ماں۔ دو لمحے کے ناقد رے لوگ

یہ لوگاں آئیں بول کو میں فرش کرائی۔ سوزنی بھائی۔ مند لگائی۔

ایو ماں ٹاؤں پو بیٹھنے کے لوگ۔ ایو ماں بوریوں پو بیٹھنے کے لوگ

یہ لوگاں آئیں بول کو میں خاصہ پکائی۔ دستز بھائی خاصہ چائی

ایو ماں ٹکڑوں کے چاہنے کے لوگ۔ ایو ماں چپو میں کھانے کے لوگ

یہ لوگاں آئیں بول کو میں پلٹگاں کسائی۔ دستز بھائی۔ بیج بھائی

ایو ماں غتوں پوٹھنے کے لوگ، ایو دلے کے ناقد رے لوگ

اس طرح رات رات بھر پا تیوں کی درگت کریں گی۔

کنجھر، کنجھری (ادن، ماجھی) (Maudra, Maghri) ہوتے ہیں۔ پیشہ درنقال، گوئیے، اور سخنے ہوتے ہیں۔ ان کا خاندالی پیشہ بھی ہوتا ہے ہورائی سے روزی کماتے ہیں۔ ان کو کبھی اچھی نظر سے نہیں دیکھا گیا اور ان کے فن کی قد نہیں ہوتی۔ لیکن یہ سہانے میں ٹبرے ماہر ہوتے ہیں۔ دیپاٹی عاشقانہ راگ شبانی نظیں گاگا کر لوگوں کو خوش کرتے ہیں۔

ڈوم، ڈومنی :- یہ بھی پیشہ درسخنے اور نقال ہوتے ہیں۔ سہیشہ بڑی بات کرتے ہیں۔ ان کو بھی ڈوم، ڈومنی کہا جاتا ہے۔ کہادت ہے ڈوم بجائے چپنی، ذات بتاؤ سے اپنی۔ ان کی حاضر جوابی اتنی سخت اور تیز ہوتی ہے کہ لوگ ان سے پناہ مانکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ڈوم کا تیر خدا غیر کرے۔ اور بھی کہادت ہے: ”ڈوم کا لگا عطا رکا شبیثہ۔“ منہ لگا ہے ڈومنی گاوے تماں بے تماں۔ بالکوم یہ لاف دگز اف اور شنی بھی بچھا رتے ہیں۔ اسی لیے کہتے ہیں ”ڈوم کا لگھر شنی میں گیا۔“

ڈومنی تو طلہی دے گی گاہجا کے لے کے نیگ عمر بھرد دلھامیاں ناچیں ہیں گانے کے بعد ایک نیس کھانے میں مشغول تھے مصاجوں میں ایک ڈوم بھی موجود تھے۔ رہیں کی نظر ان پر بڑی تو نوکر کو آواز دی کہ خالی رکابی لائے تاکہ ان کو بھی مزاغ دیں اور خود کھانے میں مشغول رہے۔ رکابی لائے میں دیر لگی تو انھوں نے دو چار بار آواز دی۔ رکابی آنے میں دیر ہو رہی تھی اور اوس حفر ختم ہوا جا رہا تھا اس پر ڈوم نے کہا: ”حصنو رہا۔“ اب دسری پیٹ کی کیا ضرورت ہے۔ اب بھی خالی ہوئی جا رہی ہے: یہ بھی پیشہ درسخنے ہیں۔ لیکن یہ باتوں سے زیادہ اپنے کرت بنت :-

شٹ :- (ادن، ماجھی) شبد سے اور ہاتھ کی صفائی کے کمال سے لوگوں کو مختلطہ کر کے اپنا پیٹ پالنے ہیں۔ اکثر یہ اپنی بھوی بچوں کے ساتھ کرت بانش اور سی پر دکھاتے ہیں اور سارا وقت دھوں پینٹھنے رہتے ہیں۔ یہ بچے بچے میں اونچی آواز سے بک بک بھی کیے جاتے ہیں۔ اور سڑک پر جمع ہونے والے حاضرین کی توجہ کو قائم رکھتے ہیں۔ ان ہی کی حرکتوں سے شر برداکے شٹ کھٹ کھلاتے ہیں۔

سنگھتیا، مغتی، مطرپ، کوپیا (ادن، ماجھی) خیر مقسم پر دگرام ترتیب پر جاتے ہیں جس میں باقاعدہ ساز او سنگھت بھی کچھ زیادہ نہیں ہونا۔ لیکن ان سے خوام انساں کو سر در مٹاہے اور یہ گاتے ہیں لوگوں کو خوش کرنے کے لیے۔ انھیں موسیقی کے فن سے کوئی لگاؤ نہیں ہوتا۔

نومنگی :- (Folk drama) دیپاٹی وضع کے لوک نامیہ کو نومنگی کہا جاتا ہے۔ اسی پر کے بغیر بھی جو بہت کم ساز و سامان کے ساتھ کھلئے میہ ان میں مسموی سے پردوں سے روزمرہ کے واقعات کو مزاحیہ انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔

بھٹکی بچاٹ :- (Burqa) جاؤ بے جا تعریفیں رکے بنانے اور انعام دا کرنا نجٹنے والے۔ باعموم یہ رہسیوں کے حسب نامے ان کے خاندانی کارنامے یا درکھو کران کی تفریق کی طبق ہمیں بطور خوشابد خاص انداز سے پیش کرتے اور ان کی خوشیوں سے فیض اٹھاتے۔ مدعی حب صد سے زیادہ ہو جائے اور قدمت جب بچاٹ اور نقالوں کی سی ہو جائے تو لطف دو بالا ہو جاتا ہے۔ یہ کہت بناتے ہیں اور شناکر مختلط نظر کرتے ہیں۔

دوسروں کا مذاق

نقائی :- Mimic Mimicry چپ سوانگ اور خاموش نقائی سے بہت زیادہ چہرے کے انداز چڑھاؤ، غرض کہ ہر چیز کا سہارا لیا جاسکتا ہے اور اصل کردار یا تخلی کردار کا چہرہ پیش کیا جاتا ہے۔ اس میں ضروری نہیں کہ نقل مطابق اصل ہو اس لیے کہ اس کی کیفیات، خاکر اڑانا یا مرغ پیش کرنے کی ہیں۔ الفاظ اور لفظ سخن سے بہت مدد ملتی ہے اور جو الفاظ کے موثر ہونے میں کوئی کمی ہو تو آواز کے اتنے چڑھاؤ، ہاتھوں کے پیچانے پیروں کے ہلانے، اچھل کو دیا جائیں کو اجنبیت یا غیر اجنبیت سے نقائی کو کامیاب بنایا جاسکتا ہے۔ بھانڈ اور بہروپیے اس فن کو بڑی کامیابی سے پیش کرتے رہے میں لیکن زمانہ حاضرہ میں سخرے اداکار کبھی خاص صوبے کے رہنے والوں کی چال انداز لفتگو یا بگڑتے تلفظ ان کے لباس کو مزاجیہ انداز میں پیش کر کے داد دین حاصل کرتے ہیں۔ اکثر تو یہ بھی کیا جاتا ہے کہ شہرہ آفاق ستیوں کے اندازِ تسلیم بلب رہجہ، ان کے تیجہ کلام، چہرے نہر سے کی کوئی خاص ادا کو بطور کیری کیجھ پیش کیا جاتا ہے۔ فلمی ستاروں کے مختلف انداز کو اس طرح پیش کیا جاتا ہے کہ ایک ہی درجیے دون فلمسی ہیرو کس طرح ادا کرے گا۔ اس میں کچھ تھوڑا بہت مبالغہ بھی کیا جاتا ہے لیکن اس سے حسن بھی پیدا ہوتا ہے۔ شاعروں کے کلام پیش کرنے کے انداز کی بھی نقل کی جاتی ہے۔

شاہد بجنوری جیسا نقال تو تن ہنا سارا مشاعرہ سادیتا ہے اور ہر شاعر کو اس کے ملنی روپ میں آپ کے سامنے کھڑا کر دیتا ہے۔

دلیے تو ملک کے بیڑوں اور مائی ناز رہناؤں کو بھی اس نقائی کی زدیں صور لایا جاتا ہے لیکن فلمی ستاروں کی نقل زیادہ مقبول ہوتی ہے اس لیے کہ پردہ سینما پر ان کی جملہ حرکات و سخنات کو

ترب سے دیکھنے کا بھی کو موقع ملتا ہے۔ ویسے تو کامیڈین کا انداز پیش کش نہ اگاہ ہوتا ہے جنماں پر
اسی خیال سے مختلف نقاؤں نے ایک مقابلہ منعقد کیا اور ایک فاس کامیڈین کی کامیاب نفل پر۔
بخاری انسام مفر کیا۔ اس موقع پر جیاں بے شمار نقاؤں نے حصہ لیا اس مشہور کامیڈین نے سوچا
کہ خود بھی اپنا نام بتائے بغیر اور کچھ بدے ہونے چھے کے ساتھ حصہ لے اور انسام حاصل کرے چاہئے
مقابلہ شروع ہوا۔ ہر ایک نے اپنے فن کا زور بتابا اور اختتام پر جب انعام کا علان ہوا تو اپنی خود
اپنے کردار کی نفتائی کرنے پر تیسرے انسام کا سخت قرار دیا گیا۔

چپ سوانگ (Pantomime Harlequin) امریکہ میں بیٹھے ڈالنے کے سخزے کو
بارے کوئی کہا جاتا ہے جو نقاب بھی
لگاتا ہے اور رنگ برنسٹنے طریقہ کرپے بھی پہنتا ہے۔

تفصیل طبع اور سہانے کا یہ ایک بہت مشکل فن ہے۔ حرکات و سخنات، اچھل کوو، نقاب
اور نقلی چہرے، لباس وغیرہ سے بنا ایک لفظ کہے مختلف بندہ بات ظاہر کرنا، روایتوں، حکایتوں کو تاریخی
کہانیوں کو باہمانے والے ایکٹ کو پڑھنا اور خیال کو واضح کرو، پر حاضرین تک پہنچانا۔ پہنچنے پہلے
فاروش فلوں میں اسی فن کا سہارا لیا جاتا تھا اور بالخصوص چارلی چپن نے اپنی واضح تفعیل، لباس
اور چہرے کے ان تاریخی صفات سے جس وضاحت اور کھلے پن سے، بغیر ایک لفظ زبان سے ادا کئے جو
کہاں پہنچیں، اس کا جواب نہیں۔ اب اس فن کی طرف بالکل توجہ نہیں۔ البتہ بیٹھے ڈالنے
پاہنہ ستانی لٹھک، بھارت ناٹیم، منی پوری نلچ میں کچھ باتیں، کچھ روایتیں، کچھ کہانیاں پیش کی
جاتی ہیں میکن الگ فن کے طور پر نہیں۔ صرف ڈالنے کے طور پر۔ روایتی تاریخ میں اس کا بہت ذکر آتا
ہے۔ بعد ازاں انگلستان میں ایکٹر رائے کو یہ نام دیا گیا کہ جس کے ساتھ مراجیہ نفل، سوانگ اور
نایا بھی ہوتا ہے۔

خاموش نقائی (Nime) یا لباس کا سہارا یا بغیر صرف چہرے کے ان تاریخی صفات
سے سب کچھ پیش کرنا پڑتا ہے۔ بالحوم تحریر انداز میں بغیر ایک لفظ امنہ سے ادا کیے، زندگی کے
مختلف روپ اور روزگار کی تصویریں پیش کی جاتی ہیں۔

ویسے تو اس فن کی ابتداء قدیم یونان و روم میں ہوئی تھی لیکن بطور فن کے اس کو تاریخ
نہیں رکھا گیا۔ کبھی کبھار کوئی ماہر اپنی خداداد صلاحتیوں سے اس کو پیش کرنے لگتا ہے۔ نام لکھتا ہے۔

اور پھر غائب ہو جاتا ہے۔

حیدر آباد کے ارشاد پختن کی تکنیک قابل تعریف ہے۔ خیالی آئینے کے سامنے رہ جیں عورت کے بناؤ سنگار نوک پلک کی درستی، بالوں کی ترتیب، ناز وادا کے ساتھ زیور پہا، باہر بار آئینہ میں اپنے عکس کو دیکھ کر جیسپ جانا، پھر کپڑے پہنا، بنائختنا اور لشوائی اندہ از کے ساتھ باہر نکل جانا اس خوب صورتی سے پیش کرتے ہیں رُلاصلی منظر آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے۔

ہنسانے والی شخصیتیں

LAUGHING-STOCK

BUTTS OF RIDICULE

پیشہ دریافتکل طور پر لوگوں کو لہانے والوں سے ہٹ کر دیکھئے تو سوسائٹی میں کئی افراد ایسے ملیں گے کہ جواپنی بے قفلی، نا سمجھی، ذہانت کی کمی یا جہالت کی وجہ سے لوگوں کو بور کرتے ہیں یا ان کے لیے باز خاطر ہو جاتے ہیں۔ مگر برعکس میں لوگوں کو سنبھالنے پر اگلاتے ہیں۔ کچھ تو ایسے احوال کی پیداوار ہوتے ہیں کہ جہاں تک سو فن طائفیت پہنچی ہیں اور یہ حالات سے نصادر رکھتے ہیں۔ دوسرے ایسے ہیں کہ جواپنی نظرت سے مجبور ہیں کہ لا ابالی ہیں ایسے پرودا ہیں اور ناواقف بھی ہیں اور بالقی ایسے ہیں کہ جو کم عقل یا شے نصیرت کی کمی کی وجہ سے اچھے احوال میں جنم نہیں پاتے۔ نصادر اور ہم انسانی کے فقدان سے مجبور ہیں۔ اوجھا پن، غیفت الحركاتی ان کی نظرت میں ہوتے ہیں۔

جنگلی (Hillbilly) میں مگر ایک طرح سے اجنبی سے لگتے ہیں۔ ان کی نظرت ہی کچھ ایسی ہوئی ہے کہ بُش بے موقع بے محل بات کرتے ہیں اور بے تکی حرکتیں کرتے ہیں۔ ان کو المطر، ہبہ گزار کر جا جاتا۔ درکوئی بھی ان کی بات پر کان نہیں دھرتا۔ لیکن انہیں کی باتوں پر سہی ضرر آ جاتی ہے۔

کندہ ناٹراش :- ^{lout} بدہیئت، بھجدا، بے دھنگا آدمی جس کی وضع فتح و بیحثے کھیتوں میں کام کرنے والوں کو ہوتا ہے۔ کہا جاتا تھا اور وہ اس احوال میں جلسات آدمی

ہوتا ہے۔ میکن اپنی سوسائٹی میں اس قسم کے طبیعے کو برداشت نہیں کیا جاتا اور اس پر طنز یہ سنی اڑانی جاتی ہے اور وہ غریب اس کو کچھنے سے قاصر رہتا ہے۔

اچار، گنوار:- (Churn) میکن اب تو برا دنی سوسائٹی میں ایسے کچھ لوگ ضرور پائے جاتے ہیں جو اپنی تماشی، وضع قطع سے ہی اپنے لگتے ہیں اور جیسے ان کا اس ماحول میں کوئی مقام نہ ہو۔ ان کا طبیعہ جی کچھ ایسا ہوتا ہے اور بھرمان کی بائیں توہینے پر محجور کری دیتی ہیں۔

ایک صاحب بڑی چمک دار انگوٹھی پہنے تھے۔ کسی نے پوچھا "کیا آپ کی انگوٹھی میں اصلی ہمرا ج رہے؟" یہ بولے "اگر اصلی نہیں ہے تو دکان دار نے خود پائچ روپے کا دھوکا دیا ہے۔"

گاؤں دیگی:- (Gaunder) ایسا ذہن کو دیکھو کر جی چاہے کہ اس سے غول کیا جائے۔

تعارف ہونے پر کسی نے دریافت کیا "آپ کا دولت خانہ؟" بولے۔ جی، میں تو اپنی دولت کو سنبھال کر بنک کے سیف ڈپازٹ کے خانہ میں رکھتا ہوں۔

یہ حاصلے اور شاشکی سے دور، حرکتیں تہذیب سے گری ہوئی۔

غیر مہذب:- (Unpolite) نہ کھانے پینے کا سلیقہ، نہ بات چیت کے آداب سے واقف، نہ صرف وہ از خود غلط ہوتا ہے بلکہ جیز کو غلط بنادیتا ہے۔ ایک بڑے شاعر کی تعریف کرتے ہوئے ایسے ہی ایک صاحب نے کہا۔ آپ نے جو طبیعوں، قمریوں اور طبلیوں کی تعریف کی ہے وہ بہت صحیح ہے جسے بھی یہ سب تلے ہوئے بہت پسند ہیں۔

غیر شاکستہ:- (Unshaken) کا ہوتا ہے۔ مگر جوں کہ یہ مہذب سوسائٹی میں پا پا جاتا ہے اس لیے بے تکاپن علاوہ شکستہ ہے۔ یہ ہر بات پر حیران و پریشان، سراسر، منکھوئے، بستنم احمد لگتا ہے اور سہنی کا مرکز بن جاتا ہے۔

چھپھٹا ہوا مذاق

(PUNGENT CRACKS WISE CRACKS)

تیز چھپتے ہوئے اس تراویہ جملے جو اس چاک دتی سے کہنے جائیں کہ جیسے پھر مجھ کوڑا لگ جائے۔ ایک صاحبِ نظر کے دوران بہت بے کل اور بے چین سے تھے۔ خود استادی حاصل کرنے کے لیے اپنے برابر دائے سے پوچھا۔ اگر میں تقریرِ خاطر خواہ نہ کر سکوں تو کیا ہو گا؟ سانچی نے جواب دیا۔ آپ نکر رہ کریں۔ آپ سے پہاں پر اچھی تقریزیں کوئی جمیں امیدیں کھٹا ہے۔ مغل کے صدر نے ہمہ ان خصوصی سے سوال کیا۔ ”چھ دیر اور سب سی مذاق کا دور حاضر ہے دیا جائے یا آپ سے تقریری درخواست کی جائے؟“

پارلی منٹ کی قبول صورتِ خاتون مبرنے چھپتے ہوئے اندراز میں ایک مبر کے متعلق کہا۔ آج کل تو آپ کی بہت ساری تقریزیں اخباروں میں چھپ رہی ہیں؟

یہ پی نے جو اپنا کہا۔ بے شک اخباروں میں تقریزیں ہی چھاپیں گے اور آپ کی تصویر پر بدیہیہ گولی - (cracks down) لیکن ان کا مطلب بالکل ہی جداگانہ ہو اور کسی کی اعلیٰ خیالی کوڈ صیہرے کے رکھ دے۔

برسor اُنی بات ہے کہ جامد عثمانیہ کی انہن کے اختابات کے موئی پر ایک بزرگ زمین طالب علم اکبر و فائز نے اپنی اہمیت جتنا کی تیت سے کہا: میں تو پہاں کی تاریخ ہوں۔ میرحسن نے اس کی جوابی تقریر اس طرح شروع کی۔ میں تو تاریخ ہوں، نہ جزو افیہ آپ میں سے ایک ہوں اور آپ کی خدمت کرنا چاہنا ہوں۔ بزرگی کا جو محل کھڑا ہوا تھا وہ پلک چھپتے میں تہہ زمین ہو گیا۔

پارلی منٹ میں بحث ہو رہی تھی۔ بھوپیش گپتا نے کہا۔ وزیر دل کو آخراتی بڑی بڑی موڑیں کیوں

ہیں — ان میں بیچھے ہوئے تو وہ دکھائی بھی نہیں دیتے۔ لال بہادر شاستری وزیر اعظم تھے۔ انہوں نے جواب دیا۔ ”نہ دکھائی دینے والوں میں تو صرف میں ہی ایک ہوں۔“

حرستہ گوئی :- (Quirk) جملہ خواہ کے سہارے بات کو بدل ڈالنا۔ چپر چپر باش کے ہنسانے کو بھی کہتے ہیں۔

برناڈشا اپنی بیوی پر پڑا بت کر ناچاہتے تھے کہ عورت میں ناقص الحقل ہوتی ہیں اور ان کے فیصلے اور ارادے کم عقلی کی دلیل ہوتے ہیں۔ مسٹر برناڈشا ان کی بां میں ہاں طاٹے ہوئے کہا۔ ہری تو وجہ ہے کہ میں نے تم سے شادی کی اور تم نے مجھے سے۔“

موسکافی (Quid-Pro quid) جواب بالکل مختلف میلے اور ایسے لئے۔

”عطائے تو بہ لقاۓ تو۔“

ابنی نے موڑ روک کر مقامی آدمی سے دریافت کیا۔ کیا آپ براہ ہربانی یہاں کی سب سے اچھے ہوٹل کا پتا بتائے ہیں؟ ”ہاں جی بتاتا ہوں مگر داپس آ کر مجھ سے نہ کہتا کہ میں بڑا جھوٹا ہوں۔“ مسخرہ پن سے الٹی سیدھی بات، اصل سمجھیدہ بات کو الٹ پھر میں بدل ڈالنا۔ کہتے ہیں کہ اصل خوشی کیا ہے اس کا اندازہ اس وقت تک نہیں ہوتا کہ جب تک شادی نہ ہو اور پھر شادی ہو چکنے کے بعد تو پاسہ پلٹ چکا ہوتا ہے۔ گیا وقت واپس نہیں آتا۔ کسی نے جھنجلا کر پوچھا۔ تو کیا آپ کہجتے ہیں کہ میں بے وقوف ہوں۔ ”جو ابا کہا گیا۔ جی نہیں۔ مگر میری ایسے کی رائے اور وہ کے مقابلے میں کیا اہمیت رکھتی ہے۔“

لب بندی :- (Gags) ہی نہیں بلکہ دیوار قہقہہ کھڑا کرنے کے لیے ہے جا میں بخوبی منی تو منہ میں کپڑا ٹھوٹن کر زبان بندی کے ہیں مگر مزاح کے تعلق سے ایسے جہلوں کو کہا جاتا ہے کہ جن کو سُن کر زبان گنگ ہو جائے اور حرف حلق سے قہقہے نکل پڑیں۔ کہتے ہیں کہ ریڈ یو اور سیلی دیشون پر مزاح پیش کرنے والے گیگ بنانے والوں کو تیار رکھتے ہیں۔ ایسے پر ایک عورت اور مرد کو ٹیلی فون پر بات کرتے ہوئے بتایا گیا۔ مرد کہتا ہے: ”کیا تم مجھ سے شادی کر دیگی؟“ عورت جواب دیتی ہے: ”هزار حزور پر بتائیے کہ آپ کون ہیں؟“

کسی نے کہا۔ میں عورتوں کے معلمے میں بدجنت ہوں۔“ دوست نے کہا۔“ جسے قسمت داہوہ کبھی کبھی بک بک اور یادہ گوئی زیادہ ہو جاتی ہے جس میں پرہم جملے ہوتے ہیں اور نہ کچھ میں آنے والی کر کری زیادہ ہوتی ہے تو یہ لکھیا تم کا مذاق ہو جاتا ہے۔

لب بندی میں اٹلی ترمذاق چھوٹے چھوٹے محمد و داڑھوں میں ہوتا ہے۔ دل لگی اور مذاق کی باتیں بی پاؤ رامانی انداز میں ہوتی ہیں اور ذہنی جملے کہتے جاتے ہیں۔

خونے لکھنے والے نے اپنی کتاب تختا ڈزرٹی کو سمجھی تو انھوں نے لکھا۔ آپ کی کتاب کا شکریہ میں نے اس کے پڑھنے میں ایک لمحبھی صاف ہیں کیا۔“

ایک صاحب دستیگیں مار رہے تھے کہ ان کے بھت اتنے بڑے ہیں کہ وہ جس میں اپنی موڑ پر مجھ کر سکتے ہیں۔ موڑ حلی چلتی شام ہو جاتی ہے پھر بھی وہ اپنی زین کے درسرے سرے پر نہیں ہٹنے پاتے۔ سنبھلے والے نے کہا۔“ باں میرے پاس بھی ایک ایسی ہی موڑ ہے۔“

بحث ہو رہی تھی جہاز رانی کے تعلق سے۔ ایک صاحب مقبل تاریخ سے اس کی ترقی کی باتیں بتانی شروع کیں۔ صدر محفل اونچھوڑ رہے تھے۔ ہشیار ہوئے تو پوچھا۔ کہاں تک بات چلی ہے؟ مقرر اس وقت مغل دور میں جہاز رانی کی باتیں کر رہے تھے۔ صدر صاحب نے کہا۔“ مجھے دو ایک صدی اور سو نے دو۔“

ایک پارٹی میں کسی نے بہت ہی بسلک عورت کی طرف اشارہ کر کے اپنے پاس والے جہان کے کہا۔“ غصب خدا کا۔ کیا بد سلک عورت ہے۔“ جہان نے کہا۔“ وہ تو میری بیوی ہے۔“ انھوں نے شرمندگی سے کہا۔“ معاف کیجیے، مجھ سے غلطی ہو گئی۔“ انھوں نے کہا۔“ کوئی بات نہیں۔ خلاں تو میں نے کی ہوئی ہے۔“

فاش غلطیاں

(BLUNDERS)

طالب علموں یا کسی اختر دیو کے وقت امیدوا، وہ کسی زبان سے کہی ہوئی غلط مسلط باتیں حالات حاضرہ سے ناد اقیفیت کی بناء پر غلط جواب ابادت احمد و نبو پا اسلام کی غلطیاں سے بالحکل بھی انہی غہوم پیدا ہو تو ان کو باذر کرتے ہیں۔

امریکہ کے صدر ابراہام لنکن مضمون لکھاری کرتے ہوئے ایک طالب علم نے لکھا۔ ان کا تعلق نہایت غریب گھرانے سے تھا اور ان کی پیدائش ایک پچھی لکھدی کے کہن میں ہوئی تھی۔ جس کو انھوں نے خود بنایا تھا۔۔۔

متوسط درجے کے ایک خاندان کے دن چھرے تو یہ سب ایک عالی شان اور بڑے گھر میں منتقل ہو گئے۔ اس خاندان کے دش ساروں کے سے کسی نے پوچھا کہ نئے کھر میں کیسا لگتا ہے؟ اڑکے نے جواب دیا۔ ”بھم سب بہت خوش ہیں۔ اب تو میرے لیے ایکہ جز خداہ کہا دے۔ میری بہن کا اپنا کمرہ ہے۔ میرے دو فوں بھائی الگ الگ کر دیں ہیں۔ میکن بہن پہا۔ نی تھی تو ابا جان کے کمرے میں ہی رہنا پڑتا ہے۔۔۔“

ایک لڑکے نے اپنے مضمون میں لکھا۔ نبیلی فون وہ آرہتے کہ جس کے تو سطاتے ہو ہوہ سب باہم کر سکتے ہیں کہ جو مُنَذِرِ مُنَذِر نہیں کی جاسکتیں۔۔۔

ٹٹے استاد نے لڑکوں سے پوچھا۔ وہ سبھوں میں سے کسی کو پچھے دے دوں تو نئے جپیں عیزیزی ایک طالب علم نے کہا۔ ہمارے پرانے استاد جی سبھوں سے نہیں نارنگیوں سے جیں حساب سکھاتے رہے ہیں اس لیے اس سوال کا جواب ہم نہیں جانتے۔۔۔

فاش گوئی (Scribblers Blooper) غلط بیان کہ جو بلا سوچے کبھے سارا مفہوم خبط کر دی
ہے اور لوگوں کے لیے ہنسی کا موجب ہو جاتی ہے۔
اسنچ پر کسی کا تعارف کرایا جاء، ہا ہوا اور غلط نام لے لیا جائے یا کسی ادیب کا ذکر ہواں کو شاعر بتا کر اس
نے تمہیں تو حسینت کی جانتے۔

ایک باکری کا تعارف کرایا جا، باختا، مفتر نے بڑی لمبی چوری میں تہیہ باندھی۔ کہا کہ آج کے
ہمہ ان شخصوں کو نہیں جانتا، یہ عموماً الناس میں بہت بڑی عزیز ہیں۔ اور ساتھ میں یہ بھی کہا کہ یہ
یہ سے غاصص دوست میں ان کا یہ اپنے ساتھ رہتا ہے۔ اور یہ اس کے بعد ان کا نام
لینا چاہتے تھے لیکن ان کی زبان پر نہیں آر باختا۔ اپنی دلنشت میں دھیرے سے پہچھا: ”ذردا اپنا
نام تو بنائیے ہے اور یہ جملہ مانیک کے قریب ہونے سے ساری پبلک نے سُنا اور ہنسی سے سارا
ہال گونج اٹھا۔

دماغی کیفیات

(MENTAL DISPOSITION)

مزاح کا بڑی حد تک دار و مدار انسانی دماغ کی کیفیات پر ہے۔ حرکات سخنات، قول و فعل میں دماغ ساختہ نہ دے یا دوسرے کی سوچ اور سمجھے سے بہت آگئے نسل جائے تو ایسے موقع کی گنتگو اور مکالے پر بے حد دلچسپ ہوتے ہیں۔

غائب دماغی (Absent Minded) باہموم یا کمزوری پر فیروز دل سے منسوب کی جاتی رہی دوسروں میں بھی پایا جاتا ہے۔ اور وہی اس کا شکار ہوتے رہے میں لیکن یہ صفت زبان میں یہ بھلکڑ، بھول بھلا و بھی کہلاتے ہیں۔ ایک مفرد ضم ہے کہ غائب دماغی کا یہ برا فائدہ ہے کہ انسان ہر بھر ایک نئے تجربے سے دوچار ہوتا ہے جو اس کے لیے فائدہ مند بھی ہو سکتا ہے۔ مگر جب آدمی یہی بھول جائے کہ وہ غائب دماغ ہے تو قیامت کا بننکار بھی پاپا ہو سکتا ہے۔ اس تھم کے لوگوں کو دوسرے میں بانٹا جا سکتا ہے۔ ایک تو وہ جو اپنی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہیں کہ جہاں کہیں غلط بات ہوئی کہ انھوں نے اعلان کر دیا کہ وہ اپنی غائب دماغی سے مجبوہ ہیں۔ دوسرے وہ کہ جن کے میں عارضے سے اور لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں۔

ایک صاحب ٹرین سے سفر کیا کرتے اور راستے بھرا پناہ لٹ جب سے نکال کر دیکھ لیا کرتے کہ ان کو کس سٹیشن پر اترنا ہے۔ ایک بار یہی کے گھر کھانے پر بلاۓ کئے رکھے ہی دیر میں ان پر کچھ ایسی صن سوار ہوئی لہجائے خود کھانے پینے کے اور وہ کی خاطر پر اتر آئے۔ برا ایک کو بعداً صراحتاً حلاںے جا رہے ہیں۔ پنج پنج میں اس کا بھی اعلان کرتے رہے کہ نوکر کی وجہ سے کھانا بھی اچھا نہیں بنتا ہے۔ جب سارے ہمارے

جا پچکے اور میری بان کے ساتھ اس کے گھر پہنچ رہ گئے تو میری بان کے لیے بڑی حیرانی و پریشانی رہی کہ انھیں کس طرح ان کے گھر واپس جانے کی ترغیب دیں۔ بالآخر ان سے کہا۔ چلیے میں آپ کو اپنی موڑ میں آپ کے گھر چھوڑ آؤں۔“

ایک غائب دماغ نے کمال کر دیا۔ کسی سے ملاقات پر کہہ اٹھے "معاف کیجیے مجھے آپ کا نام تو یاد ہے مگر صورت بھول گیا ہوں۔"

اپنی غائب دماغی سے مجبور ہو کر ایک صاحب تین ہفتے میں چھتر بان لیے پھرتے تھے کہ اگر کہیں ایک بھول جائیں تو دوسری دونوں ساتھ میں ہوں اور وقت ضرورت کام آئے۔ ایک بار یہ بازار میں شراؤر گھر پہنچے تو ان کے ہاتھ صرف ایک چھتری تھی۔ بیوی نے پوچھا۔ کیا بات ہے اتنی ساری چھتریاں لے کر جاتے ہو پھر بھی یہ حال؟"

کہا۔ اوه! ایک تو دفتر میں بھول گیا۔ دوسری شاید بس میں رہ گئی۔" بیوی نے یاد دلا یا کہ پھر بھی ایک چھتری با تھوڑی میں ہے۔ بولے۔ اوه! یہ تو میں بھول ہی گیا۔ اور اس کو کھولا ہی نہیں۔" کہا جاتا ہے کہ یہ کمزوری عورتوں کے مقابله میں مردوں ہی میں زیادہ پرانی جاتی ہے۔ مگر مردوں کی ایسی غائب دماغی کی اصل وجہ تو عورتوں ہی کو قرار دیا جاتا ہے۔ ایک رُکی نے اپنی سہیلی سے پوچھا۔ نہیں یاد ہے وہ جو ایک خوب صورت رُکا کا پچھلے سال اپنے ساتھ بی لے میں پڑتا تھا؟ سہیلی۔" کون سے رُک کے کو پوچھو رہی ہی جوتم؟"

"وہی جی جو نہیے اتنا غزیز تھا کہ اس کے بغیر میں ایک پل بھی زندہ نہیں رہ سکتی تھی۔ کیا نام تھا اس کا؟"

پروفیسر ڈاکٹر۔" ماذ ایسٹریک ایسی ڈسٹریبل سک ایسٹریڈ تیار شدہ چاہیے۔" دکان دار۔ "آپ کو ایسپرنا ہا ہے؟" پروفیسر ارے ایہ نام تو یاد ہی نہیں رہتا۔

ایک چنان خریدے ہوئے سامان کے پارسل سے لدے بس میں پٹا پڑھ کھڑتے تھے کہ کنڈر کر کو دیکھا تو کہا۔ ذرا یہ پٹا پکڑ۔ میں جب بے پیٹے نکالوں۔"

حاضر و ماغی (Presence of Mind) عمل اور عمل سائنس کا ایک نہایت ہی اہم اصول بتایا جاتا ہے۔ اپنی دماغی صلاحیتوں سے برداشت کام لے لینا ایک بڑی صفت ہے۔ اس کے سہارے آدمی اپنی غلطیوں کو بھی نباہ سکتا ہے اور بے موقع شرمندی سے دوچار نہیں ہوتا۔

پڑوں ملاقات کے کمرے میں بیٹھی دو گھنٹے سے بک بک کیے جا رہی تھی۔ گفتگو کا سلسلہ بند ہوا تو صاحب خان نے اوپر سے آواز دے کر اپنی بیوی سے پوچھا۔ وہ بکوائی عورت جا بھی چکی کہ نہیں ہے پر دُن کی موجودگی میں اس سوال پر بڑی مصیبت ہگئی۔ مگر حاضر دماغ بیوی نے بات بنائی۔ اُرے وہ تو کبھی کی جا چکی۔ اس وقت تو اپنی ہمسایہ میلِم اکرام تشریف فرمائیں۔

ہمارے ایک دوست نے ہم سے کہا کہ اگلے جمع کو میری والدہ کا جلیم ہے فاتحہ کے کھانے میں آپ ضرور شرکیں رہیں گا۔ ہم کچھ جلدی میں تھے اور باہر جانے کا پروگرام تھا۔ اس لیے معافی مانجھتے ہوئے کہا۔ میں لکھنؤ جا رہا ہوں ورنہ ضرور شرکیں نہیں۔ اور ساتھ ساتھ رکی طور پر جملہ بھی زبان سے نخل کیا۔ اُب تو معاف کردیجیے ان شاء اللہ آیندہ کسی وقت ضرور۔ اور پھر ہم نے اپنی غلطی محسوس کی اور حاضر دماغی کا چلا ہوا یہ کہا۔ باں باضور مگر اچھے اور خوشی کے موقع پر۔

سرکس کا شیر پختے سے جھاگا تو بُرپی بھلنڈر بھی۔ کوئی ادھر بجا گا تو کوئی اُدھر۔ ایک صاحب اپنے داعی قوازن کو برقرار رکھتے ہوئے اسی پختے سے میں ٹھس گئے کہ جس سے شیر باہر نکل آیا تھا اور اس کے دروازے کو مضبوطی سے اندر سے بند کر دیا۔ بھلا باتا ہے کہ کرس کے احاطے میں ان کو اس سے زیادہ محفوظ کون کی جگہ مل سکتی تھی۔

سیناگھر میں یک آگ بھڑک رہی۔ سب ہی لوگ دروازے کی طرف بھاگے۔ ایک صاحب نے چلا چلا راپسی۔ بھائیوں اضطر سے کام لو۔ اپنی اپنی جگہ بھرے رہو۔ آگ بھلانے کا انتظام ہوا جائز ہا ہے۔ درجہ سب لوگ خبر گئے تو یہ بڑےطمینان سے باہر نکل گئے۔

ڈائس بال میں ایک ابھنی عورت سے ڈائس کرتے ہوئے ایک جو نیرفوجی افسر نے دو گھرے ہوئے ایک سنبھالہ بنا کر اس کی بُرا بُری شروع کی کہ ساری فونج میں اس سے کمینڈ اور ظالم افسروں کوئی نہیں۔ اس عورت نے قطعہ کلام کرتے ہوئے کہا۔ تم نہیں جانتے کہ میں اس افسر کی بیوی ہوں؟ اُس نے اٹکر سوال کیا۔ آپ جانتی ہیں کہ میں کون ہوں؟ اور خاتون کے یہ بتانے پر کہ وہ بالکل نہیں جانتی، یہ خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے وہاں سے رفوج چکڑ ہو گئے۔

ایک مصور نے اپنی تصویر پر اخستا ای برش پھیرتے ہوئے کچھ گوشت کے ٹکڑے کو تصویر کے خرگوش پر ٹھس دیا۔ مصور کے دوست نے پوچھا۔ فن مصوری کی یہ کوئی نئی تینکنک ہے؟ مصور نے جواب دیا۔ فن مصوری کی نہیں تصویر دی کوئی تینکنکی۔ جو خاتون اس تصویر کو دیکھنے آرہی ہیں اس کے ساتھ کہا جی آئے گی۔ اور جیسے ہی اس کو گوشت لی بواستے گی وہ خوب اچھلے گا، کو دے گا۔ ظاہر ہے کہ خاتون بھیں گی کہ تصویر

میں جو خرگوش بے وہ بہت زیادہ اصلاحیت سے متعال جلتا ہے جب بھی تو اس کا کتنا خوش ہو رہا ہے۔ اس کے بعد تو میری تصوری کے من ملکے دام میں گے۔“

حاضر جوابی :- (Repartee) ہے جو آدمی کو کامیاب بناتا ہے اور دوسروں کے لیے تفرع طبع کا باعث ہوتا ہے۔ بذلِ بخی اور فطری طور پر مزاح کا شور حاضر جوابی تو چار چاند لگا دیتے ہیں بمحض با موقع، مختصر جواب کچھ اس طرح کہ چھپڑ کرنے والے کی بات کٹ جائے اور وہ اُنہی منزکی کھائے۔ چاہے سوال کچھ ہو، بات کہیں کی ہو۔ حاضر جوابی کا کمال یہی ہے کہ بظاہر یہ لکھ کر تیرنا نے پر لگا ہے چاہے نشانہ غیر متعلق ہی ہو۔ Repartee, what you think of saying of saying After Being A Departee

ایک بار اقوام متحده (U.S.A.) کے دفتر کے سامنے کچھ مظاہرین نے کافی جھنڈیوں کے ساتھ تختیوں پر پر لکھ رکھا تھا: اقوام متحده ایک حصہ کو سلا ہے۔ موفق گردہ نے جواباً یہ لکھ کر تختی لگائی۔ اس کو بنائے رکھو۔ بس یہی کچھ تو ہے اپنے پاس۔“

لارڈ کپنیر نے ایک بار شکایت کی کہ وہ تو کچھ کہتے ہیں ان کے ساتھی سب کا سب اپنی بیویوں سے کہہ دالتے ہیں۔ اس پر انھیں منہ توڑ جواب ملا۔ اور جو آپ سب کچھ دوسروں کی بیویوں سے کہتے ہیں ہیں؛ ایک بار عدالت میں وکیل مدلل بحث پیش کر رہا تھا۔ اتفاقاً فاقریب سے کی گئی تھی کہ دھینجوں کی آواز آئی تو نوج صاحب نے مذاقاب کہا: ایک وقت میں ایک ہی بولے تو مناسب ہو گا۔“

اس پر بھرپوری عدالت میں زور دار مقبیلہ اڑا۔ وکیل صاحب نے کچھ تمجید کر کچھ شرکار اپنی بحث پوری کی۔ کچھ عسریجہ۔ صاحب نے اپنا فیصلہ نامشروع کیا اور جب وہ بولنے لگئے تو بھرا سی گدھے کی بسکار کی مدد بلند ہوئی سن ج۔۔ سب شش و پنج میں پڑ گئے اور کچھ تو قوف کیا۔ وکیل صاحب نے قطع کلام کرتے ہوئے اپنا بددا اس طرح بیا۔ مانی لارڈ آپ اپنا فیصلہ صادر فرمائیے۔ یہ آواز جو محل ہو رہی ہے وہ آپ ہی کی صدائے بازگز۔ ہے۔“

حرستہ گولی :- (Impromptu) کہی جائے جو کچھ بھی ہو اور دوسروں کو لا جواب بھی کروے۔ اس میں مزدکنا پہیں ہوتا۔ کھلی کھلی بات ہوتی ہے اور کڑوی بھی نہیں لگتی۔ گوچھ ہونے کی وجہ سے ناپسند ضرور ہوتی ہے درجن بات بنتی ہی نہیں۔

حیم کسی کی بُراٰئی نہیں کرتے۔ ایک باروہ کسی کی تعریف و توصیف کر رہے تھے تو ان کے دوست کھنڈ نے یاد دلایا کہ وہ تو حیم کے مسلق سخت اہانت آمیز باتیں کرتے رہتے ہیں۔ اس پر حیم فی الغور گوئے ”تب تو ہم دونوں ہی اُٹ باتیں کرنے کے عادی لھگتے ہیں۔“

کسی محفل میں ایک موضوع کے متعلق کچھ لوگ تائید میں بول رہے تھے اور باقی اس کی مخالفت میں بہرے رانے مانگی گئی تو ہم نے صاف کہہ دیا: ”ہمیں معلوم ہے کہ اس محفل میں ہمارے دوستوں میں آدھے اس کے موافق ہیں اور آدھے اس سے اختلاف رکھتے ہیں۔ ہم تو بہر حال، پنے تمام موافق اور مخالف دوستوں کی تائید میں ہیں۔“

دنداں کن جواب :- (Search) درازی اور منہ زوری کے جواب میں جب کسی یہ ازام ترا شے جائیں اور بدنام کرنے کی کوشش ہو تو سختی سے اور تندی کے ساتھ ان کی بات کو کپیل دینے کا عمل کہ جس سے مخاطب بڑی حد تک بدھواں بھی ہو جاتا ہے اور عام محاورہ میں اس کی دلکشی گرجاتی ہیں۔ یہ ایک ابساحر ہے کہ جس میں ایسے لوگوں کو جگہ پر رکھا جاسکتا ہے کہ جن کی گفتگو اور حرکتیں ناقابل برداشت ہوتی ہیں۔ ایک شاعر شجی بخارہ ہے تھے کہ ان کا کلام غالب اور اقبال کی طرح مقبول ہو گا۔ ہم نے کہا ”لے شک آپ کا کلام ان اساذہ کے کلام کے ہملا دیے جانے کے بعد بے حد مقبول ہو گا۔ لیکن اس سے پہلے کبھی نہیں۔“

مردمخاطب کی تفحیک ضرور ہو جاتی ہے لیکن دوسروں پر کے لیے ہنسنے کا اچھا خاص سامان ہیتا ہو جاتا ہے۔ لوک بمحما، راجہ بمحما اور ریاستی اہلیوں میں اس قسم کے سوال و جواب بڑے پُر لطف ہوتے ہیں۔

شیم کو کسی محفل میں مدعا کیا گیا۔ یہ اکڑا کر بولے: ”میں ایسی ٹکڑے نہیں جاتا جہاں گنو اور جبار ہیں۔“

ایک سی خلص کے دو شاعر ماں کے سامنے آئے۔ ایک نے ننک کر دسرے کے کہا۔

میں پہلے پڑھوں گا، آپ بد تذیری نہ کجیے۔ دوسرا شاعر بولے: ”ٹھیک ہے آپ ہی بد تذیری کیجیے۔“

چشمک :- (Wits eyes) رنجی کا بڑا خصل بتاتا ہے۔ یہ وقتی سوال و جواب نہیں ہوتے بلکہ موقع نکال کر موصوع سخن کو گھما پھر کر اور ذریح بحث لائکر چوں میں چلی جاتی ہیں۔ اس میں بالعموم سنتھوں کے

اشارے ابرو کے آنار چڑھا دی، چہرے کے اعصاب کے تناؤ کا سہارا بھی لیا جاتا ہے۔ جھینجھاڑ اور طعن زلی میں بھی شاستریگی کا خیال رکھا جاتا ہے۔ اور محفل کے آداب بھروسے نہیں دیے جاتے۔

توہا کے ساتھی اور ان کے بعد اس دور کے شوا میں انشا اور مصنفوں نے اپنی بائیک چنک سے اُردو کی نظرافت نگاری میں ایک خاص رنگ پیدا کیا ہے۔ محمد سین آزاد نے آب حیات میں ان کے پیغمباروں کا جو نقشہ کھینچا ہے اس کے ذریعے اردو میں نظرافت نگاری کو جگانی ہے۔

خواجہ حیدر علی آتش اور شیخ امام عین نائج دنوں بھی مصنفوں کے شاگرد تھے لیکن دنوں کے پرستار دل کی الگ الگ فویاں بن گئی تھیں۔ ایک مشاہدے میں آتش کے سامنے شمع اس وقت بھی گئی کہ جب بحر ہونے کو تھی اور محفلِ شاعرہ بُرخواست ہو رہی تھی۔ آتش نے فی البدیرہ کہا ہے

رات کو تھا آسمان پر ماہ و انجمن کا ہجوم سبھی کو خوشیدج بُرخواست مطلب صاف تھا
نائج کے شاگرد خواجہ آتش کے پاس یہ شعر اصلاح کے پیے لے گئے۔

کم سے کم دو دل تو ہوتے عشق میں اک کو رکھتے اک کو کھو تے عشق میں
اس چال کو آتش بھاپ گئے اور کہا۔ عشق بنتے کی کتاب نہیں اور اصلاح دی۔

کم سے کم سو دل تو ہوتے عشق میں رفتہ رفتہ سب کو کھو تے عشق میں
شاعروں کی معاصرانہ چنک اور نوک جبونک کا درڑہ اصل میں اُردو ادب کو عربی اور فارسی سے
لا سہے اور اردو شاعری میں ابتدا ہی سے اس قسم کا ادبی سرمایہ ملتا ہے۔ ذوق اور غائب، نائج اور آتش، مصنفوں
اور انشا کے خدا۔ شاد مبارک اور مرزا مظہر، تودا اور رشناح، تہودا اور قدری، سعید اور خاکسار، میر اور بقائلی
ان ہی جھٹپوں سے ان کے کلام کی خوبیاں اجاگر ہوئی ہیں۔

اسنپر لے انتخاب کے دو حریف امیدواروں کی اتفاقیہ مدد بھیڑ ہو گئی۔ دکھاوے کی فاطر دنوں نے
پہت سہن سہن۔ رہا تیس کیس تو ایک نے کہا۔ اچھا تو چلتے ہیں خدا کرے کر لائیں ترین امیدوار کی جیت
ہو۔ ” دوسرے نے جرس بستہ کہا۔ ” یہ آپ کہہ رہے ہیں۔ ”

لاجوابی :- (Speechless) کہنے والا اپنا مطلب غمزد جبیت لیتا ہے۔ لیکن کسی اور کو
لا جواب کرنے کے لیے اور اس کے خود کو پنچا دکھانے کے لیے ان سارے اوصاف کے امتزاج کی ضرورت
ہوتی ہے۔ ورنہ مرغ نیم بیل کی حالت ہوتی ہے جو تو پتا ہے پر جھٹکتا ہے۔ مگر وہ نہیں توڑتا اور جوان سب
امتحاروں سے ایک ساتھ ہڈہ ہو تو پھر لا جوابی کی انتہائی لیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اس میں احتیاط کی ضرورت

لا حق ہوتی ہے۔ در زدوار اوجھا پڑ جائے یا خالی جائے تو شکار خود شکار ہو جاتا ہے۔ کسی اونچے معیار سے رسائے کے مدیر کے پاس بک لڑکی کی لکھی ہوئی تھی سی بھانی دھول ہوئی صدیر نے لکھا۔ مختصر آپ کی مرسلہ کہانی ہمارے مجاہد پر پن اترنی ہے۔ یہ دل حیر پھی ہے۔ جس کو شائع کر رہے ہیں اور معاوضہ تھی بھی بھیج گئی ہے جس سینک آپ نے تحریر کر لئے ہیں جس نت دستوری ہی ہوئی ہے براہ کرم آپ ناپ شدہ سودا بھجوائیے۔

لڑکی کی طرف سے جواب ملا۔ کیا آپ سمجھتے ہیں رنجھے۔ آپ رہنا آتا تو ہیں اپنا وقت اپنے نیاں تنخیں صاف کرتی۔

شہاب کے لئے ہیں چورا یک صاحب حرف کے یحوس پڑھتے اور صدر دھرہ یکدوست تھے۔ پہلے میں نے ان کو اس حالت میں دیکھ کر کہا۔ آپ گھر کوئی نہیں جاتے۔

انھوں نے جواب دیا۔ کیا جلدی ہے۔ میری نظر وہ میں ساری دنیا خوم رہی ہے۔ اس طرح گھومنے لگھومنے میرا گھر بھی سامنے آجائے تو انہوں نے جاؤں گا۔

تجھے فائدہ پر دنوجوان پسندے تو اس کی نگرانی نے سوال کیا۔

آپ لوگ شادی شدہ ہیں کہ کونا سے؟

نوجوان نے تعجب سے پوچھا۔ آپ کو اس سے مطلب؟

جواب ملا۔ بسم یہاں ضرورت مندوں کی حاجت روانی کرتے ہیں۔ ہوس پرستوں کی ہو سب نہیں بھاجاتے۔

ٹیکلی فون پر۔ کیا میرے شوہر کلب میں ہیں؟

جواب۔ جی نہیں، وہ یہاں کلب میں نہیں ہیں۔

تم کو کیسے معلوم میں نے نام بھی نہیں بتایا؟

جواب۔ جی یہاں پر تو کوئی جیسا مرد نہیں ہوتا کہ جس کی بیری اس کے لیے فون کرتی ہو۔

فی البدایہ:- (Ad libitum Ad libitum) با موقع رہا رک اس طرح فی البدایہ اور جرسیت ہو کہ اصل بات ایک طرف رہ جائے اور لوگ اس بے ساختگی پر سنس پڑیں۔ درمیانی خلا کو شستہ مذاق سے بھروسنا۔ جرسیت کوئی بات کہہ دینا۔ انگریزی میں Ad lib. کہلاتا ہے۔

شنجی کے انداز میں فودولیتے نے کہا۔ میرا باب دس کو ٹھیاں، پانچ موڑیں بکھیت اور باغ

پھر اکرم را بے سخنہ: الون جس کے کسی نے کہا: تم جانتے ہو میرے پپ نے مرتد میرے لے پڑیا تھا را بے؟ سب تک پری بات سخنے کے منتظر تھے۔ اس نے کہا: اس نے تو میرے لے ساری دنیا تھا را بے۔

ایک بہت لبے آدمی نے انہوں نے کی: میں پر جھی تو کری کو دیکھ کر کہا: تمہارے امار تو بہت چھوٹے ہیں؟ دکان: نے جواب دیا: جناب اذرا یعنی مجدد کر معاشر ذرا نہیں تو اصلیت معلوم ہو گی: پھر وہ سستے آہنی میں ڈکی پڑھتی ہے: میرے پیٹ کا آپریشن کہاں ہوا تھا: دیکھو کے: تو کوئی بھائی نہیں ہے: خدا کے یہ بچھے بستالوں کے چڑھتے میں نہ الون بچھے دو افغانوں نے لکھا بہت موافق ہے۔

جو خشی اپنی مفتر و فیض و رسول کرنے کے بعد کہتا ہے: اب آپ تجھے سے دو سوال پوچھ سکتے ہیں۔ ان کے جواب دینے کو تیار ہوں۔

میں اپنے میں سفت دو سوال: یہ تو بہت زیادہ ہے نا؟

جو خشی نے کہا: جبی باں: بہت زیادہ ہے۔ یہ تو ہوا آپ کا پہلا سوال: اب آپ دوسرا سوال پوچھ سکتے ہیں۔

زدن: یہ: وہ سستے آپ کی سکھی اور سپت حالی کو دیکھ کر لطور مشورہ کہا جانا ہے: تم گھر جا کر اپنی بیوی اور یوں سس تھاتے کہ گھر کا ہلاک ہون ہے اور کس کی حکومت چلتی ہے۔ وہ سستہ کہتا ہے: اس کی گنجائش کہا۔ ہے۔ وہ بخوبی جانتی ہے۔

بیوی کے جھگٹتے ہوئے اور تند بدب کے ساتھ کہا: اس گھر میں ہم بہت جلد درسے یہیں ہو جائیں گے۔ شوہر نے خوشی سے اچھتے ہوئے کہا: پس، یعنی؟: باں باں: یعنی نہیں تو کہا ابھی جبی اپنی؟: جو آپ ہے کہ وہ آری ہیں۔

بلدیہ کے میرا رہے پیش کی شرارتوں کا احوال سناء بے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ ایک بار وہ اپنے گوڑا کے زیندار کا حضور راجھا لے گئے تھے۔

لئی نے ضرر پوچھا: تو کیا ہے: شہر کے میرا بچپن میں چور ہوا کرتے تھے؟ میرا نے بڑے اٹیانے سے جواب دیا: جبی نہیں وہ کبھی بچتے بھی تھے۔

راوی جان ادا کے مصنف مرزا رسو بہت بذریع تھے۔ کسی شاعرنے اپنی ایک ربانی اصلاح کے لیے پیش کیا اور بہت صفر ہوئے کہ دو اصلاح کریں۔ انہوں نے تین صفر عوں میں اپنی جوانی کی کیفیت

نظم کی خوبی کہ ہم ایسے تھے اور دیسے تھے۔ چوتھا صفر عتحا۔

پیری نے کہا کہ خواب دیکھا ہو گلا

مرزا نے مشورہ دیا کہ ”پیری“ کی جگہ ”بیوی“ موزوں رہے گا۔

دوسٹ نے پوچھا۔ کل میں نے تم کو سینما میں کسی عمرت کے ساتھ دیکھا۔ کیا وہ تھادی بیوی تھیں؟ یہ شک بیوی تھیں مگر ان سے پوچھنا مست۔ فی البدیہ جواب کے تعلق سے ایک دل چسپ شعر ملاحظہ فرمائے ۔

جواب سوچ کے دل میں وہ مسکراتے ہیں۔ ابھی زبان پر پیری سوال بھی تو نہ تھا

علاقائی الحجه: یا اندازِ لفظ کو پڑھنی آجائے سینما کسی دوسرے خطہ ملک میں منتقل کروں والوں کی

بولی کی نقل کی جانے والوں کے لوگ اپنے خاص انداز میں مصروف لفظ کو ہوں تو ضرور سب سی آجائی ہے۔

دراس کے رہنے والوں کی بندی یا اردو کے انداز بیان کی نقل کر کے غلوٹوں میں ہنسایا جاتا ہے بغیر معلوم

ان کے تحریر کلام ایو یو۔ غلطہ کر دالا۔ کی رے۔ وغیرہ۔ دھنی اردو یا پنجابیوں کا نون غنہ جیسے آنکھ پر عنینک۔

کسی نے پوچھا ہے کیا خطہ محمود بیان پر ہیں؟ ”جو ابا کہا گیا۔“ آپ نے غلطہ سنا ہوا ہے ۔

انشا کی دریاۓ لطافت میں غفر غیسی کی لفظ کو، فرانسہ آزاد میں مجتبہ کا چڑپہ کافی دل چسپ ہیں۔

ملفوظاتی گلکاریاں: (ridgin) مراج پیدا ہوتا ہے جس سے شاعری میں لطف دو بالا

ہو جاتا ہے۔ (۱) سب سی کی بول چال۔

پانچ چھوپڑی تو پڑھیلا ہے ہم

جاتی تو نہیں فر بھی سو پنچو جسرا

پانچ چھوپڑی پڑھ کے لکھی میں لکھی

بھی لاکھوں کا بخنس کر دیا ہے ہم

ہم کو راجت یہ سارا الحمد اُنے دیا

بھی لاکھوں کا بخنس کر دیا

(۲) مدراہی۔ چھٹی جلواں بروائی فلنے پوچھا بھونے بھانخ کو آئی

قر کو انگلی سے یوں بتانی دیکھا کے کیوں ہے بھڑک کو سبرا

(۳) کرخنداری۔

وفاؤں کے بد لے جغا کر رہا ہے

میں کیا کر رہا ہوں تو کیا کر رہا ہے

ابے توڑا کیوں ہے توڑیں کے دل کو

جو دل اپنا بھج پر فدا کر رہا ہے

غلط اصطلاح سے تلفظ کی فلکیوں سے بھی دل چسپ مزاح پیدا ہوتا ہے۔ کسی صاحب نے بڑے پیارے دعوت دی۔

”میری لڑکی کی تخریب (تقریب) میں ضرور تشریف لائیے گا۔“

نا صاحب۔ پر خرابی تو ہم سے ریجھی نہ جائے گی۔ کہہ کر ٹانا پڑا۔

حیدر پنجان شکر کی شیرینی کے قائل نہیں ہیں۔ کہنے لئے: سکور کی سادی میں سرکا سربت ہیں کیا گا۔

کسی نے کہا، کبھی سش بھی تو بولیے۔ بولے: نشب کو شر کرنے شام کہا ہے۔“

باقر مہدی کے تنقیدی مضا میں کاشتہاڑ پڑھ رہے تھے: اُردو کے سرکس ادیب کسی نے دُکا۔ سرکش ادیب ”بولے“ ہاں میں یہی تو کہہ رہا ہوں۔ سرکس ادیب۔“

غلط اصطلاح سے کہنا چاہتے تھے عزیز داقارب۔ لکھ ریا عزیز داقارب۔ شاید یہ یہی کہا۔ سرید کا تعارف لکھا گیا۔ یہ قومی کشی کے نام تھا ہیں۔ بے چارے نے قوم کی کشی کے نام کا بڑا ہی عرق کر دیا۔

حیدر الدین سیم اور مولانا حمالی بیٹھے تھے۔ ایک شخص نے اُرکہ غصب ہو گیا۔ ہیں اپنی بیوی کو میں فو طلاق کے آیا ہوں۔ مگر ریب ٹیش میں ہو گیا۔ میں اس سے راضی خوشی ہوں۔ کوئی ترکیب بنائیے کہ بیوی کا ساتھ نہ چھوڑے۔“ وحیہ بن سلیم نے پوچھا۔ یہ تو بتاؤ نے طلاق طے دی ہے کہ ت سے ہت سے تھاں کے منی میں آنحضرت سے ہبھیں۔“ تو تو جاہل مطلق معلوم ہوتا ہے۔ ظاہر ہے ت سے طلاق دی ہو گی۔ جا اور اس قضیہ کو سمجھوں۔“

ٹکریہ کلام دل لفظ یا جہذ جو گفتگو کے دوران بار بار خادتا کہا جائے۔ دوران گفتگو میں جہاں سکتا ہا کہ کیہ کلام زبان سے نکلا۔ بقول کسی شاعر کے وہ

کیوں نکر کلام نہ ہو جائے کوئی لفظ جب گفتگو میں جونہ سہارا کسی طرح باہر دقت دا غ کا یہی نکر کلام ہے۔ میرے حضور مجھ کو تو ننگ بنایا میں گے

اکثر وہ بیشتر جب لوگوں کی سوچ رک جاتی ہے تو الفاظ ان کا ساتھ نہیں دیتے۔ اس پیے دو اپنے نکل کے سہارے کے لیے اور سلسلہ گفتگو جاری رکھنے کے لیے کسی خاص لفظ یا جملے کو اپنالیستہ ہیں اور جاوے جا

استعمال کر دلتے ہیں۔

یہ بھی دیکھا لیا ہے کہ اکثر لوگ اپنی قابلیت کا سکر جانے اور دوسروں کو مرحوب کرنے کے لیے اولاً اس قسم کا نکیر کلام استعمال کرتے ہیں۔ میکن رفتہ رفتہ اس کا استعمال اور توارد پڑھنا جاتا ہے جسٹی کردہ بے اثر بوجاتا ہے۔

ایسے نکیر کلام کا انگلی گھونج قسم کے بھی ہوتے ہیں۔ بھگلوان اور خدا کے نام بھی ہوتے ہیں۔ یا کبھی کبھی بے معنی الفاظ یا عرف منہ سے سمجھی ہوئی بے مطلب آواز لطف کی بات تو یہ ہے کہ نکیر کلام کا استعمال کرنے والے کے تحت الشعور میں بظاہر اس کا احساس نہیں رہتا کہ وہ بے ضرورت الفاظ یا جملے کے جملے دھڑا دھڑا استعمال کرتے جا رہے اور اس سے سنسنے والے کو یا تو بے زاری جوہر ہی ہے یا بوریت بہر حال لوگوں کے لیے ہنسنے کا باعث بوجاتا ہے۔

ایک خاتون کی زبان پر بارے اللہ کا درد پڑھا ہوا تھا۔ وہ انہ صیرے میں کسی چیز سے مسخر کر بھی ہانے اللہ "کہہا" خپتیں۔ سالن بد مردہ ہوت بھی ان کی ناپسندیدگی کا انہماہ "ہانے اللہ" سے ہوتا۔ کسی کی گندگی کو دیکھ کر بھی "ہانے اللہ" سے تھا طلب ہونا۔

اب سوچیے تو بھلہ سے "ہانے اللہ" نکال دیا جائے تو انہماہ خیال میں کون سافر پڑھا گئے؟ مطلب تو بہر کیف ادا ہو جائے گا۔ لیکن سنسنے والوں کو خوش ہونے کے موقع سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ ایک نعمت رب ہمیشہ کہا رہے ہے: خدا آپ کو شکی دے۔ اور پھر ان کے منہ سے گالی گھونج بھی سنے تو اس کی ابتدا "خدا آپ کو شکی دے۔" سے ہوتی ہے۔

بعض لوگوں کی زبان پر انگریزی الفاظ اس طرح چڑھ جاتے ہیں کہ وہ موقع محل پر توکم، بے موون زیادہ تی دہرا سے جاتے ہیں۔ اردو زبان میں انگریزی کے ایسے الفاظ اندھرفل۔ او ماں لڈنیں آن کرس آس ٹلن پر کہے جائیں کہ پتا جی: چکر آردو میں انگریزی الفاظ خلط ملطکر ہے ہیں انگریزی جملوں میں اردو الفاظ کو استعمال کر رہے ہیں۔

ضرب المثل: ۱ (والحمد لله) بول اُن میں اردو بدل کر کے یا ان کو توڈ مرد مرد کر یا ان کی ترکیب کو بدل کر مختلف منزوں کا انہماہ کرنا بھی ایک طرف کی ظرافت ہے۔ اگر زبان پر عبور ہونے والا دوسری میں تحریک کر کے نئے سرے سے عطف و اختلاف کو حسب مشا یا موقع کے لحاظ سے انگریزی یا ہندی الفاظ کی طاولت سے با اصل منزوں کو دبا کر کچھ کا کچھ مطلب نکالا جاتا ہے۔

اگر لا آبادی نے اپنے کام میں اس فن سے خوب خوب کام لیا ہے۔ *sally* کے لئے مخفی میں جو مخصوص ہوں۔ بہ طرف سے گھر سے اور بندھے ہوں۔ ایکس بندھوں سے ہنی مذاق کے معنی اخذ کرنا بڑا ہمارہ ہے۔

”صہر کا پھل میٹھا۔“ جبکہ اپنے کاروں، ”غفل سے نفل بڑی۔“

آج کل کی سیاست میں غور فرمائیے۔ ”چلو بھر پانی کے لیے لڑ مردو۔“

”گھر بناتے ہی مخصوص جامیں اور بڑھ گیا۔“

”میکس بختوانے لگے تھے تو پر پر میکس لگے پڑا۔“

”نیکی کر دیا میں ڈوب۔“

”لیڈر کی بات کہنے کی اور کرنے کی اور۔“

”وزارت را بنظر ایم ایل لے باید دید۔“

”بندہ دے اور بنتا لے۔“

”اس طرح سے غالب ہو جانا کہ جیسے بازار سے شکر اور مٹی کا تیل۔“

”حساب دوستاں در دل تو ساختا، حساب دوستاں در دل والی بات زیادہ صحیح دکھائی دیتی ہے۔ آپ زندہ جہاں زندہ، آپ مردہ جہاں مردہ۔ آپ زندہ جہاں زندہ، آپ مردہ جہاں مردہ۔
لنوی مسنون کو توڑ مرد کر کر بھی پیش کیا جاتا ہے۔ جیسے آزاد تحریکیا (Cliches) نے کہا۔ تعلیم نسوں، عام طباوں میں اپنی بہو بیٹیوں کو کھلے بندوں۔ جانا۔“

”جان۔ ممتحن کی میاقت کی آزمائش۔“

کو۔ - کلرک سازی کا کارخانہ۔

ریس۔ جو اپنی ریاست سے بے خبر ہو۔

امیر۔ جو ہبھی دست اور مقرض ہو۔

مولوی۔ جو مسلمان کو دائرہ اسلام سے خارج کرتا ہو۔

نائب کلب۔ وہ جگہ جہاں لوگ اس لیے جاتے ہیں کہ دہان پر کچھ نہیں ہوتا۔ (یعنی رفاصاں کے جسم پر)

بوسہ۔ مذہ درمنہ سوال و جواب۔

مجزہ۔ خبر سان اجنبی۔ اپ بھلا نہ بھیا۔ سب سے بھلا روپیا۔
 خبردار۔ خرلانے والا۔ پڑھے ن لکھنے نام محمد فاضل
 نیند کی دوا۔ جو بکوایی بیوی کو اس کے شوہر کی اعلالت کے زمانے میں تجویز کی جاتی ہے۔
 نر سنگ ہوم۔ مریض کا مکرہ جہاں مریض کے درست اس کے دوسرے درستوں سے گپ شہب
 رڈا نے اور خسلا ملا طڑھانے جاتے ہیں۔
 مردم سثاری۔ لھر گھر بھر کر آبادی میں اضافہ کرنا۔
 دور کارشنہہ دار۔ جو دور پی رہے تو رشنہہ داری قائم رہ سکتی ہے۔
 فنا دعوت۔ تھوڑے پر مشکل زیادہ پر ناممکن۔
 جھوٹ۔ جو یہ کہے کہ اس نے کبھی جھوٹ نہیں کہا ہے تو وہ صریح جھوٹ ہی تو کہہ رہا ہے۔
 منی اسکرت۔ وہ لہاس جو شرم گاہ چھپا ساختا ہے نہ شرم۔
 بر سیر۔ جو رائی کا پربت بنادیتا ہے۔
 راہ زن۔ بازاری عورت

غائب
 ہو کر اسیر داتے ہیں راہ زن کے پاؤں
ہزار
 ہزار راہ زن امسید وار راہ میں ہیں
 دولت۔ ساری گرامیوں کی جڑ، لیکن اس کی ضرورت کی جڑیں اور گہری ہوتی ہیں۔ اور بھرت
 پانے کے پیے دولت کھود دیتے ہیں۔
 حاجت منہ۔ جو کبھی آپ کی حاجت روائی کو نہیں بھولتا بلکہ ہر بار آپ ہی کو یاد کرنا ہے۔
 بڑھا ہا۔ جب لوگ یہ کہنا بند کر دیتے ہیں کہ آپ بڑھے لگتے ہے ہیں۔
 ہمت۔ حب کوئی بلا پس دیشیں کہے کہ اس میں مبتہ نہیں ہے۔
 محنت۔ حب عورت مرد سے وہ سب کر سکتی ہے کہ جو وہ چاہتی ہے۔
 دوڑ دھوپ۔ دھوپ میں دوڑنا۔
 کنو ار امرد۔ جو اپنی محبت کی فتوحات میں کامران رہتا ہے۔
 پیار۔ بچوں کو مفت، نوجوان کو چوری چھپے۔ بُدھوں کو بھاری قیمت پر ملتا ہے۔

لعرشِ بَانُ

(SPOONERISM)

علمدار کہ سبوا ہو کہ اتفاقاً۔ بہر کیف سبھی کامو جب ہوتی ہے۔ گلاس میں دودھ دالوں کے بجائے کبھی دیا۔ دودھ میں گلاس دالوں افاظ کے آگے پچھے ہونے سے بھی منی خط ہو جاتے ہیں۔ "قاتل کی تلاش" کے بجائے کہا "تلاش کی قاتل۔" ابسا اوقات یہ کیفیت متندی بھی ہوتی ہے۔ ہمارے پڑوس میں رُکوں کا مدرسہ تھا۔ اُس کی اسلامی عائشہ بیگم پہلی بار آنے والی تھیں اور پہنچنے پڑے ویر کے بعد موڑ رکی اور اُس میں سے توئے کے خلاف ایک صاحب نکلے۔ ہم نے پوچھا کیا آپ بھی عائشہ بیگم میں؟" انہوں نے کہا: "جی نہیں، میں ان کی بیوی ہوں۔"

کی نظم ہے "زرس" جس کا ایک مصروع ہے۔

"کبھی سوزن تھی وہ کبھی ساز تھی وہ"

، مثاوعے میں فرمائیں کی گئی۔ ذرا سُنا یے تو وہ
"گھڑی سوزن تھی وہ گھڑی ساز تھی وہ"

مزاحیہ کردار پیدا کر کے اور ان کے ہمارے بھی مزاج پیدا کیا جاتا ہے۔ جیسے
مشی سجاد حسین (مشی سجاد حسین احمد)، خوجی رونق ناخواستہ، حاجی بنلوں (مشی سجاد حسین) چھاٹکن (امتیاز علی تائی)، مزاجی (ایم ایم)، قاضی جی (رشوکت تھانوی) مزا
ظاہردار بیگ (نذری احمد)، حاجی لق لق۔ نانی عشو (ملالغیر الدین) بیربل۔ مدادو پیازہ۔ پائے خان۔
نیس مار خان۔ کرشن چندر کا عاقل لگھا۔ لال بھٹکڑا۔

مزاحیہ کردار، سخنہ، بھانہ اور لفاظ سے باش جاتا ہوتا ہے۔ یہ بظاہر خود نارمل ہوتا ہے

او محض اس کی حرکات و مکاتب سے سنبھلی نہیں پیدا کی جاتی بلکہ اس کردار میں ایک حد تک سنجیدگی جوتوی ہے اور سنجیدہ ماحول میں تفریحی کیفیت پیدا کرتا ہے۔ بڑھات اس کے سخرا دوسروں کے تفتن کے لیے اپنا صدیق بگاؤ لیتا ہے اور اپنی ذلت برداشت کرتا ہے۔ بلکہ ایسے سامان پیدا کرتا ہے کہ اس کی پٹائی ہو۔ اس کی تضمیک و تذلیل ہو جائے۔ مزاجیہ کردار کا ایک وقار ہوتا ہے۔ اور وہ اپنے ہر عمل کو درست اور حق بجانب سمجھتا ہے اور ظاہر کرتا ہے۔ وہ اپنی وصیں کا پٹکا ہوتا ہے۔ اس میں کوئی لچک جوتوی ہے اور زندگی کی کھجور پر آمادہ ہوتا ہے۔ اور وہ لیکر بھی خود اس کی کھنکھی ہوئی ہوتی ہے۔ اور وہی سے وہ اس لیے ناراض ہتا ہے کہ وہ سب اس کا ساتھ نہیں دیتے، اس کی راہ نہیں چلتے۔ مزاجیہ کردار کی تخلیق میں مبالغے بہ جال کا ہیجا جاتا ہے اور اس کردار کو مضمحلہ خیز کردار میں گھرا جواد کھایا جاتا ہے۔

رن ناخہ سرشار نے فناہ آزاد میں تکھنو اور ہاں کے مرقعے بناتے بناتے خوبی کی تخلیق کی اور اس کو حیاتِ جاوداں غلطائی، خوبی بات بات پر قسم کھاتا ہے۔ ڈیلیں مارتا ہے، لافِ زنی کرتا ہے اس کی شخصیتِ ہر وقت مجرم و نظرآلی ہے۔

لال جھگڑا بھی ایک مشہور اور مقبول شخصیت ہے جو بذاتِ خود بہتریت پر دقوف۔ لیکن پنی وہ نست میں بے حد عقل مند۔ ان کی سوچ بوجھہ ایسی ہے کہ جو ہر مشکل بات کا فوری حل نکال لیتی ہے۔ کسی نے باختی کے قدموں کا نشان بتا کر پوچھا تو آپ نے فوراً کہا۔

یہ تو بوجھے لال جھگڑا اور نبوجھے کوئی پاٹن جنگی باندھ کر مت ہزا کو دا جوئی اور دا دب میں کردار کی تخلیق کے ساتھ جو مزاج پیدا کیا گیا ہے۔ ان کی تفصیل حسب ذلیل ہے۔

ملائیں ہیں ہیں	ترکی سے درآمد کیا گیا	خوبی	پنڈت رن ناخہ سرشار
حاجی بندول	مشنی سجاد حسین	اعمق الہیں	اویس اور دھڑکن
خانم	عظمیم بیگ چنانی	چپا چمکن	امستیاز علی تاج
مرزا جی	ایم اسلم	قاضی جی مشنی جی	شوکت عقانوی
گدھے کی سرگزشت	کرشن چندر	شیخ چلی	مشنی سجاد حسین خبسم
			جعفر زمیلی

راجدہ بیربل۔ ملا دیباڑہ۔ شہنشاہ اکبر کے دور کے کردار ہیں۔

پائٹھان	لال جھگڑا	مرزا بندوقی
تمس مار خان	نافی عشر	

معہدہ پہلی چیستاں

QUIZ - RIDDLE CONUNDRUM

جہاں نہ اق سلیم اور مزاح کا شور ساختہ نہ دے تو پھر لطف و تفریخ کے لیے کچھ اور بھی کرنا پڑتا ہے بلکہ چلکے عام فہم اور لوگوں کی سوچ و بوجو کے مطابق کچھ سوالات ترتیب دیے جاتے ہیں۔ ان کا جواب ہادی المنظر میں بہت مشکل لٹکتا ہے۔ بلکہ سوال خدا حمقانہ سامنہ معلوم پڑتا ہے۔ مگر پھر بھی جواب نہیں سوچتا۔ اور حبب جواب بتا دیا جاتا ہے تو ہر ایک کو شرمسار ہونا پڑتا ہے کہ اتنی مسرولی سی بات نہ بوچھی جائے۔

سل میں یہ ایک فن ہے سوال کو اس طرح مرتب کرنے کا کہ جواب کے لیے الجھن ٹر جائے۔ لظاہر بالکل غیر منطقی بات ہو۔ ایک طرح سے دھو کا بھی دیا جاتا ہے اور جنکہ میں ڈالا جاتا ہے۔ کسی ایسی بات پر نہ رہے۔ بہبادری جاتی ہے کہ جواب موضع سے بالکل غیر متعلق ہو اور دماغ اسی ذہلی بات پر الجھن کر رہ جائے اور بینا دری مسئلہ کا حل ہی نہ مل سکے۔ حضرت ایم خرود نے بہت سی پہلیاں بڑی لطافت کے ساتھ ترتیب دی تھیں۔ فارسی کے نمک نے بندی کے ذائقے میں بڑا لطف پیدا کیا۔

خدا	سب سکھیں کا پسیارا پسیارا	سب میں ہے اور سب سوں نیارا
دایکی آن	نجھے پ بھا	جالی ہے بن دیکھی چسا
بُختا	آگے آگے بھینا آلی یچھے یچھے بھینا	وانٹ نکالے باوا آئے بر قع اوڑھے میا
چراغ	تیل کا تیل کمبسار کا سہندا	باتھی کی سونڈ نواب کا جمنڈا

خرپڑہ دس نامی کا ایک ہی نز بستی باہر والے کا گھر
پیغمبر اخوت اور پیش نزم سخن میٹھا تاشیہ گرم
اس بتو پرانی پیسوں کا راج کم ہوتا جا رہا ہے۔ ود بری بوڑھیان نامی داریاں نہیں میں جو بچوں کو
اپنے ساتھ بھایا کر اس قسم کی باتوں سے خود اپنا اوز بچوں کا دل بہلا یا کرتی تھیں۔

اس قسم کا مزاج بہت خالص ہوتا ہے کہ اس سے نہ تو کسی قسم کا مذاق اُڑایا جاتا ہے اور نہ کسی کی
بیل آزادی ہوتی ہے۔ کوئی گھنادنی بات نہیں کبھی جاتی اور کسی کے جذبات کو دھکا بھی نہیں لگتا۔ غلام طور پر
گو، کھد حصہ ابھی بہ جاتا ہے۔

سرٹک پر دو چینی بارے ہے میں۔ ایک دوسرے کا باپ ہے۔ لیکن دوسرے اس کا بھی نہیں۔ بتائیجے
تو آپس میں یہ دونوں کیا ہوئے؟

بنخاہر تو اس کا جواب ممکن نظر نہیں آتا۔ اس یہ دماغ چینی اور باپ بیٹے میں لگا ہوا ہے اور
اس پر دھیان بالسکن نہیں جاتا کہ وہ بھی نہیں بھی تو بوسکتی ہے۔

روباپ اور دو بیٹے شکار کو گئے۔ ان سب نے مل کر تین ہر شکار کیے۔ گھر والے آنے پر ان
سب نے میزوں پر بن سالم کے سالم آپس میں بامٹ یہے۔ اب بتائیے کہ ہر نوں کے حصے بزرے کیے بغیر
ان کو کس طرح تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

سارا دھیان دو بایں اور دو بیٹوں یعنی چار آدمیوں پر لگا ہے۔ حالانکہ باپ اس کا بیٹا
اور بیٹے کا بیٹا۔

دو باپ اور دو بیٹے ضرور ہوتے ہیں۔ لیکن کل آدمی تو تین ہی ہوئے۔

ایک کتاب کی دس جلدیں ہیں جو قریبے سے بک شلف پر جبی ہیں۔ ہر جلد کے سو صفحے ہیں۔ جد
بزار صفحے۔ ایک کیڑا اس کتاب کی پہلی جلد کے پہلے صفحے سے شروع کر کے آخری جلد کے آخری صفحے تک رہیا
کی ساری جلد والے پورے صفحے چاٹ جاتا ہے۔ بتائیے کہ اس کیڑے نے جلد کتنے صفحے چاٹ دیے۔

خالی تو اسی طرف جائے گا کہ ہزار صفحے ہیں اور سب ہی چاٹ ڈالے ہوں گے۔ اس کیڑے نے
مگر کتابوں کی ترتیب کو دھیان میں لا کر دیکھے۔ پہلی جلد کا پہلا صفحہ اور آخری جلد کا آخری صفحہ درمیانی
جلدوں سے متصل رہتا ہے اور ہر دو جلد والے کے ۹۹۔ ۹۹ صفحے چھوٹ جاتے ہیں۔ اس طرح پہلی جلد کے
صفحوں اول سے آخری جلد کے صفحوں آخر تک صرف ۷۰۔ ۷۰ صفحے ہوتے ہیں جن کو کیڑے نے چاٹ لیا ہے۔

راجندر نے ایک پیٹی نامی۔ میرے والدین کے اولاد ہوئی۔ وہ نہ تو میری بہن ہے اور نہ بھائی۔

بتائیے کیا ہے؟ جب سب ہار مان گئے تو اس نے بتایا۔ ”راجندر“ یعنی میں خود یہ میر حیدر کو بہت بند آیا۔ اخنوں نے اپنے دوستوں سے موقع نکال کر وہی سوال دہرا�ا۔

”میرے والدین کے اولاد ہوئی ہے وہ نہ تو میری بن ہے اور نہ بھائی؟“ اس پر بھی بوجہ سکے تو اخنوں نے ہار منوا کر اپنا سنا ہوا عمل بتایا۔ ”راجندر۔“

وقت واحد میں ایک کشٹی صرف ۱۰۰ گرام کا وزن اٹھا سکتی ہے۔ ۱۰۰ گرام والے ایک شخص کے ساتھ اس کے ۰.۵۰ گرام والے دو لڑکے ہیں۔ ان سب کو اس کشٹی کے ذریعے دریا پار کرنے کے بنا یہے کہ کس طرح یہ خود کشٹی کو کچھتے ہوئے پار جاسکتے ہیں۔

جواب صاف ہے۔ دونوں لڑکے پہلے چکر میں دریا پار کر لیتے ہیں۔ دوسرا سے کھنائے پر ایک ٹھہر جاتا ہے۔ دوسرا کشٹی والیں لا جاتا ہے اور اس کنارے پر رک جاتا ہے۔ اس کا باپ کشٹی نے کر دوسرا سے کھنائے جاتا ہے اور خود ٹھہر جاتا ہے۔ پہلا لڑکا کشٹی کو دلپس لاتا ہے اور پھر دونوں لڑکے ایک ساتھ باپ سے جاتے ہیں۔

آثارِ قدیدہ کے ایک ماہر نے دو ہی کیا کہ اس کو ایک پرانا سکر ملا ہے جس پر ۵۰۰ قبل مسح کا سنت کندہ ہے۔ نامکن۔ یہ کی پیدائش سے پہلے کس کو خبر تھی کہ ۵۰۰ سال بعد ان کی دلادت ہوئی۔ یمن منٹ میں تین بیاناتیں چوہے پڑتے ہیں۔ سو بیلوں کو سو چوہے پڑنے کے بے کستی مدت درکا ہے؟

جن ہی سنت تو لگیں گے۔ ہر بیلوں کو ایک چوہا پکڑنے میں تین ہی منٹ تو لگتے ہیں۔

اس کے چھوٹنے میں صرف دو منٹ ہیں اور مجھے ابھی دو سیل کا فاصلہ طے کرنا ہے کہ میں ٹرین پکڑ سکوں۔ میں اپنی موڑ سے پہلے میل کا فاصلہ تیس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے طے کر لیتا ہوں تو دوسرا میں اس رفتار سے طے کرنا ہو گا کہ گاڑی چھوٹنے سے پہلے پہنچ جاؤں۔

جو چاہے حساب لگائیے وہ ٹرین تو آپ کے پہلے میل کے طے کرنے کے چھوٹ چکی۔ ایک سو کھے کنویں میں بندگر گر پڑا ہے۔ اور پنځنے کے لیے ڈھلوان سطح پر تین فٹ اچکا ہے تو چسل کر دفٹ نیچے راپس جاتا ہے۔ ہر منٹ وہ اسی طرح کو شش کرتا ہے تو بتائیے دلی فٹ گھرے کنویں سے وہ کتنی دیر میں باہر نکل آتا ہے۔ چوتھے منٹ اس لیے کہ چو تھی باراچکے پر تو وہ باہر نکل ہی پڑتا ہے۔

ایک بُرے ٹوکرے میں گینہ میں اس طرح پیک کی جا رہی ہیں کہ ہر منٹ پران کی تسداد دیگنی

ہو جاتی ہے۔ پورا تو کراچر نے کو ایک لگھنہ لٹکا ہے تو بتائے نصف تو کراستنی دیر میں بھرے گا؟
۵۹ منٹ میں۔ اس پئے کہ ہر منٹ میں ان کی تعداد دو گنی ہوتی ہے۔

دکان سے ایک گاہک نے سڑک پر کا بجس ۲ روپے میں خریدا اور ہکاؤٹ دیا۔ دکان^۱ نے برابر کی دکان سے نوٹ بھنا کر ۲ روپے گاہک کو دیے کچھ دیر بعد برابر کی دکان والے نے ۱۰ روپے کرو دیے کہ جملی ہے۔ دکان دار کو مجبوراً ۵ روپے اوکرنے پڑے۔

ایک صاحب موڑ سے کہیں دور جا رہے تھے۔ راستے میں ایک خوب صورت سی لڑکی نے لفت
مانگی۔ یہ اس کو ساتھ لے کر چلے۔ جب رات ہو گئی تو راستے میں ایک ہوٹل میں مٹھر گئے۔ رات کے
کھانے کے بعد انہوں نے اس کو اپنا پینگ دے دیا اور خود صوفی پرسو گئے۔ آدمی رات کو یہ لڑکی
ان کے صونے پر آئی اور باز دمیں لبٹ گئی۔ اور یہ بھلاکر بوتھی یہ کیا حرکت ہے؟ ”لڑکی نے کہا۔ جب
کوئی بھلا آدمی کسی لڑکی پر کوئی احسان کرنا ہے اور یہ اس کے احسان کے بدلے میں اس کے ساتھ بستر پر
لیٹ جاتی ہے اور اس کی گزدن میں باتھ بھی ڈال دیتی ہے۔ تو اس شخص کو کیا کرنا چاہیے؟ پتا ہے؟ یہ بولے
”دیکھو جی! یہ آدمی رات کو پہلیاں بو جنے کا کون ساموقع ہے، مجھے سونے دو۔“

یہ سمجھی ایک بڑا دل چب پشنڈ ہوتا ہے۔

محاکات :- شراری :- (Charade) مخفل کے حاضرین سے چھپا کر دوچار آدمی
کچھ ایسی نقایی یا حرکتیں کرتے ہیں کہ جن کو دیکھ کر ان کے مافی الصبر میں جو لفظ ہوتا ہے اس کی تکریب سے
اس لفظ کو پہچانتے کی فرماش ہوتی ہے۔ مثلاً ایک صاحب کھڑے کھڑے کسی لکڑی سے کھٹ کھٹ کی
آواز کریں گے، اور دوسرے صاحب اپنی دو انگلیوں سے چکیوں جیسی حرکت کر کے لئے کے عمل کو واضح
کریں گے۔ اب اگر غور سے دیکھنے کے بعد اس کھٹ کھٹ کی اور مل مل کو جوڑ دیا جائے تو کھلمنی کا لفظ واضح
ہو جائے گا۔

کوئی صاحب گول گول حلقة بنائیں اور دوسرے صاحب کنڈا (گملہ) بنائیں تو یہ دونوں مل کر
گول کنڈہ کی دھناعت کریں گے اور انہیں دھر کتوں سے حاضرین اس لفظ کو پہچانیں گے۔

نفل اتارتے ہوئے کسی داقہ کا بیان اور حاضرین کی فہم و فراست کا اتحان کسی منظر یا بیفیت کی افاظ
با حرکات سے نقایی اور تصویر کریں، جس سے ہنسنے ہنانے کا سامنہ بندھو جائے، شزاد ہے۔

پکھ لوگ ”آبل مجھے مار“ کے مصدقاق ایسی باتیں کر بیٹھنے میں
مضحکات :- (Absurdity) کر خود مشکل اور جو جاتے ہیں اور دوسروں کے پیسے پُرنداق کھلونا

اس میں اپنی بڑائی کی خوبی ہوتی ہے، لیکن سنتے والے اس کی شخصیت پر اس اٹھتے ہیں۔ اور پٹا نگ باقیں واہیات اور حسلاں عقل بھی ہوتی ہیں۔

مفسح کو خیز، مفسحراز یا پرماداں اور ساتھ سانحہ ذیل کرنے والی باقیں سب کی سنبھالیں اور جس کی تضییک ہوتی ہے اس کو اذیت پہنچتی ہے۔

ہم جانوروں پر اس وقت ہنسنے ہیں کہ جب وہ انسانوں میں کوئی حرکتیں کرتے ہیں۔ اور انسانوں پر اس وقت کہ جب ان سے جانوروں میں کوئی حرکتیں سرزد ہوں۔ ایک طرف سے یہ زبردست طنز ہے انسانوں کے اشرون المخلوقات کہلائے جانے پر اور خود انسان پست پر۔

تعلیٰ :- (Bragh) یعنی بھگارنا، دوسروں کو کم تر بھج کر اپنی ہی بات کیے جانا۔ دُون کی لینا۔ ان سب باتوں سے کسی قسم کا مزاح تو نہیں صرف ہنسنے ہنسانے کا ایک کثیف ساختار ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ کہنے والے کی بات کو لوگ صحیح نہیں سمجھتے اور اس کی عزت یہ کہت کھٹ جاتی ہے۔ شدید رہنی خلفاً اور نفسیاتی الجھاؤ میں مستلا لوگ اپنے احساس کم تری کو چھپانے کے لیے بڑھ پڑھ کر باہیں کرنے ہیں اور خود ہی نشانہ بدن بننے ہیں۔

مصحفی، نیکین، انشا اور ہدایہ نے اپنی نادری کے باعث اپنے کلام میں اپنے بڑے بن کو خود ہی ظاہر کرنے کی کوشش کی جو ہر کہیں طرف کا غونہ کہلا یا جاسکتا ہے۔

موٹی کو مسخنی ہے فامہ مر ابھی	گو خصم بنے اسود افیوں مرے آگے
ریختی کہنی بی نیگیں کی یہ ایجاد ہے	منہ چڑھاتا ہے مو انشا جیا کس دا سطھ
جسے کہتے ہیں بدودہ تو زیریروں کا دادا ہے	مقابل تیرے کیا ہو تو تو اک جدہ کی مادہ ہے
اوہ لے ہے۔ اب نک نہیں اس کی خبر تجوہ کو	کہ ہدایہ سب جہاں کے طاروں کا پرزاوہ ہے

موجودہ محاشرے میں اس قسم کی باقیں ہنایت دل چک ہوتی ہیں۔ کسی پارٹی میں تعارف ہوتے ہی سب رانیم نے بڑے فخرے کہا کہ وہ جب کشیر گئے تھے تو پہلے پہل کسی نے ان کی طرف توجہ نہ دی مگر جب انہوں نے بتایا کہ وہ کون ہیں تو پھر ہر ایک ان کی خاطرداری بلکہ خوشنام میں لگ گیا۔ ہم نے کہا، تو پھر اپ کون تھے؟“

پھرے دارسپاہی نے اندھیرے میں کسی کو گزرتے دیکھا تو سوال کیا: تھہر جاڑ، کون جانا ہے؟“ کرنل صاحب گزر رہے تھے۔ انھیں مجرا لگا۔ ڈاٹ کر بولے، گدھا۔“ اور کہنا پا جاتے تھے۔

گدھا کبیں کا جانا نہیں ہم کرنل شامروٹ میں۔ لیکن پاہی نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا "گدھا۔ جا سکتا ہے۔" آس اکے قابلیوں میں سے ایک صاحب جو عالی رتبے پر فائز ہیں اپنے کسی پُر کھے کی انگریز پوسٹ کی اور ہونے پر بڑا غرور ہے اور تمہیش کہتے ہیں کہ ان کی رگوں میں انگریز خون ہے۔ اس قسم کی ڈینگ سے تنگ ہر کسی نے پوچھ لیا۔ کیا آپ کے دادا پر دادا میں سے کسی نے انگلستانی انسر کو کھایا تھا؟"۔

حافت :- (Arrogance) ذمیں ہو کر منہی کا مرکز بن جانے کو حافت کہتے ہیں۔ کہاوت ہے کہ بڑے بول کا سر بجا

ایک عوامی وزیر کے رد کے کی عادت تھی کہ وہ اپنے ساتھیوں میں بعد اتفاقاً در عونت سہیش کہا کرتا۔ تم نہیں جانتے کہ میں کس کا بیٹا ہوں۔" ایک بار لوگوں نے خود ہی اس سے پوچھ لیا کہ ہم تو نہیں جانتے تمہارے باپ کون ہیں۔ کیا تم بھی نہیں جانتے؟"۔

کسی اور پچھے گھرانے کے رد کے نے ملازمت کی درخواست میں اپنے بجہب الطرفین، رمیس این رمیس اور فائدائی ہونے کا بہت زیادہ تذکرہ کیا اور ذاتی صلاحیت اور ریاقت کا کچھ بھی ذکر نہ تھا۔ عبد سے دار متعلقة نے عرضی پر لمحہ دیا۔ "میں پڑھا لکھا نوجوان جاہے۔ کھل کے پے۔ نسل کشی کے پے نہیں۔"

ایک بڑے لیدر نے غصے میں پوچھا۔ کیا آپ کے اخبار نے میرے بارے میں یہ لکھا ہے کہ میں جھوٹا نہدار اور فرمی ہوں؟" اخبار کے مالک نے جواب دیا۔ "جی نہیں ہم اسی پُرانی اور بائی جنری نہیں چھاپتے۔ حافت اور زعم سے مخوز صنیف نے دعویٰ کیا۔ عقل و فراست میں اپنے سے کثر لوگوں سے میں اچھی باتیں کرتا ہوں تاکہ ان کو حساب کمرتی نہ ہو۔ کسی نے پوچھا۔ "تب تو آپ کو منہ کھولنے کا موقع ہی نہ ملتا ہو گا۔"

بِحُمَّامَنگَيْ كا فِقدان

(INCONGRUITY)

اس نئم کے مشابدات اور اس طرح کے حادثات دل پری پیدا کرتے ہیں اور سہنی کا باعث بن جاتے ہیں۔ مثلاً رندوں کی محفل میں مقطع بزرگ آن چجزیں تو ایک ایسا ماحول پیدا ہو جاتا ہے کہ دیکھنے پر ہی مسکراہیں پھر جاتی ہیں۔ کسی فلاسفہ کی تقریبیں کر باہر نکلتے ہوئے ایک عجائب فرماتے ہیں کہ زیادت برماو ہوا۔ پھر بھی مانئے جس کے تقریب معلومات سے بھری تھی۔۔۔

ٹولی فامہت مرد پستہ قد خورت کے ساتھ ہو تو، اکا ہند رہان نوں کے روپ میں دلخانی ہے۔
ایک کھپی پر بہتے ہوئے پکڑ مال میں داخلہ نہ ملتے پر ایک عصا مب کہتے ہیں: اسی یہے تو شاپ دیتا
لوگ نہیں آتے میں نہ رجڑھی نہیں۔“

محتمل اضطراری: - (Inconsistent) کوئی میں فلسفی کوئی میں نہ ہو۔ ایک ہی بات کسی کو
بچوں کے اور کسی کو بچوں اور

کلاس روم میں ایک روئے ہوئے بچے کی تھیسیر کو بتا کر استاد نے پوچھا۔ بتاؤ تو اس کو دیکھ کر تم کیا مطلب سن کالو گے؟ ایک بوبنار بڑو کے نئے جس کا تعلق نہیں بھرائے سے تھا۔ کہا۔ لیکن اب سڑکے کو جھوک ستاری ہے جس کے مارے وہ درد رہا ہے۔

دوسرے لڑکے نے جو میراں باب کا بیٹا تھا۔ جواب دیا۔ خوب اس لڑکے نے زیادہ لکھا لیا ہے اور پت کے ورد سے فریب رہا ہے۔

شاعری میں بھی تضاد سے دل چھپ مزاج پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً درود خدا کا امداد اور آنکے کلام میں ملاحظہ فرمائیے۔

جس قدر آبادیاں بُرھتی ہیں قبرستان کی
دھونوں کے راستے میں جاؤں ہیں ایسی ہی خبر
کون بے چارہ اٹھا دینا سے جزا کس کا گھر
چند قطعے آپ نکھس کے مکھر ہر حال میں
کسی فخر مزدوف ہتی کا، کسی نامی گرامی اور شہرہ آفاق ہتی سے
موازنہ:- (Harmony) مقابلہ کر کے ہنسی اڑانا، مشکل کسی منحنی اور کمزور آدمی کی نظر ہری
شکل و صورت کی مشابہت گا پبلوان سے بنا کر کہنا کہ پچھر ہے یا کافور بنام زنگی۔
اچھی بھلی شکل و صورت کے آدمی کے سامنے ہذا سا آئندہ رکھ کر اس کی متبدلة ہمیت کذاں
پر منسنا۔

دلیسے تو ہر جزیرہ جگہ پرا پنے ہمارے زادیوں پر ہو تو بے حد سیاٹ دلکھے اور آدمی بور ہو جائیں۔ وہ
تو جہاں اور پنج پنج اونٹ پلٹ ہو دیں ہنسی پھوٹی ہے۔ مفرہ فیشن سے ہبت کا کوئی کپڑے پسند نہیں
ہے کہ ہنسی کا موجب ہو گا۔ مگر یاد رہے جب یہی فیشن رفتہ رفتہ قبول کر لیتے جاتے ہیں تو پھر نہیں دلوں کی
فود کی ہنسی اڑ جاتی ہے اس لیے ہنسی یا نظرافت کی تحریک کے لیے ناموزد نیت اور بے دُصنه بین کا مشاہدہ
ہیں آنحضرتی ہوتا ہے اور جہاں ہم آہنگی کا فقدان ہوتا ہے وہیں پر مزاج پیدا ہوتا ہے۔

ضُوئی مُکرار:- (Alliteration) الفاظ کا ایک ہی حرفاً سے شروع ہونا اور ان
مشابہت بلکہ میسا نیت سے جملوں میں ایک خاص بانچن پیدا ہو جاتا ہے اور مزدہ آتا ہے۔

رات بکھرنا پا ترستا ہی رہا جی با جی با جی	اب تو نوبت بھی الٹھوا جی با جی با جی
لے لو اس کوٹھری میں سیر ڈرانے کے لیے	اک عبا اور ڈھکے بن مٹھی ہیں حاجی با جی
دینا میں بادشاہ ہے سودہ بھی ہے آدمی	اوھس و گدابے سودہ بھی ہے آدمی
زردار دبے نوا ہے سودہ بھی ہے آدمی	نست جو کھارا ہا ہے سودہ بھی ہے آدمی
لئے تیر نظر، تیر نظر، تیر نظر د بکھ	ٹکڑے چبارا ہا ہے سودہ بھی ہے آدمی
جا ہے تو بشکن، تو ب مری جام شکن	پول ہے، یہ گر دو، یہ کلچھ، یہ جگر دیکھ
	سلانے دھیر ہے ٹوٹے ہوئے پمانوں کا

مبالغہ :- (Tall Tales) ظاہر ہو کہ اس میں حقیقت سے دو، تین ہو اور اس میں ایسا نقصان اور بناوار ہو کہ دن اس پر گران گز سے محض تغیرت کے لیے لکھرے ہوئے تھے اور چیخنے۔ شاعری میں مبالغہ گوئی سے قصیدہ بن جاتے ہیں۔ ہوا میں اُڑتی ہوئی لبھوں پر گولی چلانی۔ میکن زخمی لعیں کھرکی وجہ سے دوسرے دن گریں۔ درخت کٹا تھا میکن کھرا تھا کہ دوسرے دن سورج نسل آئے تک اتنا ہوا تسلیم نہیں پرندوں کے بازار میں تو توں کا نیلام ہوا تھا۔ ایک اچھے خوب صورت تو نے پر ایک سب سے بولی لگائی۔ انھوں نے وہ کہا تو کسی نے... روپے۔ یہ بڑھ کر... بوئے تو کسی نے... وہ کی بولی بڑھائی ہوتے ہوئے انھوں نے... اروپے پر اس کو خربہ ہی لیا اور خوشی خوشی جانتے ہوئے اس کے مالک سے پوچھا ہے تو تما باہمی بھی کرتا ہے؟

مالک نے پوچھا: وہ جو آپ کے خلاف بولی لکھا رہا تھا۔ وہ کون تھا؟... ایک دفعہ ایک امریکن نے اپنے بیک کی غلطت کا سلسلہ جانے کے لیے کہا کہ دنیا میں سب سے بھی سرنگ امریکہ میں ہے جس کی لمبائی میںیں میل سے زیادہ ہے۔ سربراں مسعود نے شرارتا کہا۔ ہمارے ہندستان میں تو اس سے کہیں زیادہ لمبی سرنگ موجود ہے جس کو مغل بادشاہوں نے دہلی سے اگرہ تک بنایا تھا تاکہ جنگ و جدال کے زمانے میں یہ سو سوا سو میل کی سرنگ سے دوسری سلسلہ جائیں۔ امریکن نے ان کی ہات نہ مانتے ہوئے کہا کہ امریکہ کی سرنگ میں بھلی کے درشتی کا نظام ہے بھلا آپ کی سرنگ میں درشتی کا کیا ہندو بست ہو گا؟... راس مسعود نے جربتیکی کے ساتھ کہا: ہاں کمال تو یہی ہے کہ بھلی نہ ہوئے ہوئے بھی درشتی کا نظام اس طرح کر رکھا کہ لاکھوں جنزوں چھوڑ دینے تھے۔ اب تک ان کی دلداد نے درشتی کے اس نظام کو برقرار رکھا ہے۔

شاعری میں مبالغہ سے کام لیے بغیر کام نہیں چلتا۔

طباق :- (Exaggeration) ساتھ بیان کرنا اور اس میں اتنی دلچسپی پیدا کرنا کہ لوگ اس کو جھوٹ جانتے ہوئے بھی نہیں پڑیں۔ اپ کی مضمون نگاری کا ہے یا اونی کمال پوسٹافس میں لفاظوں کا رہا کرتا ہے کمال

پولین کی کارانی وفتح کی جنگوں میں ایک سپاہی کا سیدھا تھکت گیا۔ اس کی بہادری کے انعام جس پولین نے لیجی، ان آنڑ کا نام اس کے سب سے پر لگایا اور کہا: بہت اور جوانمردی سے دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک اتحادگزایا ہے۔ اس کے مسئلے میں تھیں یہ تھے دیا جاتا ہے۔ ”سپاہی نے پوچھا: اگر میرا دوسرا ہاتھ بھی کھٹکا دیتا تو آپ کیا دیتے ہیں؟“ پولین نے کہا: ”تھیں لفظیں نہیں کہاں کا رتبہ اور اعزاز دیا جاتا ہے۔ سپاہی نے فرمایا: اپنی نموار سے دو سڑا تھوڑی قلم کر دیا۔ سپاہی نے یہ کہیے کیا، مذہب پوچھیے جب کہ اس کا ایک ہاتھ پہنچے سے لٹا ہوا تھا۔

اممال جوار کی فصل اتنی خوب بھی ہے کہ ہم وزارہ دو ایکٹ کی فصل کھا رہے ہیں۔

تعریف ہو رہی تھی۔ رانگری کی آب دہن اتنی بھی ہے کہ دہان کوئی مرتاہی نہیں۔ کسی نے کہا۔ ”بھی ابھی جوست کی گئی؟“ بولے کہ توہ تو کفن دفن کا انتظام کرنے والی کمپنی کے میجر کی تھی کہ جو فاقول مر گیا۔

کم بیانی :- (Gubble) ایسے منزوں سے بھی کجا جا سکتا ہے۔ کسی امردانہ کو اس طرح پیش کیا جائے کہ اس کی حقیقت کو بعض اس کے

ڈر ہو رہا تھا چند اور ستاروں کی فتح یا بی کو کسی نے کہا انسان کے یہ توہ بہت آسان ہوا جا رہا ہے کہ آسمانوں میں پیش جائے۔ مشکل تو اس کو زمین پر ڈالے۔ بننے میں ہو رہی ہے۔

پہلک ٹیکی فون بونخ سے ایک خاتون باہر نکلیں تو دیکھا کہ دو چار شخص ٹیکی فون کرنے کے لیے کھڑے ہیں۔ اس نے بڑی سادگی سے کہا: یہ ٹیکی فون بے کا۔ ہے اس سے میرا ببری نہیں لگ رہا ہے۔

قولِ محال :- (Paradox) ہوا در قریب قیاس بھی نہ ہو لیکن پھر بھی صحیح ہو۔ جس میں کچھ نہ کچھ بچپی ہوئی حقیقت ہو۔ مجھے کوئی کہئے یہ تو برابر طرز ہے۔

ستول علک کے غریب لوگ۔ ریس باب کا نادار لڑکا۔

کسی نے کہا۔ ”آج کا کوئی دشمن نہیں لیکن اس کے سب ہی دوست اس سے نفرت کرتے ہیں۔ آنکھوں کے اندھے نام میں سکھ۔“ چھاؤڑے کا نام مگلی صفا۔“ اور برعکس بہندہ نام زنگی کا نور۔“

اویج کے کسی اسکوں میں غریب خاندانوں کے نواں کے تحت مصنفوں ملکھنے کو کہا گیا۔ ایک روز کی نے اس طرح لکھا۔ ہمارے پڑوس میں ایک غریب خاندان رہتا ہے۔ ان کا ذریانہ فریب ہے۔ باغ کا مالی

غیر ہے بچوں کی آیا نگ دست ہے۔ با درچی مغلس ہے۔ جھاؤ دیتے دلی عورت بھی بدحال ہے
دوسری گاڑی کاڈ رائیو، بھی فلاش ہے۔

کسی ناممکن اوقوع بات پر اعتبار کر لینا مضحکے کا باعث ہوتا ہے۔ ایک صاحب حد سے زادہ مغرب فض
ہو چکے تھے۔ ان کی بدر کرداری کی وجہ سے بیوی ناراضی تھی۔ گھر جانے کی بہت بھی تھی اس بے زندگی سے
تنگ آگر خود کشی کے ارادے سے درپا میں چھلانگ لگانے والے تھے کہ ایک مکروہ صورت کی بڑھیا نے
ان کا ہاتھ پکڑ دکر دک لیا اور وجہ پوچھی۔ بخوبی نے اپنی ساری بیٹا سالی۔ بڑھیا نے بلا سادیتے ہوئے
کہا۔ سنو، میں جادوگری ہوں، تم میری بات نانے کا دعوہ کر دیں تھاری مصیبیں ابھی درکر دوں گی۔ یہ فرما
رضھی ہو گئے۔ بڑھیا نے کچھ منتر پڑھے اور پھر کہا۔ تھارا سارا قرض بے باقی کھبو۔ اب کوئی فرض خواہ نہیں نہیں
نہیں کر سے گا۔ تھاری بیوی تم سے راضی ہے۔ گھر جاؤ تو وہ تھیس خوش آمدیدہ کہے گی۔ یہ بڑے خوش ہو گئے
اور حسب وعدہ رات اس بڑھیا کے ساتھ گزاری۔ صبح گھر جانے کی کرنے لگے، جادوگر بڑھیا نے پوچھا۔ یہ تو بتا ذ
تھاری عمر کیا ہے؟ یہ بولے۔ د سال۔ بڑھیا نے کہا۔ اس عمر میں بچوں کی طرح جادوگری کے قابل ہو؟
رمیش کچھ دنوں سے تاشش میں بہت بار بہے تھے۔ ایک دن زپھ ہو کر بخوبی نے، علاں پیا کہ
قسم ہے کہ ہم آج سے جو انہیں کھیلیں گے۔ پھر کچھ سوچ کر کہا۔ سو اے س کے کہ بہار سے پاس بہائی جائیں
اور ان کا اصرار ہو۔ یا ہم کسی کے بہان ہوں اور ان کی خواہش ہو۔ یا کچھ ایسے
ہی حالات بنیں۔

مرتے ہیں اور زد میں مرنے کی موت آتی ہے پر نہیں آتی
غم جو میں لکھا۔ اس مجھ کو بھی تو کھائے ہے غم کھاؤ گو پھر کیا میں دنیا بھر کا تم کھانے کے بعد
خوام انناس کے منور بخن۔ اس سر سلتا بامن بجاو
مرہٹی تماشا (Epic Ballad) کے یہے توک نافر، توک گیت کے سو اہمہار اشقر تماشہ
لادنی، پاؤڑا بہت ہر لمحہ میں اور معمول ہیں۔

پاؤڑا— جذبات سے بھرے گیت (چار بیت، جس میں مرہٹے سپاہیوں کی دلاوری
پاؤڑا) کی کہانیاں پیش کی جائیں، دراصل یہ پرانے زمانے میں لوگوں کو انجام دے کے بیٹھے
جاتے تھے۔ چنانچہ آج بھی شاندار ماضی کی پاد نازہ کرتے ہیں اور سور ماڈل کی بہادری اور ان کے کاماتا
سنائے جاتے ہیں۔

ہمارا شتر کے عوایی نامک کو تماشتہ کہتے ہیں۔ اس کے بالتموم دو حصے ہوتے ہیں۔ ایک یہ

پلاٹ اور کہانی، دوسرالاؤنی اور سینگیت، گنپتی کی پوجا، آشیرواد، گوپوں کے گیت اور کرشن جی کی چھپڑ جھاڑ کے کچھ منظر پیش کرنے کے بعد اصل تاثا شروع ہوتا ہے۔

جس میں دو ادمی مکالمہ کرتے ہیں، ایک بخی بجھاتا ہے اور دوں کی لیٹا ہے۔ دوسرا اس کو چھپڑ جھپڑ کر بے وقوف بناتا ہے۔ اور اس کی حاتمتوں کی پول کھولتا جاتا ہے۔

ایک منظر میں پہلا شخص بہت اتر اتر کر کہنا ہے کہ اس کی خصیت اتنی اعلیٰ اور برتر ہے کہ گاؤں کا ہر ایک آدمی اس کے سامنے سر جھکاتا ہے۔ اس پر یہ فخر کہتا ہے "تب تم جام کا پیشہ کرتے ہو گے" اس پورے تماشے پر شاہرا شاعر، چھاپا ہوا رہتا ہے۔ اور اس کے فی البد پہر اشعار روای رہتے ہیں۔

پھر نایب ہوتا ہے۔ مرد نگ بختے ہیں۔ جنگ بندی ہوتی ہے۔ اس کے بعد لاکیاں لوک ناپن پیش کرتی ہیں۔

کچھ دفعے سے پھر پہلے داسے جتنی انھیں روکیوں سے اور ان کی ناٹکوں کے تعلق سے فقرہ بازی کرنے ہیں۔ درمیان میں تیری صفت بھی شامل رہتی ہے۔ عام طور پر تماشے میں ۶ سے ۱۰ مورت حصہ لینے ہیں۔ ناپنے والی مورت کا بہت اہم روک اور کردار ہوتا ہے۔ سارا افسوس اور مذاق سون گڈا سخرے کے ذمے ہوتا ہے۔

اس ناٹک کے بعد پھر لاڈنی (گانا) شروع ہو جاتا ہے۔

لاڈنی :- میں شروع ہوتے ہیں اور لاڈنی میں پرنسپوں کی چھپڑ جھاڑ، بھروسہ فرقہ کے گانے ہوتے ہیں۔ فی البد پہر شرستیت اور فض ایک ساتھ چل پڑتے ہیں یہ سب تفریح اور لذتیت کا بڑا سرچشمہ ہیں۔

شاہرا شاعر، اپنی قدر تی صلاحیتوں اور شق کی وجہ سے ہر موقع اور محل کے نیچے جرسیت اور پچھتے ہوئے ملزے سے بھروسہ، شخارجن کو لاڈنی کہا جاتا ہے، مسلسل بلا تو فف پنج پنج کرگا تما جاتا ہے اور اس طرح یہ محفل رات رات بھر نگ پر رہتی ہے۔ عمر شیخ مرہٹی کے مشہور شاعر ہیں۔ مرد بیٹھواؤں کے زمانے میں ہندستانی دیہاتی ماخول کے لطائف، محکمات اور مخفکات، دہراۓ جاتے تھے۔ میکن فی زان فسلی بہانیاں، گانے اور گیت کو شامل کر رہا گیا ہے۔ بھروسہ تماشے کی خصوصیت یہ ہے کہ ناٹک کی طرح، میکن، سینگ، مناسب و موزوں بس کچھ نہیں کہستا جائے جاتے۔ مہولی کر سی کو تخت اور بغیر گھوڑے کے ہی گھوڑ سواری دھس درج کھاکلی میں ہوتا ہے، بجا نکردا، نورست، چاہا چا سب ہی کو خلطاً ملطاً کر دیا جاتا ہے۔

روایتی تاثر صرف مردوں کی محفل کے یہ پیش کیا جاتا ہے۔ اور عوام انہاں کے لیے تفریقی طبع کا بہترین سامان ہوتا ہے۔

لادُنی اور پاؤڑا، دفت اور تمننا (یک تارا) پر گائے جاتے ہیں۔ تایج اور رگانے کے کرد، ر گوری اور گولن ہوتے ہیں اور پُر خداق کہانی یا درا میے کو داگ کہتے ہیں۔

Lalit - Bharuds
روحانیت اور سچائی کو نشر میں پیش کیا جاتا ہے اور یہ بذریعی کا خاص مذہب ہوتا ہے۔

Gondhals
بخار وڈ:- للت، لکتر درجے کا ڈراما، جن میں روایتی کہانیاں پیش کی جاتی ہیں۔
گونڈھاں:- میں دیوی دیوتاؤں کی تعریف کے گیت گائے جاتے ہیں۔ یہ سب مریٹی میں مزاج کے بہترین اصناف ہیں۔

سہی مزاج

(THREE DIMENSIONAL HUMOUR)

مزاج کی ہر انواع پر غور کیا جا چکا۔ لطیفہ گوئی کے سنبھادی اصول اور اس کی ترکیبات پر بھی سیر查صل بحث کی گئی، ماحول اور فضائی کو بھی پیش نظر کھا گیا اور ساتھ ہی ساتھ پس منظر کی مدد کا بھی اشارہ کیا گیا۔ فی زمانہ سہی ترقی ہو رہی ہے۔ پہلے جو بات سیدھی سادی طور پر بسان کرنے پر واضح بوجاتی تھی۔ اب اس کے خطوط سیدھے سارے ہوں یا متوازی ہوں، اس میں اتنی دلکشی نہیں ہوتی جتنا اس کی سارے زادیوں کے نایاب طور پر پیش کیے جانے پر ہو سکتی ہے۔ پہلے حسن کی تعریف بھی اس کے ذکر پلک تک محدود ہوتی تھی۔ چھر بسا وقت ایک اس کے دائرے تو سین اور گرے بھی ابھا سے جانے لیکے۔ اور اب سہی حسن کا زمانہ ہے۔ کہتے ہیں کہ صرف سرو قامت پر اکتفا نہیں کیا جا سکتا۔ اس کا آگاہا پچھا بھی ہر ناچا ہے۔ تصویر کا ایک رون کافی نہیں کھا جاتا۔ بلکہ دو رون بھی ناکافی ہیں۔ اس طرح بات بھی العبار خلا نہ یعنی تینوں رخوں پر حاوی ہونی چاہیے۔ اور جو بات دل چسب ترین ہوتی ہے وہ تو لطیفہ ہی بن جاتی ہے۔ اس پرے ضروری ہے کہ لطیفہ بھی سہی تھی ہو۔

اب لطیفے کے کون کون اجزاء میں کہ جو اس کو سہی بناتے ہیں۔ اس پر غور کرنا چاہیے۔ ایک تو یہ ہوا کہ صاف طور پر سوچنے کو دل چسب طریقے پر بیان کیا اور سایہ کہ اس کو مستکلم اور مخاطب کے سکالے کی شکل میں پیش کیا جائے۔ یہ بھی سوال وجواب کی حد تک ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر فربخ اور میوں کی گفتگو خیال میں رہے تو پھر ان کے کندھے ہلانے، ہاتھ پھانے، آداز کے امار پڑھاؤ پر سب شرک مکالمہ رہیں گے۔

اب قبراء درجہ با اُسری بہت ہے کہ پوری پوری بات ادا کری بلکہ نقاشی کے ساتھ بیان کی جائے تو

بھی ایک ایسے بی طبقے کو پیش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

ایک صاحب ایک واقعہ سناتے ہیں کہ سڑک پر ایک بڑی سی طاقت در نمی کا رجبار ہی تھی۔ اس کے نوجوان مالک شاکستہ اور مہنگا ہے اپنے حال میں مست اس کی رفتار تیز کر دے سکتے ہیں اس کو پیچھے کے کسی اور کار کا بارہ سنائی دینا ہے۔ جس پر ان کو خیال ہوتا ہے کہ کوئی آگے نکلنا چاہتا ہے۔ یہ بیزرسو ہے، بکھرے اپنی رفتار بڑھا رہے ہے۔ کچھ دیر بعد ان کو بھر بارہن کی آواز آتی ہے۔ یہ اپنے آئینے میں دیکھتے ہیں کہ ہنایت ہی فرسودہ اور از کار رفتہ پڑانے والوں کی کار بالکل ان کے پیچے الگی ہے اور اس کا ہارن نکل رہا ہے۔ یہ اپنی بنے عزتی کمکتے ہیں کہ ایسی کار کو راستہ دے دیں۔ اس لیے یہ اور بھی رفتار تیز کرتے ہیں۔ ان کو حیرت سے زیادہ فضہ آتا ہے کہ اس تیز رفتاری کے باوجود وہ ان کا تعاقب برابر کر دی ہے اور ان سے آگے نکل جانا چاہتی ہے۔ اپنی رفتار خطرناک حد تک تیز کرنے کے بعد بھی یہ دیکھتے ہیں کہ ان کا پیچھا برابر ہو رہا ہے۔ چھرے کے اُنار چڑھاؤ، زغم و حاافت، احساسِ برتری، سب کیفیات را دی اپنے چھرے سے ظاہر کرتا ہے۔ کار کی صبا رفتاری اور ان کی حرکتیں سب بتائی جاتی ہیں اور وہ وقت بھی آتا ہے کہ چھپی پڑائی کار کی اس حرکت پر انہائی غصتے کے عالم میں پھٹک رہا تھا ہیں اور دیکھتے ہیں کہ پیچے دالے صاحب نے بھی اپنی کار روک لی ہے۔ یہ اُنکر حونت کے ساتھ پھٹکی کار کے دُر اپور سے مخاطب ہوتے ہیں: اس سڑکی کار کے بھروسے پرستھاری یہ مجال کہ تم ہم سے آگے نکلنا چاہتے ہو؟

”خُس کی تیز رفتاری قابل تعریف ہے۔ میں اس کو کسی تیمت پر خریدنے کے لیے تیار ہوں۔“

”بُنڈلہار کے مالک کے اندازِ گھنٹوں کی نقل کرتے ہوئے راوی اسی کی زبان میں کہتا ہے: ”ارے صاحب تو۔“

”عام کرنے ہونے کہتے ہیں: سینے سلنے کی بات نہیں، بس اپنی منہ مانگی قیمت لو اور اس گھٹار داعی ہمیں دے دو۔“

ان کی رحوت اور پُرانی کارروائے کی سکھی اور خاکاری دونوں کی برابر نقل ہوتی جا رہی ہے۔ اب بالآخر پھٹکی کارروائے کو موقع لٹا رہے تودہ کہتا ہے۔ اسے صاحب اکون آپ کا بھیجا کر رہا ہے کون آپ سے تیز رفتاری میں مقابلہ کر رہا ہے؟

”وہ دیکھیے میری موڑ کا اگلا پر آپ کے پھٹکے پر میں پھنسا ہے۔ میں نہ آپ سے الگ ہو سکتا ہوں ز آپ سے بچا چھڑا سکتا ہوں۔“ اب اس سائے حادثے پر نظر ڈالیے اور سچی طبقے میں جو مزہ آتا وہ بتائیے اور کہیں مل گا؟“ اس صفت کو ترقی دینے کی ضرورت ہے۔

ایسے مرتبہ اور ایسی تصویریں کہ جن میں اصلیت کی جھلک کو قائم کارٹون :- (Cartoon) رکھ کر سی کردار، کسی ساختہ یا کسی واقعہ کو اس طرح پیش کیا جائے کہ شخص کا خیز بھی ہو اور پسندیدگی کی نظر سے بھی دیکھا جائے۔ سیاسی و اقتصادی، سماجی مادتھے، روزمرہ کی کھنثاںیاں، تہذیب و تمدن پر اثر انداز ہونے والے تمام کردار اور عمرانیات پر چوت کرنے والی باتیں، ان سب کو کارٹون میں ناقدانہ انداز میں غصت کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

بالعموم کارٹون میں خوش مذاقی قدر سے غصت کے ساتھ ملی جاتی ہے جس سے دو لوگ ضرور نخاطر ہوتے ہیں کہ جو اس واقعے سے نیستخلق ہیں لیکن جو اس میں الجھ جاتے ہیں ان کی نام پسگی لیتی ہے۔ اس میں کبھی استہزا یا نہ سبل کا پہلو نہیں بتا، صورت حال اور استداؤ زمانہ پر بھرپور چوت ہوتی ہے۔ جس کو مزاحیہ پڑایا ہیں پیش کیا جاتا ہے۔ تاکہ عوام انسان اس چھپے ہوئے پہلو کو پہچان لیں اور ان میں مزاح کا شور باگ اٹھنے، اعذاب کا کھیار اسلجو جائے۔ سب سے پہلے اردو زبان میں اودھ پختنے کا کارٹون پیش کیے۔

ہر روز دو ایک کارٹون نظر سے گزر جائیں تو زندگی کی تغییروں کو نہ صرف تبر و شکر بلکہ خوش مزاجی سے بنتنے کی حس اجاگر ہوتی ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ ہم خود گانے بجانے کے فن سے بے بہرہ ہوئے بھنے بھی، جھی موسیقی تو کان دھر کر سنتے ہیں اور اس کا رس انگ انگ میں سولپتے ہیں۔ اسی طرح منی کا دہ ذخیرہ جو شور کے پی منظر میں ڈھکا چھپا ہوتا ہے، ہوتے چھتے کی طرح جھلک کر اُبیل پڑتا ہے۔ جو چیز عرض قریبے اتنی اثر انداز نہیں ہوتی، تحریر و تصویر کے ذریعے رُگ دجان پر جھا جاتی ہے۔ اور اعصابی تناول کو ڈھیڈ کر دیتی ہے۔ ابھی جنریں اور وہ م تمام دلقات کہ جو کسی کو بدھو اس کر سکتی ہیں ان کو کارٹون کے مرتبے ہنسی میں بدل دیتے ہیں۔ اور یہ گفتگو ایسی ہوتی ہے کہ صاحبِ اقتدار لوگ ان حالات پر فابوپانے کی محنت اور حوصلہ پاتے ہیں۔ باسیت اور فنوظیت دھل جاتی ہے اور ایک نئی قوانینی جنم لیتی ہے۔

ہسپتال میں بیمار کا کمرہ۔ ڈاکٹر اور نرس بائیس کر رہے ہیں، یہ کمرہ کل تک تو غالی ہو ہی جائے گا۔ کسی نہ کسی صورت میں۔



موسقی

پڑو دی سے۔ ”رات آپ کا گتھا بہت بھونکتا تھا۔ میرے رُڑ کی کے گانے وقت۔“ پڑو دی۔ پر شرودھات تو آپ کی رُڑ کی نے کی تھی۔“

”کل شب غزل میں آپ نے کیا سُنا؟“ ہم نے سنا کہ راجندرو شو بھا سے عشق رزار ہا ہے۔ رنجنی کسی لڑکے کے ساتھ فرار ہو گئی۔ حمید دیوالیہ ہو گیا۔ بجھہ اور رشید میں طلاق ہو رہی ہے۔“

گانے کی فرمائش پر۔ اُر سے بھٹی میں تو صرف غسل خانے میں گاتا ہوں۔“
کیا مضافاً تھے، ہم سمجھ لیں گے کہ بہت دن سے ریاضت نہیں کیا ہے۔“

استاد۔ ”آپ کا لڑکا ستار پہلے سے اچھا بجانے لگا ہے۔“

باب۔ پُرے؟ ہم نے بھا تھا کہ ہم عادی ہو چلے ہیں۔“

بیوی۔ میں جب کبھی گانا گاتی ہوں تو آپ باہر بالکوئی پر کبھی جا کھڑے ہوتے ہیں؟“
ٹنکہ ملے والے دیکھ لیں کہ میں مارپیٹ نہیں رہا ہوں۔“

ایک بہان۔ کیا بھونڈی آواز میں گارہی ہے یہ غاؤں۔“

دوسراءہمان۔ ”جی! وہ تو میری بیوی ہے۔“

پہلا بہان۔ ”اُر سے توہہ! میں کھتنا ہوں کردہ گیت ہی بے ڈھب ہے۔ ز معلوم کس نے لکھا ہے؟“
دوسراءہمان۔ ”وہ تو میں نے لکھلہ ہے۔“

بس اوقات اشتہاروں کی خلط سلطنت سریدن اور ان کی بے جا ترتیب میں بھی جانے انہیں
اشتہار۔ طور پر بُرالطف و مزاج پیدا ہو جاتا ہے۔ ایسی سلطیوں پر نظر کھی جائے تو اچھا خاصاً مجموع
شائع ہو سکتا ہے تپندر مثالیں درج ذیل ہیں۔

براۓئے فروخت :- بلند ہاؤنڈ گتا۔ بہترین سدھا ہوار چوکیداری اور زنجرانی میں بہت ہوشیار، کچھ بھی کھالیتا ہے۔ چھوٹے بچوں کو بہت پسند کرتا ہے۔

کرایہ کے لیے :- ڈاکٹروں اور دیکیلوں کے لیے بڑھانے سے موزوں محل و قوع شہر کی سب سے زیادہ بیک دالی سڑک پر جہاں کہ سکنل برسوں سے ٹوٹے پڑے ہیں اور اسے دن خطرناک حادثے ہوتے رہتے ہیں لیکن کیفیت کے لیے اس سے بہتر حلکہ نہیں مل سکتی۔ سہری موقع۔

ضرورت ہے :- سمندر کے کنارے ہو ادار فلیٹ اتنا وسیع کہ گھر والوں کو سیر و تفریح اور ہواخوری کے لیے باہر جانے کی ضرورت نہ ہو۔ اتنا چھوٹا کہ ناخواندہ مہماں اور عزیز واقارب آکر لٹک نہ سکیں۔ ضرورت رشتہ ہے۔ دولت اور بڑے کار خانے کے مالک کو اپنی اکتوپی لڑکی کے لیے داماد کی جو ساری جائیداد مالک ہو گا۔ اگر شفی نہ ہو تو لڑکی اور جاند اوس پر۔

تلائش گشیدہ :- میرین ڈرائیور پر جمبو کے دن شام کے، بجھے سفید رنگ کے ایشن کے ٹاپکسی نے انھاں۔ براہ ہربانی، اس کو داپس کر دیں جس بذیل پتے پر، با اس کے مالک م سالہ لڑکے کو بھی، اپنے ساتھ لے جائیں۔

مچھر مادر دا کاشتہار :- مچھر بیماریاں بھیلاتے ہیں۔ لگک بہت جلد ناس کر دیتی ہے۔ ساریوں کی دکان کا اشتہار ہے۔ جو خاتون ہماری دکان میں دس منٹ کے اندر اپنی خریدا۔ ہی کر لیں گی، ان کو دش فی صدر رعایت۔

ایک خبار نے اشتہار دیا:- محقرے فقیر فریضے پر جو کوئی بدھوای کا مجھ دا قو لکھ کر بھیجے گا، اس کو سور و پتے کا انداز یا جائے گا۔

ایک صاحب نے لکھا:- کل رات میں اپنی ڈیوٹی سے اتفاقاً جلد گھر لوٹا تو دیکھا کہ میری بیوی کے ساتھ کوئی اور سور۔ یہ میرے یہے انتہائی بدھوای کا موبب تھا۔ اس کے بعد لکھا کہ چوں کر یہ موقع میری بیوی کے لیے بھی عالم بدراہی کا بافضل تھا اس لیے براہ کرم ہم دونوں کے نام سور و پتے رو انہ فرمائے۔ اخبار والوں نے ان کے نام جملہ ۳۲ روپے بھیجا اور لکھا۔ مزید سور پتے اس آری کے لیے کہ جو آپکے گھر تھا۔ گپتا جی اپنا مکان بچنے والے تھے مگر انھوں نے ارادہ بدل دیا۔ تو ہم نے وجہ پوچھی وہ بولے: میں یہیں کا اشتہار پڑھنے کے بعد ہم نے ارادہ بدل دیا۔

**سرکاری دفاتر میوں کے غیر سرکاری محل بے انتہار و کھاچیکا ہوتا
وفتریت (Officialise) ہے۔ اور اس کی گنجائش کم تخلیقی ہے کہ دہان پر ہنسنے ہنسانے کا ساتھ**

پیدا ہو۔ بلکہ ان کے اندر ضبط و تنظیم اس قدر سخت ہوتے ہیں کہ ہنستا گناہ کے متراود ہوتا ہے۔ پھر بھی انسانی نظر کچھ ایسی ہے کہ وہاں بھی مزاج بچھوت پڑتا ہے جب ذیل مشاہدات اس نظریے کے ثبوت میں پیش کئے جاتے ہیں۔

سوال :۔ آپ اس دفتر میں کب سے کام کر رہے ہیں؟

جواب :۔ جب سے کہ مجھے نوش دے دیا گیا ہے کہ اگر کام نہ کروں تو علاحدہ کر دیا جاؤں گا۔۔

سوال :۔ اس دفتر میں کتنے آدمی کام کرتے ہیں؟

جواب :۔ "صرف دش فی صد۔"

سوال :۔ آپ کب سے کام کر رہے ہیں؟

جواب :۔ جب سے آپ کو ہاں میں داخل ہوتے دیکھا ہے۔

سوال :۔ اس دفتر کا ذمہ دار افسر کون ہے؟

ایک بچھوٹے سے ہمہدہ دار نے جواب دیا۔ جلد خرابیوں کا ذمہ دار تو میں ہوں۔۔

حاکم :۔ میں تم کو تھا رسے اچھے کام پر مبارک دینا چاہتا ہوں۔ یہ بتاؤ کہ تم مجھے اس کا موقع کب دو گے؟

سوال :۔ تھیں ترقی کیوں نہیں ملتی ہے، کیا کام ٹھیک سے نہیں کرتے ہو؟

جواب :۔ کام تو بہت مستعد ہی، ایمانداری اور چانشانی سے کرتا ہوں۔۔

سوال :۔ پھر کیا بات ہے؟

جواب :۔ جی! میں ذرا سست ہوں۔

سوال :۔ تم نے تو کہا کہ تم بہت مستعد اور کارگزار ہو؟

جواب :۔ جی، میں ہنسنے میں سست ہوں۔

سوال :۔ ہنسنے سے کام کا کیا تعلق؟

جواب :۔ جی ہمارے باس کے لطیفوں پر ذرا دیر سے ہستا ہوں۔۔

ٹازمت کے لیے درخواست گزاروں کے انڑاویکے وقت۔

سوال :۔ کیا تم محنت اور مشقت سے کام کر سکتے ہو؟

امیدوار :۔ جی ہاں میں تو اس کا عادی ہوں، کسی بار قیدِ بامشقت بھگت چکا ہوں۔

سوال :۔ کیا تم سُکریت پہنچتے ہو؟ جواب :۔ جی نہیں!

مشروب کے عادی ہو؟ ” جواب : ” بالکل نہیں۔ ”

” جواہر کیلئے ہو؟ ” جواب : ” کبھی نہیں۔ ”

” تب تو تم میں کوئی براہی پا غائب نہیں۔ ”

جی : صرف ایک - میں جھوٹ بہت دستا ہوں۔ ”

امیدوار : ” مجھے اس نوکری میں تخریا و کیا سطے گی؟ ”

” وہ تو نحصاری صنایعت، قابلیت اور کارکردگی کے لحاظ سے منفرد کی جائے گی۔ ”

امیدوار : ” تب تو مجھے آپ کے پاس نوکری نہیں چاہیے۔ ”

امیدوار : ” کیا آپ کی کمپنی میں ہماری کی خصوصت پوری تخریا و اور علاج و معالج کے اخراجات کے ساتھ سطے گی؟ ”

جواب : ” ہاں ” وہ تو ضرور سطے گی۔ ”

امیدوار : ” جان کے بیوی کی نسٹہ بھی کمپنی اوپر کرے گی؟ ”

جواب : ” وہ تو آپ کو خود ادا کرنی ہوگی۔ ”

امیدوار : ” چھٹی میں گھر جانے کا خرچہ اور دہان کے اخراجات؟ ”

جواب : ” پتو نہیں میں گے۔ ”

امیدوار : ” مگر میری سابقہ نوکری میں تو سب کچھ مٹا دھا۔ ”

” تو پھر آپ نے وہ نوکری کیوں چھوڑ دی؟ ”

امیدوار : ” وہ کمپنی ہی دیوالیہ ہو گئی۔ ”

” فرم میں کام کرنے والے جو نیز افسر نے بھاری تغلب اور تصریح کیے۔ کمپنی ان کو بھرپوری دیے اور بنائیں کے علیحدہ کر دینا چاہتی تھی۔ اس نے احتجاج کیا اور دلیل پیش کی۔ اب جب کہ میں نے اسی نوکری کے دوران ہی اپنا ذاتی مکان بنایا ہے۔ موڑ خریدی ہے، بیوی کے پاس زیورات ہیں۔ آپ مجھے علیحدہ کر کے نقصان میں رہیں گے۔ نیا آئندہ والا پھر سے ان سب کا باہر آپ ہی پر توڑا لے گا۔ ”

حاکم : ” تم کو نجیک دشنس بیجھے دفتر میں رہنا چاہیے تھا۔ ”

کارکن : ” کیوں؟ کیا ہوادس بچے؟ ”

ایک نئی کمپنی کے بورڈ نے تصفیہ کیا کہ اپنے سارے ایسے ملازمین کو جن کی ملازمت میں سال ہے زیادہ ہے ۲۰ ہزار کا بونس دے گی۔ سوال ہوا اس فرم کو قائم ہوئے دوسری سال تو ہوئے ہیں۔ اس پر جواب

میا ہوا؛ کپنی کی اس فیاضانہ پائی کی دھوم تو پچ جائے گی۔“
ایک بہت بڑی فرم کے مالک سے جو نیز انسرنے کہا۔

”آپ کے پاس کام کرنا بہت بڑی عباثی ہے جس کا بار میں اپنی چھوٹی سی تخلصہ سے نہیں امکان کرتا۔
کپنی نے اس کی تخلصہ دگنی کر دی۔“

حاکم اپنے اجلاس پر نہیں ہیں۔ وہ کہنے پر بھی ملائمی بیٹھا رہا۔ لفڑیہ بھر بعد صاحب نے بے زار ہو کر اس کو
بلوایا اور پوچھا۔ جب آپ سے کہہ دیا گی کہ میں نہیں ہوں تو آپ نے کیوں نہیں مانا؟“
جواب: ”وہ تو میں جانتا تھا کہ آپ ضرور موجود ہیں۔“
سوال: ”وہ کبے؟“

جواب: ”آپ کا سارا عمل بہایت انبہاں سے کام میں مشغول جو تھا۔“
چھتیس گھنٹے کی خصت کی درخواست منظور کردی گئی کہ ڈیڑھ دن بعد وہ رجوع برکار ہو جائے گا۔
لیکن وہ سات دن اگر بیٹھ گیا۔ چپ پوچھتا تھا ہوئی تو اس نے بتایا۔ دفتری اوقات کے حساب سے روز
کے، گھنٹے۔ اس میں ایک لفڑیہ پنج کا دفعہ، گو باصرت، گھنٹے روز، اس طرح ۳۶ گھنٹے کی چھتی کا مطلب
ہوا پڑھنی ۶ دن، ساتواں روز اتوار۔ لہذا آٹھویں دن کی حاضری۔

وظیفہ خواروں کو مقررہ وقت پر ایک صد اقت نامہ پیش کرنا ہوتا ہے کہ میں حیات ہیں۔ ایک صاحب
پچھے جرھے کے بیے باہر گئے ہوئے تھے۔ واپس آنے پر انہوں نے اس طرح کا باعثاً طبق صد اقت نامہ پیش
کیا۔ پھلے دسال کا بھی انھیں بغا بغا اجرہ ہونا تھا۔ حاکم محاذ نے اس کی منظوری نہیں دی اور ان سے کہا
گیا کہ اس طرح کا صد اقت نامہ پیش کر دو۔ پھلے سال بھی زندہ تھے۔

حکومت نے اعلان کیا ہے کہ جو طازم وظیفہ پر علیحدہ ہونے سے قبل بکار سرکار مصروف رہنے ہرنے
رجا میں گے انھیں وظیفے کے علاوہ انعام بھی دیا جائے گا۔ بشرطیکد وہ وظیفے پر علیحدہ ہونے یا مرنے سے قبل
جو بھی صورت پہنچے ہو، اس خصوص میں درخواست دی گے۔

صحافت و ظرافت: - بڑی دھوم دھام سے شروع ہوا۔ اور میسوں پنج اجرہ ہوتے رہے
جن میں سب سے زیادہ بامداد اور علی اور حب پنج تھا۔

۱۔ اودھ پنج لکھنو ۱۹۲۹ء۔ ۲۔ منشی سید محمد جلال حسین
دور اول میں اس کے نظر نگار مرزا پچوہ بیگ ستم قریب

- ۱۔ مدرس پنج
- ۲۔ نواب سید محمد آزاد
- ۳۔ امدادیں پنج (لکھنؤ)
- ۴۔ پندت ترجمون نامخواہ تحریر
- ۵۔ بنگال پنج (رکھنے)
- ۶۔ احمد علی شوقي
- ۷۔ پندت رتن نامخواہ سرشار
- ۸۔ جانشہ پنج
- ۹۔ نشی جوالا پرشاد برلن
- ۱۰۔ آگرہ پنج
- ۱۱۔ اودھ پنج کا دوسرا دور۔

۱۴۱۷/۱۸۶۶ اودھ پنج دوسری حصہ زیر ادارت علیم ممتاز حسین عثمانی۔ اُرد و میں کاروں نوں کی پیش
میں اولیٰست اسی خبرانے کی۔

- ۱۔ پنجاب پنج (لاہور) آفایہ بیدار بخت
- ۲۔ بارا آدم پنج جبار سس
- ۳۔ دہلی پنج
- ۴۔ راجپوتانہ پنج (راجہرا) ۵۔ لکھنؤ پنج - عاشق لکھنؤی ۶۔ سرپنج دسید پور ضلع فازی پور
- ۷۔ پندت رتن نامخواہ سرشار نے اودھ پنج کے بعد اسی میں لکھنا شروع کیا۔ شوکت خانوی نے اس کی
حرصے تک ادارت کی اور مزاحیہ کام مان ناموں سے لکھتے رہے۔ "دو دو باتیں، قلمزار، چکیاں، کملکھلستان
بے پر کی، گپ پٹپ، کٹ پیس، گرم گرم، اتم غلام، چھبیاں، تو تو میں میں، حضرت عشق، دیوار قیوبہ، یہر بیدبہ"
- ۸۔ کشمیر پنج (بدالوں) ۹۔ ہریاڑ پنج (ججہر) ۱۰۔ کرناٹک پنج (مدرس)، مسیحی الدین حس
- ۱۱۔ دکن پنج (مدرس)، والک کشن راڈ۔ ایڈبیٹ مولوی غریب الدین ۱۲۔ الجین (پٹنہ)
- ۱۳۔ کفر پنج (نآباد) ۱۴۔ فتح گدھ پنج ۱۵۔ برار پنج ۱۶۔ گجرات پنج
- ۱۷۔ ان پچھوں، طلاوہ اور مزاحیہ اخبار بھی لکھتے رہے۔ موجہ نزدیک اوز صوچ خلافت زبوشناک (نآباد)
ظریف (رس)، طیسم حیرت (مدرس)، ابوالظرفاء (ریمیں)، ظریف ہند (دہلی)،
بیر بہ (پرانہ)، پرکار، آتش (قزوچ)، شیخ چلی (سیالکوٹ)، طوفان (سیالکوٹ)،
ظریف ہند (سیرخوہ)، ابن الوقت (حیدر آباد)، طاووس پیازہ (لاہور)، ہفتہ دارہ (۱۸۷۴ء)، حکیم الدین رکن
جعفر زمی (لاہور)، پائی خان (دہلی)، تیس مار خان (لاہور)، چلپا پر زہ (دہلی)، ہزار داستان (حیدر آباد)
شریر (لاہور)، طویل ہند (سیرخوہ)، سید تشفی جان پردازی مذاق رہام پور، ہفتہ دزہ اجراء، جنوری (پٹھونی)
ایڈبیٹ میٹھا حینڈا، حمد رضا
- ۱۸۔ شیخ زادہ (لاہور)، چراغ حسن حضرت اولہ بوائے۔ مولانا شوکت علی

ریاض، اخبار، ... برقی، تسلیحات، جل نہ ریاض، فتنہ، عطفت، سب کے سب مزاج اخبار پاہن خیر آبادی نے نکالے۔

گورنمنٹ نے بھاری ریاض الدو بہار الملک منشی سید ریاض احمد سیس خیر آبادی، ہر درج پر
کل قصیر فتنہ، لکھا ہوتا۔

اس کا منظوم حصہ عطفت

فتنه کا دوسرا درستہ ۱۹۰۷ء سے ۱۹۰۸ء

ریاض کی پابندی از نہی نے اردو خود ادب کو خربہ کی دلت عطا کی اور چکڑ پن اور ابتداء کو دھوکر طنز و مزاج کا مسیار قائم کیا اور اخترین میں لذت بیفت دی۔

بچوں اور طلیعات، جب اخباروں کی اشاعت لے بعد اخباروں اور سالوں میں مزاجی کاموں کی جگہ سلسلہ شروع ہوا۔ اور مولانا محمد علی لے اخبار تہذیب سے مزاجی کالم نگاری کی جدت شروع ہوئی۔
ہم در در، لکھنے والے مولوی حفاظت علی، مستقل کالم، تجاذب عارفانہ ان کے علاوہ بہوق اور جان لی بھی اس کے لکھنے والوں میں کافی ہر دل عزیز تھے۔

زمیندار، رامبر، اس کے مظاہر کا مجموعہ اپریل فول، منشی سراج الدین نے شائع کیا۔

خلافت، مولانا شوکت علی نے بہنی سے جاری کیا، مزاجی کالم باعث دبیار ہے۔

مدبینہ: بخوبی کام مزاجی کالم سربراہ ہے۔

انقلاب، لا جور نے ملتا تھا غلام رسول ہبہ اور عبد الجید سالک اڈیٹر تھے۔ مزاجی کالم "انکار و حادث"۔
احبیل بہنی، مزاجی کالم "اوھر ادھر"۔

زمیندار (لاہور) طفر علی خان اڈیٹر، حاجی لقی مزاجی کالم لکھتے تھے۔

پیام (حیدر آباد)، تااضنی عبد الغفار اڈیٹر، خود ہی مزاجی کالم لکھتے تھے۔

ملاپ ولی اور حیدر آباد، پاز کے چھلکے فکر تو نوی لکھا کرتے ہیں۔

سیاست حیدر آباد، شیرو نیشنل پبلیکیشنز بد صدقی (مرحوم)، لکھا کرتے تھے بچہستی جیں لکھتے رہے۔

بلٹر اردو (بہنی)، کیفی اعلیٰ نئی پاکستان لکھتے تھے۔ رہنمائی دکن، رہبر و رہرو۔

قوی اواز (لکھنؤ احیا اللہ انصاری کے لکھنؤ سے جاری ہونے والے اخبار میں احمد جمال پاشا مزاجی کالم لکھتے ہیں۔

بیسویں صدی ماہنامہ طفر پاپی مزاجی مضمون اور خوشگزاری اڈیٹر تیرہ نشر لکھتے ہیں۔

مشکووفہ حیدر آباد، مزاجی اڈیٹر صہماہی رسالہ مصطفیٰ نکال اڈیٹر ہیں۔ ہندوستان کے جو کوئی کے مزاج

بکار اس میں نظر آنے ہیں۔

فراتجیدہ اور لورڈ رائٹھے:- حضرت آوارہ، عمارت پنہ کھنڈ، ریشمہ قریشی، انطہار افسر بن فان، جادو بہ پٹھی۔ صبح امید سینی ذروسا:- چونہ، شاعر اور ایک فسم کے جلد رسلے بالائزام، ایمیجنھات شکر رئے ہیں۔ **ھپپی سچھا:-** علی گڑھ

مزاحیہ شاعر:- اُردو طنز لغایہ شاعری کی تاریخ اور دوڑھے جھی پرانی ہے اُردا اور کے ذہب شہر کی نہر میں ایسے شاعر دل کے نام جھی آتے ہیں جن کے سخن قیاس جی نہیں لیا جاوے سنگار بیٹھوڑ مزاج کے میدان کے شہ سوار ہوں گے۔ مثلاً حضرت غائب، یعنی تیر، بخششی، عالی، اقبال، شبیہ وغیرہ۔

لیکن ان کے باہم جھی سیکھے طنز اور شوخ مزاج کے ایسے ایسے نوئے نئے ہیں جو بعض انساب میں اور بعض اور بعض مزاج گوشائوں کے پاس بھی مشکل سے نظر آتے ہیں۔ اُردو کی طرز لغایہ شاعری سودا اکی جھوٹی ہے اُنہیں ڈیکٹ بھی، چرکن کی جرکیں، انشا کی تحریکی، نظر نہر آبادی کا بلکا چکلہ مانا اور آبہر لہ آبادی کا لفظی طنز بھی۔ مزاحیہ شاعری بعض الفاظ کا توزیع موڑ، زموڑ نشہرت، جانوروں کی بوسر، اتفاق پر جی مرکوز ہو تو اس میں وہ لطف نہیں آتا جو شریت کی خوبیوں اور ادبیات کمال سے منصف ہونے پر مزہ دیتی ہے۔

شرا کا محض تعارف پیش ہے۔

سید اکبر حسین رضوی اکبر الہ آبادی، ۱۹۰۱ء، نظر افت اور دو ارب میں ایک جنرال رہ جو دینے والے، بات، میں نکتہ پیدا کرنے اور محرکی تہذیب کے خلاف جہاد کرنے والے شاعر اکبر لخمن، سیاست، شخصیت، عترت ولیعمر، پند و فصائیحے بھروسہ، اجتماعی طنز کے ماہر بہ نظر بجو ملیح کے استاد طنز و مزاج میں الجاد غلام کے غالق، ان، دے سخن بیشتر مسلمانوں کی طرف، ان کی نظر افت کا حسن، معن و ری، اچھوئی تشبیہات شخصیت قوانی اور ان افاظ کا بے عکف استعمال پر سنبھی ہے۔

تمدھ پہ بے سبہ و حقارت کی نظر پہنلوں پر غصہ دشراست کی نظر

بہرے بے بھی کہ نہیں گے پھر بے اکبر شاید پھر جائے ان کی غبہت کی نظر

مری نہبہت پر فرمائے ہیں واغطہ بدگسان ہو کر فیامت دھانے کا جنت ہیں یہ بڑھا جو انہوں

ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ۵، افسی اور مفکرہ عظم حکمت و دانش مندی کے ساتھ جذباتِ حب اور طنی سے بھروسہ، سائے جہاں سے اچھا ہندوستان بہار، کے علم بردار عذہب نہیں سکھا تما آپس میں بیرکھنا کی عقیقی کرنے والے سمجھیدہ شاعر نے بھی طنز و مزاج کے میدان میں خوب لگل لھلانے۔ لیکن مل آزاری کا ہپلو کہیں نہیں ملتا، مطالعہ دمٹا ہپلوں بہت ویسے تھا اس لیے ان کے طرزِ نثر نہیں گہرے ہیں۔ ان کا طنز ہمان

دوستی، اصلاح پسندی اور آنفی نقصہ رات پر سبزی بیٹا ہے۔ نشتر زدن بھی بیس امر جم ساز بھی۔

اکھی کر پچینک دو باہر گلی میں	تھی تہذیب کے نڈے ہیں گندے
تھے دہ بھی دن کو خدمت استاد کے عوض	دل چاہتا تھا ہر یہ دل پیش کر جیسے
کہتا ہے ما سڑے کہ بل پیش کر جیسے	بدل از ماں اپا کو روا کا پس از سجن

ستیل نشاء اللہ خان انشا :- ۱۴۵۶ء - ۱۸۱۶ء

زیادہ تر رخیتی میں طبع آزمائی کی ہے۔ ان کی ارمعحقی کی چنگ ایسی چلی کہ فرش پن اور حکڑوں کی ہڑتیا
کامنکارہ سپا ہو گیا۔ ان کی غزوں کا دیوان دریا نے لطف اسی بائیکی ہے۔

کیا بہی آتی ہے مجھ کو حضرت انسان پر	فضل ہے تو خود کرے لخت کے شیطان پر
-------------------------------------	-----------------------------------

مصطفیٰ خان احمد پھپوندی :- طرز کے ماہر سbast کے میدان کے کھلاڑی۔ عمر کا بڑا
حمد جبل میں گزارا۔ حبیل خان کو شنا سسرال کہا رہتے تھے۔ باد کے لئے دارے۔ کلام احمد اور احمدیات کے
غزاں سے سر زین میں لمحتے رہے۔

ڈر بے جنابِ آنکھ جو نے زکھاں میں اک	چبچپکے دز قبلہ جانتے ہیں ان کے گھر میں
دشک محل بیگم	اوہم کے واحد علی شاہ کی فیقہ تھیں۔ رخیتی خوب لکھنی تھیں۔

گھرسہ گانا کے دگانہ مری مہان گنی میں یہ اسکاروں کوئی کمری جان گئی
علامہ بنی نام :- آنکھ دمائی روز نامہ اور دنائز سے ملحن میں۔ اچھے بھلے ابھرتے شاعر ہیں مگر مزاج
کلام میں بے نام۔

عاشقی کے پھر میں بے نام کرد کا ہو گیا کیا مناۓ جسین دیوالی دیوالی ہو گیا
میر بار علی جان صاحب :- ۱۴۲۶ھ۔ رخیتی کے سوا کسی اور صنف میں شرمنیں
کہا۔ سینگھانی زبان پر عبور تھا۔ مشاعروں میں زنازی بس میں شرک ہوا کرتے۔ رحابتِ فضی اور فوائدات سے
ان کا کلام بھرا پڑا ہے۔

شبیر حسن جوشیج ابادی :- ترقی پسند ادیبوں کے امام شاعر انقلاب۔ ان کا کلام طنز و بحث۔ نزد
غم و غصہ اور حقارت سے بھرا پڑا ہے۔ نیاز فتحوری نے ان کی طنزیہ شاعری کے متعلق لکھا ہے۔ «کافی ہے جو گفت کہ
شرمن گنی ہے۔ یہ شبیر گستاخانہ رنگ میں لمحتے ہیں۔

شبیر حسن خاں نہیں لیتے بد لا	خدا پنے قلعے سے فرماتے ہیں۔
------------------------------	-----------------------------

مرمنی ہو تو سولی پڑھانا یا رب سو جسم بستم تیں جملانا یا رب
مشوق کہیں آپ ہمارے میں بزرگ ناچیز کو یہ دن نہ کھانا یا رب
سید محمد جعفری:- طنزیہ شاعری کے استاد، ذہانت کی چھٹھ بائیں چھوڑنے میں اہم رکاری
عہدہ را رہنے کی وجہ سے لال فبہ، سی دسوارش، مزور دنائش، بکری اور بکریوں این اوسب کو ایک
نظر سے دیکھا اور فطری طرافت سے ان سب پردار کیے۔

بوایں او کے پیٹ میں سائے جیا کل درد ہے دعدہ فردا پڑھانے کے فن میں فر رہے
ایک تصویر جو دیکھی تو یہ صورت نکلی جس کو کجا تھا انسان دہ عورت انکلی
مولانا الطاف حسین حمالی:- ۱۹۱۳ء۔ مصنف، نقادر اور جنید عالم۔
ان کی طرافت دلبی اور حکیما نے جو دل دماغ کو سرد بخشنی ہے۔ ثقہ بن کو کبھی با تھے سے جانے نہ دیا
ریا کاری اور ظاہر داری پر سمجھتے دار کیے۔

شیخ الشدر سے تبریزی عتیاری کس توجہ سے پڑھ رہا ہے ناز
چواع حسن حرف:- ۱۹۰۵ء۔ زیادہ ترا خیار نویسی اور مزاحیکلم نگاری میں معروف رہے۔ نثر کو مبسوں کے
نام سے لکھتے رہے۔ پھر سند باد جہازی کا نام اختیار کیا۔ نوازے وقت میں سر رہے کا کام لکھتے رہے۔ مزاج اخبار
شیرازہ کی ادارت کی۔ معلومات سے بھروسہ بسای اُمّار چڑھاؤے واقعہ قادر الحلام شاعر تھے۔

چنا جور گرم
ز چنا ہے سب سے بیا را جس کو کھائے عالم سارا
شی ، مقداری ، پڑواری جُتا، فتا، عبد الباری

منزرا سعادت پارخان رنگیں:- ۱۹۴۵ء۔ منزرا سعادت پارخان رنگیں کے ساتھ کو جو کوک شاستر کا حصہ معلوم پڑتی ہے۔
ہزل اور بختنی۔ رکاکت اور عویا بست ایسی بختنی کے ساتھ کو جو کوک شاستر کا حصہ معلوم پڑتی ہے۔
ایسی رنگ میں دو دیوان آمیختہ اور دیوان آمیختہ۔ نواب کا خطاب اور فوجی بلیٹن کی لکھنے تھے۔ اندرا آنس
میں ان کے علمی نسخے موجود ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے۔

بختنی کہنی جی رنگیں کی پایا جاد رہے من چڑا یا ہے مو انا جا کس ۱ سطھ
سید رضا صن احمد سریاض خیر ابادی:- ۱۹۴۵ء۔ منزرا سعادت پارخان رنگیں کے اخبار
کے اپنے پڑر ہے۔ پھر تاریخی۔ گلگدہ ربانی، فتن، عطر فتن، ملک (روزانہ) گپیں نکالنے رہے۔

نزول میں خیریات اور شوئی کلام میں طنز۔ اعلیٰ درجہ کے نقد نظر نکار سحرانداز خطیب۔ قدرتی بذرگی۔
بڑے یک طینت بڑے صاف باطن ریاض آپ کو کچھ ہمیں جانتے ہیں
کچھ عجب طرح کے میں نہ ریاض آپ پیش نہیں پلاتے ہیں

میر حسین حضرتی :- ۱۴۵۹ - ۱۳۱۶ء۔ اردو ادب میں انھوں نے بھروسات اور ہنریات کو انھوں نے فحاشی کی حد تک اختیار کیا تھا اور اس کو ذریعہ معاش بنایا۔ جس امیر کے پاس جاتے مرح اور بھوئے بھرے اشاعتیں ہوتے۔ اگرچہ بھرنا مذاق تعمیدہ پیش کرتے درستہ بھوسنا تے اور بندام کرتے۔ اردو اور فارسی ترکیبیں کی مضمون خیز آیزش بڑے دل چسپ انداز میں لٹتی ہے۔

شیخ حضرت علی درجہ نورانیہ است ذبکوں ذبکوں میں کندراں کو توجہ پا کن میں
مرزا محمد رفیع سودا ۱۱۰۰ھ۔ ۱۸۵۵ء (۱۳۱۶ھ) شیوا بیانی کے ساتھ بخوبی میں
اپنے جو ہدایت ہے۔ شاد عالم بادشاہ نے ملک الشراطی کا خطاب عطا کیا۔ ہر ایک سے چنگ ہتی اور اپنی زبانت اور نظری شوئی سے مذکور جواب دیتے۔ ہر موضوع کو پر جو یہ شاعری کی۔ گھوڑے کی ہجوں لکھ کر اپنے مدد کے فوجی نظام پر چوت کی۔ میرضائیک کی خوب مٹی پید کی۔

ضاحک کی اہمیت نے دھول پہنچنے گھر دیتا ہے
بے وجد رات ساری بھساںوں کو جگایا
مجلس میں بزرے چونڈے کو جب بلایا
بول کر کیوں بے ضاحک بکرا کوئی منٹایا

پنڈت مرتضیٰ ناظم سترشد :- اور صبح کی ظرافت کو ابھارنے اور اونچے میاں پر پہنچانے والے شوار میں سے ہیں۔
فتح نواب سکارلک ہنری :- تھکنہ برفی سے تعقیر کرتے ہیں اور اپنے کلام سے محبتی گرانے ہیں۔

جب بھی دیکھا ہیں دڑائیے کئے ہم پر پڑ گئے پیچھے شریغوں کا پا چھا ہے مذاق
آپ کے باپ نے کتوں کا سہارا لے کر ہم غربوں کی محبت کا اڑا یا ہے مذاق

مرزا مصطفیٰ وہیک :- ستم طریف۔ اور صبح کے لمحے والوں میں کافی ہر دل عزیز تھے۔
مولانا شبیلی نعافی :- ۱۸۵۶ء۔ یہ صرف بلند پایہ شاہزادے بلکہ عالم دنیا صل جھی، عربی، فارسی اور دیگر زبانوں پر مہارت تامہ رکھتے تھے۔ اپنے مناصب اور ذرداریوں کی وجہ سے سمجھیدہ اور متین لیکن اپنے حرف کی نہیں۔ رندانہ مذاق، هنر و تعریض اور حشیک نے ان کا زنگ بڑھایا۔

اس ساوی پکون نہ مر جائے اے خدا لازمی ہیں اور باخوبیں تووار بھی نہیں
هزار شکوریلی :- هنر و تعریض چنے میں ماہر زندہ ولی کی بڑی بخیرتے ہیں۔

مودرٹے مکان ملے، سیم ودر ملے
بوجس کے دل میں درودہ انسان نہیں ملا
لیدر ملے، دکیل ملے، داکٹر ملے
چھلتے دل کو سہلا ناپڑے گا
سب کچھ ملے خسری طرف سے گر ملے
کیے پر اپنے پھتنا ناپڑے گا
اُرمزا کی آہوں میں ہے تاثیر
انھیں جھک مار کے ناپڑے گا
زبردستی کا شاعر ہوں خوشی کے گیت گاتا ہوں
سید حمیر حججفری :- چراغِ حسن تحرت کے مزاحیہ اخبار "شیراز" کے معادن مدیر شرکتِ دلوں کے ریسا
ڈبائے الامُنت "غور توں کی اہمی اور وزارت" میں ان کی شوخیاں خوب حلبلکتی ہیں۔ موخرالذکر سے اقتباس۔
بہ آواز شور و شفب بو نتی ہیں
بہ اندازِ غیظ و غضب بولتی ہیں
نہیں بولتی ہیں تو کب بولتی ہیں
چب بولتی ہیں تو سب بولتی ہیں
میر غلام حسین میر ضاحیٰ :- عربی و فارسی کے عالم و فاضل۔ نظر و نظم دلوں ہی خوب
لختے تھے۔ ہرل گوئی میں عجیب و غریب زبان استعمال کیا کرتے۔
اس آن تھیئے انسو جس آن کر ڈو باجی
تب جان سے ہم نئے جب دیدہ نہ اٹھے
سید مقبول حسین ظریف لکھنؤی :- حضرت صحنی الحسنی کے چھوٹے بھائی۔ طبیعت میں خونی
اور ظرافت، سر پیغ اور اوصہ پیغ میں چھپتے رہے۔ مشاعروں میں سب سے زیادہ کامیاب منفرد شو خی اور
ظرافت سے سپاہی مصنفوں کا حلیہ بکار ڈیتے تھے۔ سماجی خرابوں کو نشاۃ طنز بناتے۔ ان کا مزاح یہ کلام
کلامِ ظریف، نظریت، ظرافت، ظریف اور فرمانِ ظریف کے فنوں اس کے تحت شائع ہوا کرنا تھا اس پر
نے ان کو ملک شرار کا خطاب عطا کیا تھا۔

جب... سے زاچھے ہو سکے بیمارِ غم
ہو کے کھیانے سمجھی کو سنجھا دینے لگے
وزیر... رکھو پڑھ کے پلڈر بن جاؤ جب وکالت: چلاؤم کے یڈر بن جاؤ
مولانا ظفر علی خاں:- ۱۹۵۶ء - ۱۹۷۰ء

روزنامہ زمیندار کے ایڈٹر کی چیزیت سے سب ہی ان سے داتفاق ہیں۔ کچھ دلوں تک ستارہ صبح کی بھی
ادارت کی۔ دبنگ صحافی اور تیز و تند طنز کے ماہر، انگریزی سامراج کے سخت مخالف۔ برسوں جلیں میں ہے سایا۔
صحافت، خطاب، تالیف و ترجمہ میں عمر گزاروی۔ اندازِ بیان شوخ و شکخت اور پُر سطوت، اچھوتوی تشبیہیں
دل چھپ کر استھانے، دل آؤ نیز کرنے اور جگہ ترکیبیں۔

پھر اور دل کس طرح پہنچے جائے بیگم تک کردہ قبیر بکھم میں مندرجہ بیٹھے ہیں

مرزا عصمت اللہ بیگ عصمت ۔ دیسے نشنکا میشور ہیں جنہیں جی کامطب ان کا شاہکار ہے۔ انوار بسم اور کاک ٹیل بے مقبول ہیں۔ بلکہ آمادو فطری طرافت سے بھروسہ، صلح جگہ رعایت لفظی اور تصنیفات کے تکلفات ان کے کلام میں موجود ہیں، جو ان کی روافی اور قدرتی مزاجیہ زندگ میں کچھ چھپ جاتی ہیں۔ بُدھا دلہا اور گدھے گڑیا کا بیاہ بہت مقبول ہیں۔ ہفتہ دار ظرفیہ اخبار "تاشا" کی بھی ادارت اور اشاعت کی ۔

عصمت بے ٹرا ماہر فرد و ستد میں
لیتا ہے ادھر نوٹ تو دیتا ہے ادھر دوٹ
جو گھر جلتا پائے عصرت یہی ہے ہوم روں اپنا
نچھے ہوا تھوکی تنگی یہ مطلب ہے فریض کا

امجد علی خان عصمت ۔ رجحتی کے باکمال شاعر۔

تری خاطر میں گھر نے نہ ہائے آتی ہوں ورنہ کی نے آج تک پھل نہیں بچا ہے عصمت کا
غلام احمد فرقہ کا کو ردی ۔ نظم ذشر میں تحریف نگاری سے مقبول اور مشہور ہے۔ جلدید شاعری گلہ خاک
اُذکر رقی سپند شاعروں کے کلام کی پیری کرتے ہوئے اس کو مجمل ثابت کیا۔ ان کی نظم فیلی پلانگ
کافی مشہور ہے۔

شوق سے لخت جگر نو نظر پیدا کرد
ظالموا تھوڑی سی گندم بھی مگر پیدا کرد
اشرف علی خان فغان ۔ اخمار دیں صدی عیسوی ۔ احمد شاہ بادشاہ نے ظرفیہ الملک
کو کر خان کا خطاب عطا کیا

خدا دیجیو چھپا کے لے دہ اگر کہیں لینا نہ میرے نام کولے نام بر کہیں
دستم ظرفیاں، شامتِ اعمال، آداب عرض،

دل اور حسین دل اور فکار ۔ موجودہ دور کے متاز مزاں کو شاعر، پیشے سے معلم، طرز دمزاں کے میدان
میں نت نئی را ہیں بنانے والے۔ طرز کو دل پاں کا بخار کہتے ہیں۔ آہ کو داہ میں سکونتے ہیں۔ دوسریں کوہنگار
رلاتے ہیں۔ شاعروں کے بادشاہ۔

ادھر لڑکے بنادست کے لیے تیار بیٹھے ہیں
نیتوہ اس کٹاکش کا یہ سکلا ما سٹر صاحب
اوھر حکام بھی غافل نہیں رہیا زیستھے ہیں
کسی بوڑھی طوائف کی طرح سکار زیستھے ہیں
وصل کی درخواست پرس کی سفارش چاہیے
عبد الصدح جاوید علامہ گنبد ۔ روزنامہ انقلاب میں روزہ ہی اپنے مزاجیہ کلام سے انقلاب پاکے
میں صد ائمہ بنہدان کے کلام کا مجموعہ نہ ہے۔

آج کل کے بابس جھی جھی پھی جو جھپٹا ناہے وہ دکھاتے ہیں
میر تقی تیرہ:- ۱۹۰۰ء۔ ۲۱۰۰ء۔ جلد اصنافِ شرپورت اور جہارت رکھتے ہیں۔
 اپنے آپ پر طنز کرنے والوں کو نشانہ بنانے میں کچھی نہیں چوکتے۔ یادیت اور فتوحیت سے بے ہبہ و دارست
 محض اور مشنویاں خوب لمحی ہیں۔ اپنے گھر کا حال "ان کی نظرافت کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

آن میں کچھ ہیں آن میں کچھ ہیں **خفیہ** روزگار میں ہم لوگ
شیخ غلام مہدی مصطفیٰ:- ۱۹۰۰ء۔ ۲۱۰۰ء۔ ان کا کلام جنگ کی
 وجہ سے گزرنے والی اور بھوئے بھرا پڑا ہے۔ اصنافِ سخن کے ماہر ان کے کلام میں ملتی اور زبردستی
 نایاں ہے۔

اس کے درپر میں گیا سو ایکٹہ بنائے تو کہا چل بے چل دو رہو کیا لے کے خیری آڈی
راجہ مہدی علی خاں:- نظروں میں تحریفِ نگاری بے صد نیکین اور دل چسپ بے نہایت
 بے باک اور تپڑہ قدار لمحنے والوں میں شمار ہوتا ہے۔ مذاق میں فکر، روانی اور گیرانی ہے۔
 بس نوچی اب کوئی اس پر تو حال نہیں مجھ غریب کا گھر بے پاسپتاں نہیں
ہزار چہارہ افتال ماص لکھنؤی:- اس دور کے اچھے لمحنے والوں میں شمار کیے جاسکتے ہیں۔ ان کی پڑی
 شکوہ شکر، خاندانی مخصوصہ بندی، ایکی بیشن، ریڈیو اسٹیشن میکول عام ہیں۔

زر الجید چوہان مجید لاہوری:- ۱۹۵۰ء۔ ۱۹۶۰ء۔ پندرہ روزہ نمکدان
 - یہ تحریخ تھے۔ قلمی نام، نکت لاہوری، نکان نک۔ ان کی مزاحیہ نظروں کا مجموعہ، مزاحیہ مضامین کا مجموعہ
 - پارے بہت مقبول ہوئے۔ شوخی، سخن، سخنی اور نت نئے موضوعات پر طبع آزمائی ان کی خصوصیات
 - تحریف و تفترف کے بھی ماہر۔

مجھ کو دا آدا! ہو گا تیرا بھلا! مجھ کو دا آدا!

اسے پڑا ٹوں کے مالک تری خیر ہو اسے الٹوں کے مالک تری خیر ہو
 سماجی نسبتوں، معاشی بدھائیوں، سماجی بدنوازوں پر اپنے مخصوص اسلوب میں خوب اپنے کیے
 ہیں۔ ہزار کے میدان میں بھی قلم کاری کی ہے۔ نک دان، پچھلے بھری، پاک پیغ، انتخاب شکوہ میں شان
 ہونے رہے۔ شوکت تھانوی کے سر پیغ نے انھیں طرفِ الملک کا خطاب دیا تھا۔

یکوں نہ کھوار بنوں زود فرا موش بیوں فکر زردہ نہ کروں محو غم دوش رہوں
 گڑکے طعنے میں سوں اور ہر تن گوش بیوں بہم نہیں ہیں کوئی مردہ بیوں کہ خاموش رہوں

ہرل شیخ کے بھوکش میں تو اعمال ندارد
جس مال کے تاجر تھے دہی مال ندارد
کوئی کوئی دلا کوئی نبخلہ دلا
چھاپ خانہ دلا کار خانہ دلا
بس نہیں کوئی تو بس کل آؤ دلا
پس پڑوں کایا سینا دلا

حمد شاکر ناجی:- زیادہ تر ہر لمحتے ہے اور ہر لمحتے ہے لفظی ہم پھر قدرت کھتے تھے۔ اب ہام خاص ستر س تھی۔
زلف کیوں کھوتے ہو دن کو ستم مکھ دکھایا ہے تو نہ رات کرو

شیخ ولی محمد نظیر البر ابادی:- ۲۵، ۳۰، ۳۱۔ اردو کے ربے بڑے چکلہ باز شارع لفظوں کی بہتا منی کی
افراط۔ حقائق کو اپنے خیل اور طرزِ ادب کی مدد سے ظرفیاتِ زنگ و سخار تھیں اور صوتِ حال کو منظم کرنا دیتے ہیں۔ سکتا بیان
جست بندش نصویری میں ہمارت تام، انوکھی تشبیہات اطزہ و ظرافت کا امترانج، ہرل و فحاشی بھی ہے لیکن دبی چھپی۔

میں ہر کے اس لیے منزوج متا ہوں فخر کا کر کچھ نشانی ہے اس میں ترے دہن کی سی
عبدالله ناصر:- ۱۹۴۵ء۔ ۱۹۴۰ء۔ ان کی ظرفیاتِ شاعری خنده مخفی نہ تھی بلکہ اصلاحی پہلو نایاں تھا۔ ان
کے موضوعات میں قدیم اور جدید موضوعات کی زنجار نگ مقصدیت کی چھاپ ملتی ہے۔

بیش امام:- اصلاح کا خیالِ نظم کی ہے فکر گواہ کے بال مقدموں کی لگام ہے

دن اتھے ملے نہ مرتے کی جو روچتا ہے وہ مثلہ ماں کا ہے کو ہے پرہیز امام ہے

علی بیگ دھلوی نازین:- ۱۲۰۰ھ ذوق کے شاگرد، عربی کے ساتھوں ختنی، صاحبِ دیوان۔

کوئی بیجا ہو سمجھے ہے کہ اپنے کام سے اے سخو ٹے آدمی کیا تو تو حیوان ہو گیا

حافظِ دلایت اللہ:- بڑے بڑے ہمدرد پر فائز رہے۔ کلام میں لطیف مزاج اور بہکا طنز۔

کورٹ میں ڈھنی ہے پیشی ہر روز نج کا جاری ہے دنر پر جس س

رضانقوی و اہی:- (اشارہ، نقشِ جمیل، فکرِ جمیل، وابیات) کلام میں اطزہ و مزاج دونوں بشر کرنے
کی فطری صلاحیت بردا، عصری مسائل پر پھر و پیشہ زار تمام سماجی موضوعات پر قلم اٹھایا ہے۔ زبان
یان پر فتاور۔ صرف نشتر زنی ہی نہیں بلکہ فرم ہم بھی رکھتے ہیں۔

فول نظر کو مال بختار بنائیے لیکن زبان پر نام شرعیت نہ لائیے

ہم نہیں تیار ہرگز اس تائش کے لیے

پاچ گز کپڑا بہت کافی ہے لائش کے لیے

لغتِ رائٹ کے پھر بیکاری دوڑ کر گئے

خانہ غم سے نکل کر جانب پچھر گئے

(وابیات۔ اطزہ و مزاج، نشتر درہم۔ کلام نزم و نازک)

عبد الرحمن هد هد الشعرا:- پہاود رشاہ نے طائر الارائیں، شہپر الملک، ہدہ الشعرا، منقار جنگ
پہاود کا خطاب عطا فرمایا تھا۔ ان کی نوک جھونک بلبان سخن سے ہمیشہ چلتی تھی۔ کبھی باز تو کبھی زاغ سے
ٹھونٹیں مارنا کر داد حاصل کی۔

بده کا ذائقہ ہے مزاج اس سے انداز ہے اُک نیا نکالا اس سے
سروفہر شکر سیمان ہے یہ ۹۰ تا ہے سخن میں بالا بالا سب سے
مزاج نگار:- انعام دی جس کو لوگ مزاج نگاری حیثیت سے یاد نہیں کرتے کیونکہ وہ شخص اردو
کا سب سے زیادہ مشکل گو، بے حد سخیدہ، غیر عمومی مفکر و فلسفی اور ایک عظیم شاعر ہے۔ سینی اسد اللہ فاقٹا اپ
اُردو کے سارے ظرافت نگاروں کا سلسہ اخیں سے مناسباً ہے۔ ان کو باپا سے ظرافت کہا جائے تو بے جائز ہو گا۔
اخوں نے اپنے خطوں کے ذریعے اس کی ابتدائی۔ ظرافت کا حرش پرہ تو رواداں رواداں ہو گیا لیکن خطوط اس سلسلہ
ختم ہو گیا۔ اس لیے کہ رقصات غائب کے نمونے کے خط پھر کسی نے اس ترک و احتشام روائی اور باہمی مکالمہ
کے انداز میں نہیں لکھے۔ مولانا حاملی نے یادگارِ غالب میں ان کے لطائف کا ایک باب شرکی کر کے ان کی
اُرست اور کمالِ ظرافت کو حیاتِ حادداں بخش دی۔

غائب سے سے کر آج تک، داسال کے عرصے میں سینکڑوں مزاج نگار پیدا ہوئے۔ جنہوں نے
اپنی جوانی طبع، بذریعی اور خوش ذائقہ سے طرزِ مزاج کے پھول بھیرے ہیں۔ اور گلستان اُردو کو محطر کیا۔
ان کے مختصر حوالہ با ترتیب درج ذیل ہیں۔

ابراهیم حلیس:- سیاسی اور صحافی مزاج، جس میں لطیف طنز ہوتا ہے۔ جو اندماز بیان کی خوبی سے
لطیف تر ہو جاتا ہے۔ حالاتِ حاضرہ کے تعلق سے بال کی کھال نکالتے ہیں۔ خبار جنگ کے کالم نگار
موض۔ ایسا چنستے ہیں کہ اسی پر بے اختیار نہیں آ جاتی ہے۔ اور پھر یہ نہیں کادر یا رواداں رواداں ہو جاتا ہے۔
اوپر سرداںی اندرا پریشانی، آزادِ غلام، ایک پیسے کی خاطر، چالیس کروڑ بھکاری، تکونادیں، نیسی کر
بھا جا، گورے گئے کامے آئے، کچھ غم جاناں کچھ غم دوراں۔ بھوکا بے بنگال۔)

امتی علیٰ ناج:- یہ انارکلی اور حجابِ اخیل سے مشہور ہوئے اور چاچپنک نے ان کو مشہور تر کیا۔ شکفۂ
نحر پر ردار نگاری اور بولتا ہوا مزاج ان کی دوسری خصوصیات ہیں۔ یہ کشان شائع کرتے تھے۔

احسن علی ہرزا:- صحافی اور کہنہ مشنق مزاج نگار۔

احمد جمال پاشا:- نوجوان صحافی ہیں۔ خوب دل کھول کر لکھتے ہیں۔ اور سنی بھیرتے ہیں۔ سر در جمال کے
بزرگ ہے اور صورتے۔ تین سال تک اودھ پنج کی ادارت کرتے رہے۔ اب قومی آوازِ نکال رہے ہیں۔

**داندشتہ شہر، ستم ایجاد، پھر کہتے لطیفے، مانصیر الدین کے لطیفے، اردو کے چار مزاجی شاعر، الذرت ازار فن لطیفہ
گوئی، اندلشیہ شہر، ستم ایجاد، مضا میں پاشا۔ شوکت تھانوی ہے**

سید ال عباد قادری : ادبی زندگی کا آغاز جامد عثمانیہ سے ہوا۔ ”بے پر کی“ کے مصنف۔ تحریر ادارہ حیدر آبادی :- میں قدامت کارنگ ہے۔ مزاج نگاری کے میدان سے بہت جلد باہر ہو گئے۔ لگھر مزاج مضمون

ایم اسلام :- بیار فویی کے ماہر زبان شست، مزاجی کا کردار ان کی دل چپ تخلیق ہے جوچا چپکن کے مصب پر لمحی بولی ہے۔ (بے پر کی)

ترق اشیانوی :- شاعر بھی ہیں اور اچھے مزاج نگار۔ (یہ ایک تتم) راجندر سنگھ بیدھی :- کہانیوں میں بے حد بخوبی لیکن درستوں کی محفل میں خوش مذاق۔ اپنا سارا طنز درستوں پر نجاح دکھانے کرتے ہیں۔ مزاجیہ مضمایں بہت مشہور ہوئے۔ (بیوی، بیاری اور بہان) احمد شاہ بخاری پٹوس :- زیریب مزاج پیدا کرنے میں استاد اور الفاظ کے برحق استعمال کے بارشاہ۔ بذریعہ ہیں۔ داستان طراز نہیں۔ ان کی ظرافت بند ہے جوئے موضوعات روایتی کردار دیں اور لفظی بیر پھر سے بے نیاز ہے ان کی ذاتی خوش دلی، قوس تزعیح کی طرح چھا جاتی ہے۔ اصلاح کا پہلو بھی اختیار نہیں کیا گیا۔ مگر سماج اور سیاست پر بڑے لطیف جملے کیے ہیں۔ مزاج کا کردار بہت اچھا پیش کیا ہے۔ (درhom کی یاد میں)

بھارت چند کھلتہ :- مزاجیہ مضمون نگاروں میں کافی کمتر مشق میں خود لکھتے ہیں دوسروں کو اکساتے ہیں۔ ان کا اپنا انداز انسان نگاری سب سے الگ تھاگ ہے۔ شاستری اور تہذیب کا خود بھی مذون ہیں۔ اور ان کی تحریریں بھی۔ الحمدہ بھی بھیان، بھیتیں مسکراتے آنسو، تیر نہ کش)

تخلص بھوپالی :- نظم و نثر میں بھوپال کی بیگانی زبان کی پاشنی مزاج کو دو بالا کر دیتی ہے۔ ان کی مزاج نگاری، در اصل خاک نگاری ہے جس کا ان کو اچھا لکھدے ہے۔ دو سال تک بھوپال پنج کی ادارت کی۔ (پانڈان والی خالہ)

تمکین کا ظمی :- شاعر، نقاد، ادیب اور مزاج نگار، تحریر میں دلمکنی الفاظ اور حسید رآبادی ماحد کو دل چپ انداز میں پیش کرتے ہے اور کافی مبتل ہوئے۔ (غچہ تتم، ہم نہیں پہنچئے)

جلال الدین اشٹک :- جامد عثمانیہ کے ابتدائی دو کے ممتاز طنز نگار۔ شاعری بھی کی۔ (شیطان کا انتقام) حاجی لق لاق :- مدینہ بھنو کے مزاجیہ کالم بھی لکھا کرتے تھے۔ مزاج میں شکختی تو ہے لیکن طوالت کے ساتھ۔ انداز تحریر بیانیہ ہے۔ غالب اور گوئے بہترین مزاج کا مذون ہے۔

خواجہ حسن نظافی :- مصور فطرت، گوان کی طبیعت خوبی اور ظرافت کے خلاف بھی۔ لگری اکبر آباد کا

کو اپنا استاد انتہے تھے اور اس طرح کی ظرافت کو نظر میں کامیابی کے ساتھ پیش کرنے رہے۔ نادر اور اچھو تا طرز بیان جس میں سادگی اور البیلاں پن بھلہوں کا مزیدار کرتے رہے۔ اور موضوع بھی اونچھے ہوتے۔ ان کے روز نامچے بہت دلچسپ ہوا کرتے تھے۔ (چیکیاں اور گدگدیاں۔ فرم بحری)

خالد اختر:- نوجوان لکھنے والوں میں متاز۔ بڑی ہونے کے ناطے اور حکم چھپے مذہانت اور شوخی ان کی تحریر کی نایاں خصوصیات ہیں۔ اندازِ بیان اُنکھڑا اُنکھڑا ہے۔ چچا عبدالبابی کے خالق ہیں۔ اس کردار میں بھی خاصی جان ہے۔

دشیدر احمد صدیقی:- علمی اور ادبی مزاج کے ماہر، بہترین فن کار، ان کا مزاج پسلی کی طرح ہوتا ہے۔ اور جیسے جیسے پسلی بوجھی جاتی ہے ظرافت کے دریا اُبیل پر تے بیں بخطوں کے معانی اور مانی اضفیر کے یہے الفاظ خود بخود بننے ہوئے ہیں۔ ان پر لازم ہے کہ وہ موضوع سے بہک جاتے ہیں۔ مگر موضوع سے جوست جانا بھی تو کوئی خوبی نہیں۔ اوپھر یہ موضوع کو نئے رنگ میں ڈھانے ہاتے ہیں اور یہی ان کی ادائی دلبری ہے۔ تحریریں ادب کی خوبیوں سے رُپی جوئی اور ادبی محاسن سے ملا مال جوئی ہیں۔ تحریریں میں علی گڑھ رچا بسا ہوتا ہے۔ ظرافت کا انداز بے حد شاسترا در ان کے طرز میں تو فی جھن جھن ہوتی ہے۔ کسی کو نشانہ نہ بنانے ہیں۔ طرزِ مزاج نگاریں کے یہے شش فور میں۔ (طرزیات و مضمونات، آشنازی بیانی، خداں، ہم نفسانِ فتنہ، گنج ہے گرانداز، مضا میں شید)

دشیدر قویشی:- انسان نگار، مزاج نگاری کی طرف دیر سے توجہ کی۔ مزاج شکختہ ہے مگر گھر میو، بیوی کا کردار بے حد چھا بایا ہوا ہے۔ زن مرید سے بڑھ کر بیوی زدہ دکھائی دیتے ہیں۔ دوپتوں کی سرسر اہمیت، چوڑیوں کی جنگلکار، سرنسی اور شبایا بیات میں ان کے افسانے پروان چڑھتے ہیں۔ مزاج کا بند پا مخصوص رنگ ہے: رومانی افسوس سے ابتدائی۔ (من کی دنیا)، (ریڈی یا میڈیا سے لمحے۔ (مزاج شریف))

پنڈت رام ناٹھ سرشار:- اور دھپنچ کے لکھنے والوں میں متازِ جیشیت کھتے ہیں۔ شوخی، زندہ دلی، ظرافت اور لمحہ۔ ہر طرح کا مزاج اُن کی تحریریں میں پایا جانا ہے، بھی کبھی عربانی بھی۔ خوبی کا کردار ان کی تخلیق ہے۔

سلطان حیدر جوش:- مولانا محمد علی کے اخبار سہرورد کے لکھنے والوں میں سے ہیں۔ فلسفیات طرز اور ظرافت کی ابتدائیں کی تحریریں سے ہوئی۔ پنے تلفرے اور الفاظ کی بندش سے مزاج پیدا کرنا اجھیں کا حق ہتھا۔

مسٹی سجاد حسین:- اور دھپنچ کے ذریعے استنزاد، عین طعن سے بھری ہوئی ظرافت پیش کی۔ اور وہ پہلے صحافی ہیں جنہوں نے لکھنؤ کی مکملی زبان اور عربی، فارسی، بندی اور انگریزی کی مہارت سے اپنی بے لال تغیرید کے ذریعے اپنے دور کے سیاسی مسائل پر سفر چوٹیں کی ہیں۔ ان کا بڑا کارنامہ حاجی غبلوں رحاجی بلخ اعلیٰ رہے۔

سجاد انصاری:- نکو فلسفہ، سنجیدگی اور ممتازت کے ساتھ مزاج، قلم میں تیزی اور بے باکی ہے۔ (رورج زادہ رام)

سید ضیور جعفری: - "شہر نگار اور شاعر دنوں، فکاہیہ مضمایں میں شکنگنی ہے۔ اڑتے ہوئے خاکے کے مصنف۔ مزاحیہ اخبار شیرازہ" کے معاون مدیر، حالات حاضرہ پر سہیشہ چوت کرنے رہے۔

صلی صدیقی: - ایک خاس اور ذمین عورت کی نگاہ سے دنیا کو دیکھتی ہیں اور اسی مودت میں مزاج بھیرتی ہیں۔ لمبکا پھلکا شکنگنہ مذاق، زبان کی لطافت اور سلاست کے ساتھ غصیات کو سمجھ کر گہرے مشاہدے کو قلم بند کرتی ہیں تو مزاج کے دریا یہہ نکلتے ہیں۔ مزاج ان کو اپنے نامی گرامی والد کی طرف سے ورثہ میں طاہے۔ مشق نے اس جوہر میں چار چاند لگھا دیے ہیں۔ (سلطان نامہ، نقاب اور چہرے)

شفیق الرحمن: - ان کی تحریروں میں عنفوںِ شباب کے کردار، جوان باحول، دل چپ، حادثات اور اتفاقات۔ نایاں طور پر پائے جاتے ہیں۔ الفاظ سے کھیلتے ہوئے کہانی بنانا ان کا خاص گز ہے۔ ان کے مزاج کی بیانات انگریزی نظرافت بر قائم ہے اور بہت مقبول ہے۔ پیر دڑی کی مقبولیت ان کی مر ہوں منت ہے دکنیں شنگوں فے، نے شنگوں فے، مدد جزر، ترک نادری۔ (حقائقیں، مزید حقائقیں)

سند باد جہاڑی، اصلی نام چراغِ حسن حضرت۔ طنز میں تمنی کا عنصر نایاں، جنگت بازی، تحریف اور تھریف، لفظی اولٹ پھیرا در بدل کجی، سب ہی ان کی تحریروں میں ملتے ہیں، زبان شکنگنہ اور بے مثال مزاج نگار، عصرِ جدید، تمنی دنیا، جمیتو، استغلال، پیغام وغیرہ کئی ایک جرائد کی ادارت کی۔ کوئی ملبس کے نام سے مزاحیہ کالم لکھتے، لا ہو رکھتے تو زیندار، الصاف، احسان، اصرار، شہباز، شیرازہ، تہذیب، نسوان وغیرہ کی ادارت سنبھالی۔ اور سند باد جہاڑی کے نام سے مزاحیہ کالم لکھتے۔ اخبار نوازے وقت میں سر رکھتے کا کالم لکھتے رہے۔

عبدالحمیں اخباری مزاج، "سیاست" کا کالم شیشہ و نیشہ کوہ کن کے نام سے لکھا کرتے تھے۔ **شاہزاد صدیقی:** - طنز نگار، حاجر جوابی، بے ساختگی خصوصیات ہیں۔ بے حد ذہین اور زور قلم، اشما کی تحریکیں کمال رکھتے تھے۔ پیر دڑی لکھنے میں مہارت تامر رکھتے تھے۔ سمجھیدہ شاعری بھی کی ہے لیکن اس میں بھی بھرلو پڑنے رہے۔

ریلیعن کشاکش کیا کم ہے، سامانِ سکون حاصل نہ ہی
کشتی کا گری، وارث تو ملا، طوفان ہی سہی ساحل نہ ہی

تام عسر ترا انتظار کر لیں گے مگر پنج سبے گاکہ زندگی کم ہے

شوکت تھانوی: - گھر میو مزاج، طنز بالکل نہیں۔ ان کی سودبی ریلی "نے انھیں شہرت بخشنی اور دن بدک وہ سودبی ریل اور زیادہ سودبی ہوتی جا رہی ہے۔ انھوں نے قلم برداشتہ لکھا اور لکھتے چلے گئے پیدائشی صحافی، ان کے ادارے مہنگا مرخیز ہوتے تھے۔

قاضی جی کا مزاحیہ کردار بھی ان کی تخلیق ہے۔ ۱۹۳۰ء میں اخبار سرپنچ کی ادارت کی اور اودھ اخبار میں طازہ تھے۔ صحیح تہم، دنیا نے تہم، بھر تہم، سیلا ب تہم، طوفان تہم، سودشی ریل، صالحہ عابد حسین:- قدیم تہذیب و معاشرہ پر مصائب میں لمحتی رہی ہیں۔ کہیں کہیں نظرافت کی چاشنی ضرور شریک رہتی ہے۔ مرا جیر شاعری بھی کی کہے۔

نا مکمل ہے بھی دردی پوس کی نے حضور چوڑیوں کا بھی اضافہ اس میں ہو چاہیے عظیم بیگ چھٹائی:- انسان نگار لیکن قدامت پرستی کے ساتھ گھر بلو واقعات اور میان بیوی کے تعلقات کچھ اس طرح پیش کرتے رہے کہ اول سے آخر تک سب سی کا دریا بہتا رہا۔ زبان میں لچک اور بے ساختگی ہے۔ اصلاحی پہلو بھی غسیر مری طور پر شریک رہتا ہے۔ الشذری اور خانم کے کردار بہت اچھے بجا ہے میں۔ (خانم کوتار)

عصمت چھٹائی:- سلیمان انداز اور روزمرہ کی زبان میں کہانیاں بے حد دلچسپ ہوئی ہیں۔ اور مزاج کی چاشنی شروع سے آخر تک قائم رہتی ہے زبان پر بلا کی قدرت ہے۔ الفاظ سے جادو بیانی پختگی ہے جنیات جیسے مشکل موضوع پر قلم برداشتہ لمحتی رہی ہیں اور ترقی پسند ادیبوں کی صفت اول میں دُنیٰ ہوئی ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ان کو روئی، ب سورتی، حرفا کے پچے جنمی۔ تکم کرتی نہایت سے بہیشہ نفرت رہی۔ خواہ نہ ہ کہتی ہیں اور سبھی اسی باقی میں ان کی کہانیوں کو مقبول عام بناتی ہیں۔

علی عباس خاں جیمنی:- نے "مکیم بانا" کے کردار کی تخلیق سے ثبوت حاصل کی۔

فرحت اللہ بہ:- جاندار مزاج نگار، قدامت پسندوں میں ترقی پسند، دلی کی خوبصورت زبان میں مزاج کی بیفیات بیرتے ہیں۔ پرانے واقعات اور کردار کو دلچسپ انداز میں پیش کیا ہے۔ جیسے مولوی سلیم اور مولانا نذری راحمد کی سیرت اور کردار کو اس طرح بیان کیا ہے کہ وہ کردار آج بھی نزدہ جاوید ہیں۔ سماجی خرابیوں کو بھی بے تھاب کیا ہے۔ انسانوی انداز کی نظرافت میں پس بے آگے ہیں۔ نقادر، محقق، ادیب، سوانح نگار، اشار پرواز، قلم کے بے باک، من پلے (مولانا نذری راحمد کی کہانی، مصائب فرحت کئی جلدی میں)

غلام احمد فرقہ کا کو روئی:- پرانا انداز ہے۔ تحریف نگاری بہت ولکش ہے۔ اچھے مؤلف ہیں۔ خوب لمحتے ہیں اور بہت لمحتے ہیں۔ بامحاورہ، کششہ اور رواں زبان لمحتے ہیں۔ ان کی "مادا" بہت مشہور ہوئی۔ پر ترقی پسندوں کے خلاف ہے۔ لیکن خود ترقی پسندوں نے بھی اس کی داد دی۔ کردار اور زبان کے چھاروں سے

نظر و شی میں مزاج پیدا کرتے ہیں۔ درد وہ دل خاک جیا کرتے ہیں۔ کف گل فروش، صید و ہدف، قد پچھے، طرز و مزاج۔ غائب خستہ کے بینزا

فَحَسِّكَ تُوْنُسُوِيْ : - ملاب کا طرز یہ کالم "پیاز کے چھلکے"۔ سمجھتے ہیں۔ حالات حاضرہ پر سبیط انظر رکھتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ طرز کو پیش کرتے ہیں۔ پروفیسر نفسی کا کردار بڑے دل چسب اندماں میں پیش کیا ہے۔ سیدھی سادی زبان کے ذریعے وہ اعلیٰ ترین طرز پیدا کرتے ہیں۔ لیکن میں لکھیں اور کئی علمی وادی رسائل کی ادا کی۔ آغاز شاعری سے ہوا، تخلص فکر رکھا۔ لیکن تقسیم منہ نے ان کی طرز نگاری کو ابھارا جس کی خاطر انہوں نے شاعری چھوڑ دی۔ زبان اور خیال نے ان کی زود نگاری اور سیار نگاری کا ساتھ نہ دیا (پروفیسر بھو، وارث گرفتاری۔ تیرنیم کش، گم شدہ کی ملاش، فٹ پا تھا کا، دپیہ، ماڈرن الڈین)

میان عبد العزیز فلکی پیما : - ہمیوں ماہنامہ کے سمجھنے والوں میں مستاذ حیثیت کے مالک اصلی نام میان عبد العزیز فلکی پیما ہے۔ ہمیوں ماہنامہ کے سمجھنے والوں میں مستاذ حیثیت کے مالک اصلی نام میان عبد العزیز فلکی پیما ہے۔ میان عبد العزیز فلکی پیما میں فلک پیما کے مصنف۔ مزاج میں بصیرت، فکر اور تنوع ۱۰ پنے زمانے کے بہت مشہور مقبول لکھنے والوں میں سے ایک (معترضہ جملے)

کرشم حنفیہ : - پوئے اور دادب پر تھائے ہوئے ہیں اور عوام انساس کی ٹکیت ہیں۔ میں الاقوامی اور بولی میں شارہوتا ہے۔ انسانی، ناول، ڈرامے، انشائی اور تغیری مصایب میں سمجھتے ہے ہیں۔ دنیا کی ۵۰ بڑی زبانوں میں ان کی تصانیف کے ترجمے ہو چکے ہیں۔ تصانیف کی تعداد تو ان کو کیا یاد ہو گی۔ پہم بھوشن اور سو دوست لئیہ نہ رہا یورڈ کو انہوں نے سرفراز کیا ہے۔ بچپن کشیر کی پر نضا وادیوں میں گزر رہے جس کی وجہ اب تک تازہ ہے اور ان کی تحریریں زلفان زار ہوتی ہیں۔ کہانیوں میں مزاج کا رنگ نہ الہ اور راجھوتا ہے۔ بگردانگاری میں ان کا جواب نہیں۔

افلمی قاعدہ، گدھے کی سرگزشت، کامیک کے تحریرے، ایک گدھا بینفا میں۔ گدھے کی دلی۔ مزاج انسانی،

بلند پا پر طرز نگاری کے ذریعے تعمیر کے بعد کے فرقہ وار ان فسادات کی شدت کو دبایا۔ چنانچہ ہم وحشی ہیں۔ ان کا شاہکار بھی ہے اور قوم کو عبرت دلا کر ہم آہنگی پیدا کرنے کا ذریعہ۔

کنهیا لال کپوس : - اردو میں دور جدید کے پہلے ترقی پسند طرز نگار جو ایک نقطہ نظر اور مقصدیت کے ساتھ قلم اٹھاتے ہیں۔ اصلاح کا پہلو ہر ادالہ شہین ہوتا ہے اور مزاج قبیلہ آور، دوسری کو ہندا کر خود بھی شریک رہا تو ہو جاتے ہیں۔ مشا بدھ تو ہی ہے۔ اچھے مکالمہ نگار بھی ہیں۔ عمر بجز ندگی نے ان کے ساتھ مذاق کیا۔ اور انہوں نے زندگی سے۔ بڑے ستم ظریف ہیں۔ بقول خود: "خدا اگر مجھے اس چیز یا اس شخص سے ہمدردی نہ

ہوتی تو میں کبھی اس کا مضحكہ ڈال کر اسے پتیرنا نے کی کوشش نہ کرتا۔ تحریف نگاری میں مال مانسل ہے۔ غائب جدید شرعاً کی محفل میں ان کا شاد کار بے۔ تحریف نگاری میں ان کی بندت کافی دل پچہ ہے۔ ایک بھائی نہ کے لئے اس کی خزنوں کے مختلف صورے بنائیں اور بدلتے کے ایک دوسرے سے چپاپ کرو یتے ہیں اُن مل جوڑے میں اسچ پیدا ہوتا ہے۔

ول کے خوش کھینے کو غالب خیال چھاہے
گرنہیں بیس میں اشائیں منی نہ سہی
بکتا ہا بوس جنوں میں کیا کیا پکھے
تم میں مشتاق اور وہ بے زار
ابر کیا چیز ہے ہوا کیا ہے
کس کی حاجت رو اکرے کو فی
دگستاخیاں کا مرثیہ۔ شجاعی۔ سنگ دشت۔ ہل دپر۔ چنگ در جب۔ نرم گرم۔

لولاں جی:- ان کا شمار اردو کے اچھے ادیبوں میں ہوتا ہے لیکن انہوں نے ترجموں کے ذریعے نام کیا ہے۔ "لطائف منہجی" کافی مشہور اور مقبول ہوتی ہے۔

ہزارہم چہوبیگ ستم ظریف:- اصل نام مرزا محمد مرتضی مخلص ہاشمی اور حمد پنجیں نظر دش رکھتے تھے ان کے مظاہر ادبی اور تنقیدی حیثیت سے اچھے مقام رکھتے تھے۔ زبان کی پختگی، لکھنؤی بول چال، معاوروں کی صفائی ان کی تحریر کی خصوصیات میں۔ (بہار منہج۔ چشم بصیرت، گلزار سجاد)

علامہ مضحک دھلوی:- تحریر میں اسم باسکی۔ (عینک اترجمانے کے بعد)

محتبی حسین:- نوجوان ہیں۔ زندگی کو اپنی نوجوانی کے نشہ میں سر نگوں دیکھنا چاہتے ہیں جس س دل رکھتے ہیں اس یہے ہر ایک کے دکھ کی گھشن ان کو جھوڑیتی اور پھر اپنے کردار کے ساتھ چلنے لگتے ہیں تا میں کو بھی اپنی کہانی میں گھیت۔ میں اور مرا ج کو سہبتوں بنا دیتے ہیں۔ ایک عرصہ تک سیاست کے مزاجیے کا لم لکھا رہے۔ — (قطع کلام، تخلف بر طرف، تصریح تقدیر، بہر حال زیر اشاعت)

بہادر حسن:- ان کا زیرِ شکھنہ، تنقید نگار، ڈرامہ نویس۔ بنظاہر بے حد سخنیدہ لیکن ہر بزم میں گلستانہ ہر ہر چیز میں کھلے چپوں، بہریں وزیر فران زار بنانے والے۔

محمد حب سہالوی:- موجودہ دور کے لکھنے والوں میں ان کی بھی جگہ ہے۔ متوسط طبقے کی گھریلوں زندگی کو پڑھنے اور انداز میں پیش کرتے ہیں۔

ٹلار موزی:- گلابی اردو کی وجہ سے شہتو ہوئے جس کے وہ موجودہ اور خاتم ہیں۔ ان کے مزاج کو ٹھہرولہا جا سکتا ہے۔ اس میدان میں نکتہ چینی سے بھی آگے بڑھ کر تھے۔ کہیں کہیں فخش بھی لکھا ہے۔ انگریزوں کا برا دا سے بیر بھا، ان کا خیال تھا کہ رو نے والے تو بہت ہیں۔ مگر وہوں کو سہنا نامکمل ہے۔ اسی یہے یہ

فرض اپنے ذمے لے لیا۔ (رعورت ذات، بیوی)

راجہ ہهدی علی: نبرے پائے کے شاعر، مخک پہلوں سے حصول سترت کے ذرائع پیدا کرتے ہیں۔ تحریف نگاری میں منفرد اور سیحتا، زندگی اور سماج کے چھپے ہوئے ناسروں پر تیز فشرٹر چلاتے ہیں۔ مکمل نہ۔ پن اور رشو خی بلا کی ہے۔ الفاظ اور کردار دونوں ہی جاندار ہوتے ہیں۔ موضوع عضب کے اور اچھوتے چھنتے ہیں۔ ورزن اور لارڈ کرزن۔ سسرال کی جیل۔ مریدان با صفا۔ چور اور خدا۔ کانے آنسو۔ اجی پہنچا۔ آپ۔ ایک چلمپر۔ انداز بیان اور مضارب۔ یہ رے تھیوں پر لکھے اشعار۔ آخری گالی۔ ہیں ہماری بیویوں سے بچاؤ۔ دو حرام زادے جنت میں حسینوں کی بھوک ٹھڑمال۔

بیوی کی سبیلیاں۔

چھوٹے سے ایک گھر میں ساتی چلی گئیں	آئی جو ایک اور بھی آتی جسلی گئیں
ہم دشمنوں کے بوش اور آتی چلی گئیں	بچوں کی فوج لے کے ہوئیں گھر پر چڑھن
یہ بار بار دودھ پلا تی چلی گئیں	غذچڑھن اُگلتے رہے دودھ بار بار
دریاؤں میں یہ بند لکھائی چلی گئیں	خشبوں نے ڈرانگ دم میں دریا بہا اپے
بیوہ کی طرح گھر بخا ہمارا اسجا ہوا	دہن کی طرح گھر بخا ہمارا اسجا ہوا

مسیح انجم: خود سبیدا اور میتیں۔ لیکن تحریر میں مزاج بچوٹا پڑتا ہے۔ (سائد سے چلیے)

مشتاق احمد یوسفی: رشید احمد صدیقی اور لیپرس کے مزاج کا پھوڑان کی تحریروں میں ملتا ہے۔ یہ اپنی چاک دامانی پر حب اور جہاں ہنسنے کو جی چاہا ہنسنے ہیں اور سب کو سمجھی میں شرک کر لیتے ہیں۔ (رجائی نے) سید امام علی نازش رضوی:- صحافی، سکول اونٹک مختلف اخباروں میں کام کرنے سے ہے اور پھر تصنیف و تالیف میں مصروف رہے۔ قلمی نام ارشنگ۔ ملائسر پاپزہ، ابو فواد۔

ٹاہر ازیزی، دھوپی۔ طنز و مزاج میں عبرت سمجھاتے ہیں۔ دھرب و ضرب۔ بزم و رزم۔ روح المعانی سرمایہ نازنین، مزاج و حبرت۔

حمد شفیع الدین حیدر آباد کے ادب پرور ماحدی میں اپنی ظرافت بھری تحریروں سے چکے ناکارہ حیدر آبادی^۱ اور ناکارہ نام کے باوجود کامیاب ثابت ہوئے۔ رہبر دکن کے مزاجیہ کام بھی لکھتے تھے۔ اکبر ال آبادی کے پردو۔ مزاجیہ افسانے، ذراۓ خاکے اور مضاہین دل چکپ پیرائے میں لکھتے رہے۔ (صحافی: بیوی آخر بیوی ہے)

نوشیر کارشاد: نوجوان شاعر نے اپنی شاعری کے سوا "اوی لطیفہ" کی تصنیفت کی وجہ سے مزاج و

ٹرافت میں اپنا مقام بنایا ہے۔ ان کے طریقۂ انداز تحریر نے مرتب کو حصہ بنادیا ہے۔ اور بہت ساری شہروں آفاق مہینوں کو مسخرہ بنادیا۔ غائب اور اس کی شاعری میں غالب کے لطیفوں کے لیے غالبیت تراش کر رکھ دیا۔ زبان پنج معمول طنز و مزاج نگار، ادبی لطیفے)

مذہبیہ ملتو تھر:- طنز و مزاج سے بھروسہ مصائب نکھتے ہیں۔ حاکما نہ شان رکھتے ہیں۔ (مزاج پرسی)
سجاہت علی سندیلوی:- ان کے مزاحیہ مصائب میں شوخی اور شکختگی ہے۔ کردار کی تخلیق اور واقعات کی منظر نگاری کو ان کے اسلوب کا حصہ ہے۔ خوشگوار تحریر کے ماہر ہیں۔ باقیات غالب و حب کی عینک، لش از بام، دودھ کے دھنے گونگی عولیٰ۔

یوسف ناظم، مجھتے اور ذہین فقردیں میں اپنا فطری چلبائیں بھرتے جاتے ہیں۔ یہ ایک حد تک دھوکہ باز، مزاج نگار ہیں کسی بھی یہ ظاہری نہیں ہوتے ویسے کہ ان کا دارکش پر ہے۔ محض مبتلوں میں اچانک موڑ پیدا کر دیتے ہیں اور نست نے موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں تو بھی ہیں لیکن سنبھالہ، ان کے مزاج میں علی آن بان بھی ہے۔ رکھن و کم، فٹ نوٹ، دلوارے، دزیر خور، سائے اور سمائے۔

ڈاکٹر ذیل رضا غا، نوجوان انسانیہ نگار، راجہ مہدی علی کے ساتھوں کی گاڑھی چھپتی تھی۔ اور اُن کے ایڈٹریٹر، مبادی طور پر
نقادِ صحافی اور مقالہ نگار، بعد میڈی ہن کے خالصہ شاعر۔

او بھی قابل ذکر ادیب مشاق علی، اظہرا فسر دم زاجہ درائے سوچ در موج، عبدالمجید سہالوی، آونج یعقوبی
 (پیرودی) عطیہ پرویں، س۔ ل، عبدالجیسی، پرویزیہ اللہ، فضل جاوید، احمد طلبیں رشید الدین، سلیم مقصود۔
 حیدر علی خاں ستم ترجمون نٹ، شعیقہ فرحت، انگ مار، فرحت قمر، داکٹر رشید موسوی، بلاں رضوی۔
 بلال سیوہار دی۔ آناتاب نوی۔ (محلاںگ) مصطفی علی بیگ، واقف مراد آبادی (لغات ابد)
 پھریاں واقف (بزم فردوس)، ناشاد و ہجوی، پنڈت ہری چندا ختر، سید محمد حبڑی (کلک)، پروفیسر عاشق
 پھر غوری، خضر بنتی، راغوا، صنوار الدین شکسب، جیمن میر کا شیری، نازش رضوی، شاد عارفی
 پھر فی غلام مصطفی نبسم، ترجمون ناٹھ تھجرا

کھنڈی اردو

یا ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مہند آریائی دوسری بار ہوئی صدی عیسوی شمال مغربی سرحدی صوبہ وہ کے اطراف دو آپنگ و جن میں بولی جانے والی زبان سے اردو کی بنیاد قائم ہو چکی تھی لیکن اس کو مستقل زبان چیزیت اس وقت حاصل ہوئی کہ جب دہلی مسلم فرماں رواؤں کی راج رہائی بنتی۔

حضرت امیر خزر کے زمانے سے اس کو مختلف نام دیے جاتے ہے۔ جیسے مہندی، مہندوی، زبانِ دہلی، گوجری، گورجی، مہندوستانی، اندستانی، زبانِ مہندوستان، زبان اردو کے محلی، زبانِ رودے شاہی، زبان مخادرہ شاہجہان آباد، ریختہ وغیرہ جتنی کہ غائب اور سرید نے بھی کہیں کہیں اس کو مہندی کے نام سے لیکا ایسکن مخصوص اس کو محکم طریق پر اردو کا نام دیا اور رہی چل پڑا۔

دریائے نریسا اور کوہ سندھ صیاحل کے جنوب کی سطح مرتفع والے علاقوں کو دکن کہا جاتا ہے، مہندی کے کوئی مصنف نے مقامی زنگ میں اپنے آپ کو گھرے طریقے پر زنگ کر اسی زبان کو دکنی کے نام سے یاد کیا اور بھی قطب شاہ اور عادل شاہی ریاستوں میں اس کو سرکاری طور پر قبول کیا گیا۔ سید میران ہاشمی اور ملا وجہی ابن نشاطی، نفرتی و نے اس کو معیاری ادب کا درجہ عطا کیا۔ قدیم دکنی چند الفاظ کے استثناء اور کہیں کہیں تلفظ کے اختلاف کے سوا ایک بے جوشمال و جنوب میں انجھ تھی۔ لیکن کچھ زنگ داہنگ مزاج و منہاج اور انفرادیت قائم رہی۔ دکنی نہ تو اردو بگردی ہوئی شکل ہے نہ اردو دکنی۔ دکنی سے ملتی جنتی زبان آج بھی دلی کے نواح اور دیہات میں اردو لی کے، بھی مخصوص طبقات جیسے کرخنداروں وغیرہ کی بولی ہے۔

اور زنگ یہ نے جب اور زنگ آباو کو مستقر بنایا تو جنوب اور شمال ایک جو گئے اور اس میں مل جل گئے۔ ملاب پڑھا اور جوز بان شامی مہندی میں صرف بول چال کی حد تک مخصوص تھی وہ شرود شاعری کی زبان بن گئی۔ ولی کا دکنی جس کو مقامی طور پر کوئی سرپرستی نہ مل سکی۔ دلی پنجاب اور دلی کی زبان پر اثر انداز ہوا اور جوز بان سمجھنی، عامل شاہی۔ شاہی عہد میں دکنی تھی اس کو محل مہند پہنانے پر عودج طلا۔

اس نامے کی شاعری ملاحظہ فرمائیے۔

سید میران پاشی رعلی عادل شاہ ثانی کے عہد کے نامور شاعر۔

بہانہ کے موٹیاں کا پروتی ہار بھجوں گی سجن آؤں تو رُسے نے عمل کر بھار بھجوں گی

اد نویاں کے توکہوں گی کام کرنی ہوں
نسلتی ہو رحلتی چیز گھڑی دوچار مجھوں گی

ہی دور میں اسدالشدوحی نے ملاوحی کے نام سے شہرت یافتی اور قسطنطینیہی دور کے متاز شاعر اور ادبی نگاہیں۔

تہسیں وری کی اپنے بیگنی آمل رے یا تجھ من مخے صینا بھوت ہوتا ہے مشکنے سے یا

دکنی کو اپنے سنبھلے دور میں مرہٹی، تملکو اور کنڑی سے سابقہ رہا جن کا اثر اس نے تبول کیا اور اسے

گھرے نقوش ان سرڈا لے۔ جو نکھس علا تھے میں دکنی نے جہز لیا اور نشوونما پائی رہ سرہٹی بولنے والوں کا دعن تحا

اس سے مرتبتی زبان اور ادب سے دکنی کا بڑا گہرہ اعلق رہا، درستھکرت کے اکثر الفاظ مرہٹی

کے توسط سے دکنی میں داخل ہوئے جو اسی صوتی روپ میں آتے ہیں کہ جو مرہنی میں آتی ہیں خود مرہنی

نے بھی فارسی اور عربی کے اثرات اور الفاظ دکنی سے اور دکنی کے توسط سے قبول کئے۔ چنانچہ یہے الفاظ کی حسوتی

شکلیں اور ان کے معانی و مطابق بھی آج تک سنبھال قائم ہیں۔ اسی پیے دکھنی اور مر جھی کا باہمی تعلق بہت اضف

اور سنایاں ہے۔ اکثر مردمی شاعری دلخی نیاں میں شاعری کرنے لگے 179 اور سکھیاء میں امرت رائے

مرٹی کے ڈرے معمول شاعر تھے لیکن بعد میں دکھنی کے شاعر کی حیثیت سے بھی ڈرے برلنگز نہ ہوئے۔ چنانچہ

یکھی مشنے: ”مر جر تر“ بھگوان کرشن کے بھین کے ساتھی سدام کی زندگی کا خاکہ ہے۔ پیشونی محمد

دھی تو ہی کار ساج خلق بیچ میانے د ہی کار ساج

۱۰۔ بخش صاحب دستی اسٹو کے کل عام غنی

بے بنایا زمین آسمان پون آب دا تشر بنایا مکان

کہ صردن دنپاکد صر ہے خدا
شب پٹ کی انگتا ہے گعا

اگر اس خدا کی کرے بند گی تو بر روز نیامست۔ کئے گبندگی

ڈاکڑا میں آر۔ کلکرنی صدر شعبہ مرٹی عثمانی یونیورسٹی نے اس خصوصی میں کافی ریسرچ کیا ہے۔

یکچھ مرٹی کا مزاج تھا کہ جو اس طرح پر دکھنی میں نہیں اور دو میں رپ بس گیا اور اس کو حوزہ اپنے میں مجھی سمت

سینٹ کر سمویا۔ کلاسیکی دھمنی نے خلگو دالے علاقے میں نشوونما پانے کے باوجود اس کا ایک بھی لفظ بھیں

ایتیا۔ یہ مرہٹی کی گہرائی اور گیرائی ہے کہ جو اس طرح اثر انداز ہوئی ہے۔ بالخصوص سرکاری نظم دستی سب

آج تک اردو ہی چھائی ہوئی ہے۔ جیسے اول کارکن، بندوبست، جمع بندی، تحصیل، تحصیلدار، معاملت و اور چٹ نوں، حضرنوں، آزاداری وغیرہ۔

وکھنی کسی فرقہ اور کسی خاص مذہب والوں کی ایجاد نہیں۔ یہ تو اصل میں ٹھہرے ہے تہذیب اور تہذیبی درثہ کی برقراری اور نشودہا کا ایک ذریعہ رہی جس کو اب اردو زبان اسی طرح انجام دے رہی ہے۔

وکن میں کلائیکی وکھنی نے ترقی کرتے کرتے وہ مقام اور درجہ حاصل کر لیا کہ نصوت سرکاری زبان قرار دی گئی بلکہ اعلیٰ تعلیم اور فنی تعلیم جیسے ڈاکٹری اور انجینئری کے لیے بھی ذریعہ تعلیم قرار دی گئی۔ ان تمام مرافق میں جو بات قائم رہی وہ اس کی انفرادیت ہے۔ آج بھی اس کی جواہیازی خصوصیات ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ دلچسپ تخفیف صوت ہے جیسے آسان کے بجائے اسماں، چونا (چنا)، ہاتھی (ہاتھی)، یٹھا (ٹھا) کتنے (کتنے)، اتنا (اتنا)۔ اسی طرح ہائے ہوز کی تخفیف ہے۔ جیسے بیان کے بدلتے یاں، دیاں (دواں) نہیں، نہیں (باں) دہوں۔ ہائے ہوز میں ہائے مخلوط میں بدل دینے کا بھی رجحان کافی نہایاں ہے جیسے باہر کو بھار، بہت کو بھوت، بہو کو بھو وغیرہ۔

وکھنی بول چال میں ایک اور بہت زیادہ نایاں اور واضح چیز ہے وہ جمع کا فاعد ہے جو اس، لٹکا کر بنالی جاتی ہے جیسے کتاب کی جمع کتاب، کمیت کی جمع کھیتاں، دکان سے دکان، دیسے یہ جان پنجابی ہر بیانی دو آب کی کھڑی بولی میں بہت ملکے ایسے ہی کرکو، کو، میں بدل دیا جاتا ہے جیسے کھاکر کے بجائے، کھا کو، اگر کے بجائے، آگو،۔

وکھنی پر رہنمی کا جو بہت زیادہ مضبوط اثر ہے وہ فعل حرف، اسم، صفت، ہر جگہ تائید اور حکماں کا انصاف ہے۔ یہ میوادی، اور جسمانی بولیوں میں بھی رائج ہے۔ جیسے یہ کرن پاچ پڑے گا، تم کوچ کرنا ہو گا۔ صرف ہری دا پچ آیا۔ تجھے چاکری کیا تو اپنچ بول۔ تیرا شرمند کی ہے دپنچ بول۔

وکھنی تلفظ کی سب سے زیادہ نایاں اور گرفت میں آنے والی خصوصیت قی اور نج کی تقلیب صوت ہے۔ اس کی نمائیں مرہٹی کی زاد رنج ہے کہ بولنے والوں کو دونوں کے انہیاں پر قدرت ہے لیکن ایک کو درے سے اولٹ پلٹ دیا جاتا ہے جیسے وقت کے بجائے دخت، بندوق کو بندون، تقریب کو تحریب کہتے ہیں۔ کسی حید آبادی نے کہا۔ میرے لاکے کی سالگردہ کی تحریب میں ضرور شرکت کریں۔ سننے والے نے چک کر کہا۔ مسافر کہیے، میں کسی تحریب کام میں کریں شرکت کر سکتا ہوں۔“ دراصل یہ محض وکھنی خصوصیت نہیں ہے یہ مشرقی ایران کی عام خصوصیت ہے اور شاہی ہند کے موام کی بھی میں کچھ اس طرح کی تعلیب صوتی نظر آتی ہے کہ اگال دا ان کو اغال دا ان، نکر کو فقر، تڑ کنے کو تڑخنا، اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے پنجابیں اقبال کو اقبال، خوش کو خلکہ کہا جاتا ہے۔ اکثر لوگ یہ جوں جاتے ہیں کہ اردو زبان کی ایک ملاقوں کی زبان ہے نہ یہ علاقوں واریت کی قید و بند کو برداشت کر سکتی ہے۔ بہر حال اکثر استہزا پر اندراز میں اغترہن

ہوتے ہیں چونکہ اکثر مترضین کا بھجوئیں آمیز ہوتا ہے ابک دکھنی شاعر گنوار دکنی نے اپنی بعد اس سلسلت مکالی ہے۔

قاف اور سخے میں بے کیا فرق ہیں کیا مسلم	ہم زبان اپنی جملے کو زبان جانتے ہیں
بے لغت حلقة گوش اور قواعد ہے کیز	فاذزاد آپ کے بے قرف قوبے نخواہ
شیئن قاف آپ کا اللہ سلامت رکھے	آپ کوچھ بھی بہوں مگر اگلی صنوں میں ہی رہیں
سر زمین دکن کی بھی خصوصیات ہیں کہ جن کو وجہی نے سب سے پہلے اس طرح پر لکھا تھا۔	
دکھن سا نہیں نخار سنوار میں	ذیچ فاضلاں کا ہے اس نخار میں
دکھن ہے نیکن انگوٹھی ہے بگ	انگوٹھی کو درست نیکنہ ہی لگ
دکھن بلکھس دھن عجب ساج ہے	کسب ملک سرا در دکھن تماج ہے
اکی طرح تصریق کی زبان میں اس کی تعریف ہے۔	

ہر اک دب پ تجد دب آنا ضرد۔ کسب ملک ندھارا دکھن پر ہے نور
 وجہی، نصرتی، طبعی کے بعد آصف جاہ نتی کے درست بھی نوازش علی خان شیدار غیرہ مقبول ہے یعنی
 ادبی معیار کو ادا بخا کرنے کے رحجان نے اس دکنی کو تقریباً نسبت و نابود کر دیا لیکن کچھلے ۲۰ سال میں پھر اس زبان
 میں شاعری ہونے لگی۔ لیکن ان کا دشمنوں نے طنزیہ اور مزاحیہ شاعری کا رد پ دھارا جس کی وجہ سے یہ بان باعث
 مزاحیہ ادب کے پیغمبær ہو گئی اور اسی انداز سے بندوق تک ترقی پذیر ہے۔ جبکہ کمیت بھروسی اور دوکی طنزیہ اور
 مزاحیہ شاعری نے کوئی خاص ترقی نہیں کی۔ اس شاعری میں بھیٹھ و دکنی الفاظ اور ان کے مختلف ارادہ ارجع تلفظ
 سخنے والے کے پریشش و بین میں ڈال یہے ہیں لیکن متذکرہ بالا خصوصیات کو دھیان میں رکھا جائے تو وہ
 بڑی آسانی ۔ کہہ میں آتی ہے اور اس کا لطف انجام پا جاسکتا ہے۔

ذیکر نامی صوتیاتی حد بندی پر سخت ہے۔ انھوں نے مزاج کی خاطر جانوروں کی بویوں کا بھی
 سہارا لیا ہے ۔ یہ وقتیہ مخول پرستی ہے اور اس میں طنز، استهزاء وغیرہ بالکل نہیں اس یہے ان کا
 کلام بجلادیا گیا۔

اب زمانہ حال کے دکنی شرار اور ان کے کلام کا تعارف پیش خدمت ہے۔

ذذیل احمد دھقانی ۔ دکنی مزاحیہ شاعری کے امام ہیں۔ ان کی شاعری کے تین دور ہیں۔ انھوں نے دیہات کی
 سادہ زندگی میں شاعری کی ابتدائی جہاں موهہ کا گیت، لمبازن دیہات پر قلم فرمائی کی۔ دوسرا در شہر کا ہے جہاں
 تخلف اور تضییع دیکھو کر یہ چک اٹھتے، اور تسری اردو رسایہ ہے جس میں تھبت تباری کی پیغام چپ، روئی سورہ، خالہ ماں،
 رص تو کیا نہیں رص تو کیا۔ مزدور، موئی ندی کی کہانی، زبان کی خوبی کو برقرار رکھتے ہوئے یہ دکھنی کی لغزدگی

کو قام رکھنے میں تشبیہ و استعادہ سے بھی کام لینے ہیں۔ زبان کے حسن کو سمجھا رکھنے ہیں۔

موت کا گفت:۔ جب لوگاں رہتیں نہیں ہیں میں باخوبی میں مبارکہ لے کو
میں موت چلانے جاتا ہوں تو کھانہ سے پوکل سٹھر لے کو
میں موت چلاتے رہتا ہوں جب بُوکر مسٹ قبلاں میں
ششم نئے کے موتحداں پُردی بُولے تو میرے سر کے بالاں ہیں
جب ذوال ذباتوں بُذری میں ہرگز رُگ جنبش کرتی ہے
تو دیکھ کو بہت تھنڈی ہوئے رک کی کوہش ہش کرتی ہے
جب چٹا پینے دم لیتیوں جب پاداں میرے تھکتے ہیں
تو میرے بلا میں لیختے کو جھاڑاں کے ڈغا لال جھکتے ہیں

* بیٹھے بیٹھے ظالم سے آنکھ لڑ گئی ناجی
بوری مصیفت میں جان پڑ گئی ناجی
خالی بہاں بہاں میں بات بڑ گئی ناجی
بات بنتے آئی بھنی پوس بجڑ گئی ناجی
یوں مرے مٹانے پر بور بجڑ گئی ناجی
لگ کو بیٹھو بولے تو اٹھ کے کھڑ گئی ناجی
ایک دم بخرا رن پُوس کے پڑ گئی ناجی
اب ٹھاٹے بستیج نہیں داپنے گڑ گئی ناجی
دو نقاب رن پُوكا اک دا سے سر کا تج
روٹھی چراگاں کی ماں پڑ گئی ناجی
بائیوں کے میں ناؤں ان کا پوچھتے پڑ گئی ناجی
بائیوں کے میں ناؤں ان کا پوچھا تھا
بائیوں کے میں ناؤں ان کا پوچھتے پڑ گئی ناجی
ایک دہ بھی عالم تھا پاداں حسو کو پیتی تھی
آخڑی دلت منجے د بیٹھے بڑائی تھی
ڈھیٹھے ڈھار کر تے کو تنگ سلا کے پینی ہے
ڈھیٹھے ڈھار کر تے کو تنگ سلا کے پینی ہے

روج روچ کی شاپنگ اردنچ روچ کے تختے

عاشقی میں دہنگانی کھال اور صڑ گئی ناجی

* ڈنڈا غلام سر در خان ڈنڈا:-

دکن کی دیباتی زبان میں غزل، نظم، گیت سب ہی طرح خامہ فرمائی کی ہے۔ ہر انداز سے سہی، مذاق کے پیچے
میں عوام انس کے جذبات کی بڑے دل چپ اور اچھوتے رنگ میں ترجمانی کی ہے۔ ان کے گیت جبت سے بھر پور ہیں۔
اور ار اس دلوں کو شکھنگی بخشنے ہیں۔ الحنوں نے ہرنا الفضائی کے خلاف آواز اٹھائی ہے۔ اور لوگوں کو اپنے شستہ طرز سے
اسید دلائی ہے کہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ مسکراہبٹ کے پڑے میں غم داند وہ، سہی کے پیچے در در دلم اور ہر ٹوچ پر

دوں کی گھیت کو لالا را ہے۔ اپنے ماضی پر فخر سکھایا ہے۔ انھوں نے جب تھرے گیت بھی لکھے ہیں۔
 گیت، قلی قطب بادشاہ تھے زنگ رنجیلے
 زنگ نیکیلے بڑے چھبیلے
 ملت کے چاؤں سے مدھر منی تک
 قلی قطب بادشاہ تھے زنگ رنجیلے
 زنگ نیکیلے بڑے چھبیلے
 کبھی چین چین کے کبھی کھن کھن سے
 قلی قطب بادشاہ تھے زنگ رنجیلے
 زنگ نیکیلے بڑے چھبیلے
 اپنے وقت کا تھا بانکا سکنہ ر
 قلی قطب بادشاہ تھے زنگ رنجیلے
 زنگ نیکیلے بڑے چھبیلے
 تھا اپنے فن میں بھی یکتا وہ ماہر
 قلی قطب بادشاہ تھے زنگ رنجیلے
 زنگ نیکیلے بڑے چھبیلے

جنتا کی سیدوا میں تن من دھن سے
 جنتا کی سیدوا میں پا پڑ بھی بیٹے
 اکھاڑے میں رسم اکھاڑے میں اندر
 گن اس کے دینا سے نئے فو یلے
 اردو زبان کا تھا پہلا وہ شاعر
 غزل گیت اس کے رسیلے سُریلے

غزل

جینا، پنا محل ہے سو ہے
 دل کو، پنے مال ہے سو ہے
 اب تک سرنگ کمال ہے سو ہے
 ایو افت کا کمال ہے سو ہے

ن کی دہادندھی چال ہے سو ہے
 ڈی اپنی اُلال ہے سو ہے
 پھر اپنی فور سید کریں
 یہ روشن نہانے میں ڈنڈے

*

کریا ناک میں دم سملنے سلنے
 پنگ تھاپ کھا گئی سلنے سلنے
 میرے امیداں کی میرے ارماناں کی
 کبھی دم پور کھ کبھی دھونساں کے کر
 رو ٹھیک میں پرا فت تو دیکھو
 میرے ساتھ چلی میں سملنے سلنے

دل نا داں سو یا مجھنے مجھنے
 میرے امیداں کی میرے ارماناں کی
 کبھی دم پور کھ کبھی دھونساں کے کر

اعجاز حسین خان کھٹقا۔

تخلص سے ہی ان کا دھنی ہونا ثابت ہے کہ اپنے دکن کھٹے کے بغیر جی نہیں سکتے۔ انہوں نے بھی عوام کو ججھوڑ ججھوڑ کر جگایا۔ ان کو طئے دیے، ان کی حیثیت کو جگایا۔ کلام میں ابک خاص بانکھنے ہے۔
سائیں کی صدا

لخت جگر سب امک بے منہ کو زد و کوچی پہنچاگ سے با
اپنچندیا آپ ہی پیا، جیسا ہے دیتاگ سے با
بھیک شہری زادی حق ہے سجنیں براگ سے با
غزوں کے اپنے میل یہ چسپر نکوچ نکو
نکو میاں فرنگی کا جنگر نکوچ نکو
کرو دی رہتی پڑھی کی شکر نکوچ نکو
اس کے لفڑ کو غیر کی چدر نکوچ نکو

جاگ سے باہا جاگ سے با بھر کو لگی بے اگ سے با
کوچ نکوچ پاٹے بوکرخو کو چھوٹیں تیر سے جاگ سے با
کھپا پچ دیں کے سیس اور ٹھرٹھے تھیں ان سے باگ سے با
نکوچ نکوچ۔ اعلیٰ کے جھاڑ کی مجھے بس بس ہے چھاؤں یہ
نسفا ابو تو دری کی ادرک مجھے ہے بس
پچھے کوچی منئے تو ذرا اگر دکستہ کو کھا
کھٹے کی لاش کھڈے میں نشیخ گاڑ دیو

سلیمان خطیب۔

تقریباً ۲۰ سال سے دکن میں شاعری کر رہے ہیں۔ دکن کے عوام کے سماجی اور معاشرتی مسائل کو اس رنگ میں خوب
نکھار دے کر سلیمانی کی فاطر سمجھایا ہے۔ لگنا ہے یہ باتیں کر رہے ہیں لیکن ان ہی میں کام کی باتیں نکھار آتی ہیں۔ دکنی
شاعری کے نہ رے ہی کا میاں اور مقبول شاعر ہیں۔ ان کو بھی جیسے شہر میں کبھی بہت پسند کیا جاتا ہے جہاں خاص و مخفی
کھٹکے دیتے بہت کم ملیں گے۔ اچھوتی اور انوکھی تشبیہات سے ان کا کلام بھرا ہوا ہوتا ہے۔ وہ ہنسنے پہنچنے والے
ہیں۔ رلاتے رلاتے ہنسنے میں۔

دکنی عورت کا انتظار ملاحظہ فرمائے۔

چچے پانال کے بڑے بنا کو رکھیوں
میں تو جو کھٹ پودیدے لکا کو رکھیوں
ہو رہئے یاد جھوٹچ آنے لگے
چچے ہر یا لے لگو نکھٹ اڑھانے لگے
رسنے اٹھاٹھ کو رسنے دکھانے لگے
ہو رہئے یاد جھوٹچ آنے لگے

چچے بیان کی سیاں سجا کو رکھیوں
سرنہ سے گھمی کے چراغاں جلا کو رکھیوں
دیکھو بر کھلکے باول ستانے لگے
پھولان بیان کے زفاف سجا نے لگے
مکنورستے میں دیپک جلا نے لگے
دیکھو بر کھاکے باول ستانے لگے

علی صاحب میاں :-

ان کا کلام ظریز سے بھر جو پر ہے اور گوکھر کے کامنے کی طرح چھتا ہے لیکن حرف پاؤں میں ہی نہیں بلکہ جسم و جان میں پیوست ہو جاتا ہے، جس کی خلش مشتی ہی نہیں۔ ان کا رنگ عوامی ہے اور عوام میں بے حد ہر دل عزیز ہے۔

گرد بڑی میں آئے تھے اور گرد بڑا کرچل دیے
دو شناختھاکی بس بلوچانی کے کوچل دیے
کیوں بھی بھی گھٹ کو پوچھیا تھا میں ان سے لکی بات من میں مز کیا کی کیا کی بڑا کرچل دیے
مرنا ہے ایک وز تو ہر روز کیوں مر رہا
دینا میں ہ کے کیوں بی دھکیلنا ہے زندگی
ہڈیاں ٹوٹے تملک وہ ایساں کرتے سبے
عہنم یو پچ کٹی صلی صاحب کی
حکی نلگندہ دنی کے کلام سے اختاب پیش ہے۔

آن کی تڑپت نکھان نگسل در پمانہ کئے
ختر بھی پڑھنا کئے، مطلب بھی سمجھانا کئے
بن کے میں ایش کھنہ خواب میں آنا کئے

منجے یاد آتیں سو شام نہ پوچھو
پلا تیں شراباں کے جامان نہ پوچھو

میرے کیا کیا ہیں ناماں نہ پوچھو
ہی محفل کی باتاں نہ پوچھو
و صکن اپھوری ہ۔

یوسف یخ

نہ پر لگے میں ہ دکھانا نہیں کئے
میرے باوارہ وقت تو انوں آئیں گے دھڑک
حایت علی کارنگ بھی ظریز و استہزا میں نرالا ہے۔
ویدہ کو کریں چن کی آتیں کی نہیں آتیں کی
آفس جلدی آنا کر کرنا تو سمجھا یا ہوں
میں نشگہ پاؤں سے بھاگا کا بادا سے ڈرے کے ان کے
بلکہ رائچوری:- کھنے کی کڑا میں مسحی پڑی گے

و استان در دغم سکھنا نہیں کئے
اکے باوارہ وقت میں گھر کو آنا نہیں کئے

ہماریوں کو غم کے سیڑھیا تھا میں کی نہیں تھا میں کی
رکشا ہے ذرا چھوٹا ماٹیں کی نہیں ماٹیں کی
سنگات ہیرا جوتا لاتیں کی نہیں لا تیں کی
اگے اماں اب کیا کروں

گھر والے آکو دیں گے تڑی گے
اگے میری اماں اب کیا کروں
بن گئی مصیبت کھٹے کی کردی گے
اگے میری اماں اب کیا کروں
یہ صولک کا گیت ہے جس میں "اگے اماں" تجید کلام ہے۔
شادی بیاہ کے موقع پر میراثنوں کے گیت،

کدوخان بھائی کی شادی کرو سائے جگہ ہیں ملادی
بھنڈی خارکو بلانا، سانچن کے خلیاں بھرنا
کدوخان بھائی کی شادی
آؤ خالہ کو بلانا، بری کے خواناں سجانا
کرڑا کڑا اسلا کدوخان بھائی کا سالا پاؤ پڑپڑ کو بلانا
کدوخان بھائی کی شادی

سالی اور سیچ پر چپاں میراثنوں کے سنبھی کے گیت،
شہزادے بنے سالی کو جھسا نخو نخو
وزیر افسے بنے سالی کو جھا نکو نخو
سالی بختاری رنگ رنگی
سالی ستاری باشکی چھبیسی
شہزادے بنے سار ڈھو کو دھو کا ندو
سالے کو دھو کا ندو



طنز و طعن، آواز سے تو از سے، تعلیٰ و ڈینگ بھی ان کے گافو کی خصوصیت ہے۔
دو لمحے کے ناقدر سے لوگ ایتو اماں
دو لمحے کے ناقدر سے لوگ ایتو اماں
یہ لوگاں آئیں بول کوئی فرش کرائی
یہ لوگاں آئیں بول کوئی فرش کرائی
ایتو مان بوریوں پہنچنے کے لوگ
ایتو مان بوریوں پہنچنے کے لوگ
دست بچائی، خاصہ چنائی
دست بچائی، خاصہ چنائی
ایتو مان چوپیں ٹھانے کے لوگ
ایتو مان چوپیں ٹھانے کے لوگ
بتر بچائی، سیچ بچائی
بتر بچائی، سیچ بچائی
ایتو مان دنے کے ناقدر لوگ
ایتو مان دنے کے ناقدر لوگ

حروفِ آخر

مزاج کے جملہ انواع و اقسام، اصناف و امثال کے متعلق، اور اسی طرح تہمت، سہنسی اور قہقہہ کے محکمات اور موجہات کا سیر حاصل جائزہ لیا جا چکا ہے اور اس پر بھی مذکول بحث کی جا سکی ہے کہ انسان بنتا کیوں ہے۔ اس سلسلے میں حرف آخر کے طور پر صرف ایک بات اور عرض کرتا ہے کہ ہر انسان کو لازماً حواس خود دیعت کیے گئے ہیں۔ لیکن بہت سوں کو ایک اور حس بھی عطا کی گئی ہے جس کا نام ہے مزاج کی حس، اس کو کوئی مزاج کا شکوہ کہتا ہے تو کوئی ظرافت کی قدر کسی میں خوش مذاقی کا فطری رحمان ہوتا ہے تو کسی میں خصوصیت جوانی طبع کی شکل میں پائی جاتی ہے۔ کسی میں چمٹ، کسی میں تفریج و تلقن کا مادہ ہوتا ہے۔ کوئی کھلنڈ را اور کوئی طبعاً سہنڑا تو کوئی نہ کھٹ، چنپل، دل لگی باز یا من موجی ہوتا ہے۔ کسی کے اخلاق ایسے ہوتے ہیں کہ مادتاً مسکرا پڑتا ہے۔ کوئی ریت، اندر وونی گھٹن یا یاسیت بے گھبرا کر راہ فرار کے طور پر سہنس پڑتا ہے۔ بہر حال یہ امر مستحکم ہے، بن میں مزاج کی حس ہوتی ہے ذہبی وونی محکمات کو بہت جلد مان لیتے ہیں۔ یہم آسمانی گی کے فقدان میں الفضل دین، بے تربیتی، تو اتر اور توارد سے بھی اثر انداز ہونے ہیں۔ لیکن ہر تہمت یا قہقہہ لازماً مزاج کی حس کو نہیں۔ اس کو استہزا، سے یا ایزار سانی سے دور کا بھی تعلق نہیں ہوتا ہے۔ یہ ایک موڑ ہوتا ہے۔ ایک فیر حوری اور غیر ارادی سرور ہوتا ہے۔ جو دباق پار ہتا ہے۔ برخلاف اس کے ظرافت یا بذریعی ارادی ہوتے ہیں۔ ان کے لیے سماج میں ایک مقام ہوتا ہے۔

مزاج کی حس کا کوئی معین مقصد، مقام، محل و قوام یا محکم نہیں۔ اس کے لیے جلوت و حاضرین کی بھی ضرورت نہیں۔ یہ حلہ کا حریب نہیں بلکہ مدافعت کی ایک ڈھال ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ، فلسفہ، حکمت و انش مندی، فرزانگی ضروری نہیں۔ یہ ایک ریبونگ اسٹیشن ہوتی ہے۔ نشر و اشاعت کی مشین نہیں۔ اس کا تعلق تنقید و تحریف سے ہے۔ زندگانی ایجاد و افلاج و بہبود کے جذبات سے۔

شکوفہ زار

خواجم عبد الغفور

نی آواز، جامعہ گرنسٹنی دلی
110025